المهند الديوبندي على عنق المفترى

علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات



حافظ ظہور احمد الحسینی غفرلہ

اَلْمُھَنَّدُ الدِّیُوبَنْدِیُ عَلٰی عُنُقِ الْمُفْتَرِیُ

علمائے دیوبند قُدِّسَ سِرُّھُمْ پر
زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے جوابات

مؤلفہ

حافظ ظہور احمد الحسینی غفرلہٗ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور، وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان

057-2311400

کتاب کا نام
اَلْمُهَنَّدُ الدِّيُوبَنْدِیُّ عَلٰی عُنُقِ الْمُفْتَرِیْ

مرتبہ
حافظ ظہور احمد الحسینی

اشاعت
۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

قیمت	صفحات
	۲۴۰

اہتمام
وی پرنٹ بک پروڈکشن، راولپنڈی
051-5814796, 0300-5192543

ناشر
خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم اسلام
محلہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان
057-2311400, 0333-5187400

انتساب

بقیۃ السلف، امام المحدثین، استاذ العلماء

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان،

صدر مدرس و مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی، پاکستان

کے نام

جو عقائد علمائے دیوبند کے عظیم محافظ اور اُن
کے علوم کے سچے ترجمان و جانشین ہیں۔

بدر یا تحفہ صدف ے آید
گر قبول افتد زہے عز و شرف

فہرست

کتاب: اَلْمُهَنَّدُ الدِّیُوبَنْدِیُ عَلٰی عُنُقِ الْمُفْتَرِیُ

مؤقر دینی جرائد کی نظر میں

ماہنامہ الحقانیہ،ساہیوال،سرگودھا

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ علماء دیو بند کے عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ نے ان حضرات کو دین کے ہر شعبہ کی خدمت سے نوازا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کے فیض کو جاری اور عام کر دیا مگر بعض حضرات نے کچھ عقائد غلط طور پر علماء دیو بند کی طرف منسوب کیے جس کی وجہ سے علماء مدینہ منورہ سے چھبیس (۲۶) سوالات کا جواب علماء دیو بند سے طلب فرمایا جن کے جوابات فخر العلماء شیخ المحد ثین حضرت مولانا علامہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں تحریر فرمائے اور اکابر علماء دیو بند کی تصدیقات سے مزین فرما کر مدینہ منورہ بھیج دیے تو علماء حرمین شریفین کی تصدیق کے ساتھ ساتھ مصر،شام،حلب،دمشق کے علماء کرام نے بھی اس مجموعہ کی تصدیق فرمائی اور اس مجموعہ کا نام المہند علی المفند رکھا گیا اور اس میں واضح کیا گیا کہ علماء دیو بند کے عقائد واعمال بالکل قرآن وسنت اور اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں مگر افسوس اس وقت سے لے کر اب تک مسلسل ان حضرات پر الزامات واعتراضات کا سلسلہ جاری ہے۔

حال ہی میں ایک صاحب نے اپنی تصنیف ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں حضرات علماء دیو بند کے بعض عقائد کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس آڑ میں علماء دیو بند کو اہل سنت والجماعت سے خارج کر کے اہل بدعت میں شامل کیا ہے۔فاضل مصنف حافظ ظہور احمد الحسینی نے اپنی اس کتاب میں ان کے بے جا اعتراضات کا بڑی سنجیدگی سے جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر عام وخاص کے لیے نافع بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

(مظفر مسعود)

ماہنامہ حق چار یارؓ،لاہور

اہل سنت والجماعت کے اجماعی افکار ونظریات کی تبلیغ وتحفظ کے لیے علماء دیو بند کی مثالی خدمات اظہر من الشمس ہیں،تاہم گاہے بگاہے ان مبارک نفوس کی مساعی جمیلہ پر مختلف اطراف سے اعتراضات جاری رہتے ہیں۔اگر ان میں علمی تنقید کا رنگ غالب ہو تو شاید ''تحقیق'' کے زمرہ

میں آسکیں لیکن تنقید برائے "توہین" ہو تو یقیناً قابل مذمت تصور ہوں گے۔ حضرو، ضلع اٹک میں نام نہاد اہل حدیث کے سرخیل جناب زبیر علی زئی اپنے ترکش میں موجود تنقیص کے زہر میں بجھے ایسے تیر گاہے بگاہے چھوڑتے رہتے ہیں جیسے ان کا نیا کتابچہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" خدا کا شکر ہے مولانا ظہور احمد الحسینی نے اکابر دیو بند اور ان کے مسلک حق کے لیے ڈھال بنتے ہوئے زیر نظر کتاب کے ذریعے نہ صرف ان اعتراضات کا رد کیا ہے بلکہ اکابرین دیو بند کا مسلک بھی واضح کیا ہے۔ نیز علی زئی موصوف کو انہیں مسائل کے حوالے سے اپنے گھر کی خبر لینے کی تلقین بھی کی ہے۔

جزاہ اللہ احسن الجزاء

ماہنامہ الخیر، ملتان

یہ کتاب معروف غیر مقلد زبیر علی کے ایک رسالہ کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں انہوں نے علمائے دیو بند کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو ابا طعن و تشنیع اور بے جا تنقید کی بجائے حقائق کی غیر جانبدارانہ نقاب کشائی فرمائی ہے۔

ماہنامہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

پیش نظر کتاب حافظ ظہور احمد الحسینی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور کی تالیف ہے۔ اس میں غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے علمائے دیو بند پر لگائے گئے الزامات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور علمائے دیو بند کے حوالے سے احقاق حق اور ابطال باطل کیا گیا ہے۔ طباعت و اشاعت معیاری ہے۔ صاحب ذوق حضرات بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

ایک عرصہ سے اکابرین علمائے دیو بند رحمہم اللہ کے خلاف ایک منظم اور بین الاقوامی سازش کے تحت ایک متعصبانہ مہم چلائی جارہی ہے۔ اور اس ضمن میں غیر مقلدین پیش پیش ہیں۔ اگر ان حضرات کے ساتھ غیر مقلدین کا اختلاف علم اور استدلال کی حد تک محدود ہوتا تو یہ بات قرین قیاس بھی ہے اور معقول بھی، کیونکہ عالم اسلام میں مختلف مسالک کے پیروکار موجود ہیں اور ان کا آپس میں اختلاف مسلّم ہے۔ ہر ایک اپنے مذہب پر عمل پیرا اور اپنے دلائل پر مطمئن ہے۔ لیکن اختلاف کو اس حد تک پہنچانا کہ اپنے مخالف پر کیچڑ اچھال جائے، اس پر دشنام طرازی کی جائے اور پھر ایسی باخدا، با کمال اور خدا ترس ہستیوں پر، جن کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے،

ان کے علم وعمل اور تقویٰ وتدین پر خود علم وتقویٰ کو ناز ہو، یہ انتہائی نازیبا اور قابلِ صد نفرین حرکت ہے۔ زیرِ تبصرہ مختصر کتاب میں اسی طرح کے ایک غیر مقلد زبیر علی زئی نے اکابرین دیوبند پر جھوٹے الزامات اور اتہامات کی بوچھاڑ کردی ہے۔ جس کا انتہائی سنجیدہ اور متین انداز میں جواب مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی نے دیا ہے۔ کتاب مختصر ہونے کے باوجود انتہائی معلومات افزا ہے۔ اس میں غیر مقلدین کے عقائد کے بعض مخفی گوشے بھی آشکارا کیے گئے ہیں۔ دیوبندیت سے وابستہ ہر فرد کے لیے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

ماہنامہ خزینہ علم وعمل، لاہور

غیر مقلدین نے اپنے یومِ پیدائش سے تاہنوز اہلِ حق پر طعن وتشنیع کو اپنا مقصدِ حیات بنایا ہوا ہے۔ اور آج بھی اس فعلِ مذموم، جھوٹے الزامات اور متعصبانہ تنقید کی تمام تر ذمہ داری حافظ زبیر علی زئی نبھا رہے ہیں۔ کتاب ہذا میں فتنہ زبیر علی زئی کا بھرپور تعاقب اور اُن کے الزامات کا مدلل جواب ہے۔

حرفِ اوّلین

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ.
وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

انگریز نے برصغیر (پاک و ہند) پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے بعد امتِ مسلمہ میں آزاد خیالی کے نام سے جن فتنوں کی آبیاری کی، ان میں سے ایک خطرناک فتنہ "غیر مقلدیت" بھی ہے۔ اس فتنے کا سب سے بڑا مشن اسلاف امت بالخصوص ائمۂ احناف پر طعن و تشنیع اور من گھڑت الزامات لگا کر عامۃ المسلمین کو ان سے بیزار کرنا ہے، تا کہ یہ مسلمان اپنے اسلاف سے متنفر ہو کر اُن کا دامن چھوڑ دیں، اور پھر اس آزاد خیالی اور بے دینی کے بیابان میں ٹھوکریں کھاتے بالآخر اسلام سے بھی منہ موڑ لیں۔

اس فتنہ کے ایک اہم فرد زبیر علی زئی پیرداوی (جواب آنجہانی ہو چکے ہیں)[1] بھی ہیں۔ موصوف کو فقہائے احناف اور ان کے صحیح ترجمان علمائے دیو بند قُدِّسَ سِرُّهُمْ سے خصوصی بیر تھا، اور ان کی پوری زندگی ان اہلِ حق کے خلاف کذب بیانی، الزام تراشی اور لعن طعن میں بسر ہوئی ہے۔ اہلِ حق، علمائے دیو بند کے خلاف ان کے تعصب و عناد کا اندازہ اس سے لگائیں کہ انہوں نے ایک کتابچہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" کے نام سے لکھا ہے، جس میں انہوں نے تمام اہلِ بدعت فرقوں کو چھوڑ کر علمائے دیو بند پر بدعتی ہونے کا الزام لگا دیا ہے، اور یہ ثابت کرنے کی سعی نامرادی کی ہے کہ دیو بندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نیز انہوں نے اپنی دیگر کئی تحریرات میں بھی علمائے دیو بند پر اس طرح کی دشنام طرازی کی ہے۔ اس کے تعاقب میں راقم الحروف

۱۔ زبیر علی زئی نے خود مناظر اہلسنت حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی وفات کے بعد ان کے لیے "آنجہانی" کے الفاظ استعمال کیے ہیں (ماہنامہ الحدیث: ش ۲۸، ص ۳۲) اس لیے ہم نے بھی یہاں علی زئی کے یہ پسندیدہ الفاظ خود ان پر چسپاں کر دیے ہیں۔

ع یہ ہے گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

نے یہ زیرِ نظر کتاب ''اَلْمُهَنَّدُ الدِّيُوبَنْدِيُّ عَلَى عُنُقِ الْمُفْتَرِي'' تالیف کی ہے، اس کتاب میں علمائے دیوبند پر علی زئی کے تمام الزامات کے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں، اور علی زئی کے ہر الزام کے جواب میں علمائے دیوبند کی خود اپنی عبارات سے ان کے مؤقف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کی تائید میں مستند علمائے غیر مقلدین کی عبارات بھی پیش کی گئی ہیں، اور کتاب ہٰذا میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جن وجوہات کی بنا پر علی زئی نے علمائے دیوبند پر بدعتی ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے، وہ سب خود ان کے اپنے ہم مسلک علماء کی عبارات میں بھی بڑی آب وتاب سے موجود ہیں۔ لہٰذا اگر بقول علی زئی: علمائے دیوبند بدعتی ہیں تو پھر ان کے یہ اکابرین سب سے بڑے بدعتی ہیں۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا، اور اللہ کے فضل وکرم سے راقم الحروف کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کو بھی غیر معمولی پذیرائی ملی۔ اور اس کتاب سے جہاں متلاشیانِ حق کو راہِ حق ملی، وہاں ''فرقہ غیر مقلدیت'' کی اصلیت بھی لوگوں کے سامنے بالکل بے نقاب ہوگئی، کہ کس طرح زبیر علی زئی وغیرہ یہ غیر مقلدین اپنے فرقہ کے اس اصل چہرے کو دیکھنے کی بجائے علمائے دیوبند پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں۔ الحمدللہ! اس کتاب کی اشاعت کے بعد زبیر علی زئی (جو اس کتاب کی اشاعت سے پہلے علمائے دیوبند کو چیلنج پر چیلنج دے رہے تھے) کی تمام چیلنج بازی رک گئی، اور ان کے غبارے سے ہوا بالکل نکل گئی۔ چنانچہ وہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد تقریباً پانچ سال زندہ رہے، اور اس کثیر عرصہ میں وہ نہ تو علمائے دیوبند کے عقائد پر دوبارہ لب کشائی کی کوئی جرأت کر سکے، اور نہ ہی ہماری اس کتاب کا جواب دے سکے۔ البتہ انہوں نے اپنے حواریوں کو تسلی دینے کے لیے اس کتاب کے خلاف ایک مختصر سا مضمون لکھا، جو انہوں نے برادر مکرم مولانا نثار احمد الحسینی مدظلہ کے نام خط کی صورت میں اپنے ماہنامہ الحدیث (شمارہ نمبر ۵۴) میں شائع کیا، اور اس مضمون کی بھی ہر ہر سطر سے ان کی بے بسی اور ناکامی نمایاں نظر آتی ہے، چنانچہ اس مضمون میں انہوں نے دیگر مسائل کو تو چھیڑا بھی نہیں، صرف ایک مسئلہ ''وحدۃ الوجود'' کا جواب الجواب دینے کی کوشش کی ہے، اور اس میں بھی وہ بری طرح ناکام ہوئے ہیں اور ہمارے دلائل کے مقابلے میں ان کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اس سے لگائیں کہ وہ اس مضمون میں ''وحدۃ الوجود'' سے متعلق اپنے سابقہ مؤقف کو بھی بھول گئے، وہ کل تک تو یہ باور کرا

رہے تھے کہ:

علمائے دیوبند ،ابن عربی والے وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔(ماہنامہ الحدیث:ش ۳۹،ص۲۶)

لیکن جب ہم نے اس کے جواب میں نامور غیر مقلد عالم مولانا عبداللہ روپڑی کے حوالے سے وحدۃ الوجود کے متعلق ابن عربی کے مؤقف کو درست ثابت کردیا تو علی زئی نے اپنے سابقہ مؤقف کے بالمقابل یہ راگ الاپ دیا کہ:

روپڑی صاحب،ابن عربی والے جس وحدۃ الوجود کو درست قرار دے رہے ہیں وہ وہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔(الحدیث:ش۵۴،ص۲۹)

اندازہ کریں، علی زئی بوکھلاہٹ میں کس طرح قلابازیاں کھا رہے ہیں۔ان شاءاللہ اس کی مزید تفصیل آپ آگے کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد برادر مکرم حضرت مولانا نثار احمد الحسینی دامت برکاتہم اور زبیر علی زئی کے درمیان اس سلسلے میں خط و کتابت کا سلسلہ علی زئی کی مرض وفات تک جاری رہا،اور برادر مکرم اپنے ہر خط میں علی زئی سے اس کتاب کا جواب لکھنے کا تقاضا کرتے رہے،لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے،اور بالآخر اس کتاب کے جواب کا قرضہ وہ اپنے سر پر بھی لے کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

اب اس کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے،اس نئے ایڈیشن میں بہت سارے اضافہ جات کے علاوہ علی زئی کے اس تردیدی مضمون کا مکمل جواب بھی موجود ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے،اور اس کو ہماری بخشش، والدین واساتذہ کی بلندیٔ درجات اور عامۃ المسلمین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔آمین

الراقم

ظہور احمد الحسینی

۸ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ مطابق ۹ جنوری ۲۰۱۴ء

تعارف زبیر علی زئی

از قلم: حضرت مولانا نثار احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

غیر مقلدین کی تحریک آزادی فکر نے جو رجال کار پیدا کیے ان میں زبیر علی زئی پیر دادی بھی ایک معروف نام ہے موصوف کا تعلق علاقہ چھچھ پنجاب کے ضلع اٹک کے مشہور شہر حضرو کے مضافات میں سے قصبہ "پیر داد" ہے پیر داد پہلے حضرو کے مضافات میں سے تھا اب بلدیہ کی نئی حد بندی میں حضرو شہر شامل ہے۔ زبیر علی زئی صاحب پیر داد میں ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ/ ۲۵ جون ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے زبیر علی زئی کے والد حاجی مجدد خان (پیدائش: ۱۹۲۶ء) حضرو کی مشہور سماجی شخصیت ہیں حاجی صاحب گورنمنٹ برطانیہ کے زمانہ میں انگریز کے سرکاری ملازم رہے جب ہندو یہاں سے انڈیا جا رہے تھے تو انہیں مالی طور پر کمزور کرنے میں انہوں نے خوب داد شجاعت دی اور مال غنیمت اکٹھا کیا۔ علاقہ چھچھ میں مشہور گدی "دریا شریف" کے مرید باصفا رہے، اب عرصہ سے "جماعت اسلامی" کے سرگرم رکن ہیں اور طویل عرصہ سے پاکستان میں "مودودی جماعت اسلامی" کے اسلامی نظام کے لیے کوشاں ہیں۔ مودودی صاحب نے جو نیم فقہی اور نیم غیر مقلدانہ مسلک پیش کیا تھا اس پر کاربند رہتے ہوئے حنفی ہیں۔ پیر داد میں رمضان میں اپنی مسجد میں بیس رکعات تراویح کی خود امامت کراتے ہیں۔

حافظ محمد زبیر علی زئی حاجی صاحب کے فرزند ارجمند ہیں میٹرک تک تعلیم یہیں حضرو سے حاصل کی ۱۹۸۳ء میں ایم۔ اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا، اوائل جوانی میں اپنے گھر کی "مودودی جماعت اسلامی" کے بانی مودودی صاحب کی طرح ڈاڑھی منڈاتے رہے، گھر کے ماحول میں مودودی تعلیمات کا چرچا تھا اس لیے فکری آزادی کا فیض گھر سے ملا، اسی ڈاڑھی منڈے دور میں کچھ عرصہ کے لیے یونانی "گریک شپ کمپنی" میں ملک سے باہر رہے وہاں گر کی

(یونانی زبان) بھی سیکھی۔ اور یونانی دھرمت سے مسموم فضا کا فیض بھی حاصل کیا۔ زبیر علی زئی صاحب ۱۹۸۰ء میں جب پاکستان واپس آئے تو ایران میں خمینی شیعہ انقلاب کا غلغلہ تھا، مودودی، خمینی دونوں بھائی حق اخوت ادا کر رہے تھے" جماعت اسلامی" ایرانی شیعہ انقلاب کو "اسلامی انقلاب" کے عنوان سے متعارف کرا رہی تھی جب کہ "جماعت اسلامی" کے ذرائع ابلاغ یہ گیت گا رہے تھے:۔

خُدا کے نام پر ایران و پاک ایک ہوئے	ہے ان کا سوز جنون ایک اور مزاج بھی ایک
اُدھر امام خمینی اِدھر ہے مودودی	یہ کل بھی ایک تکلّم تھے اور آج بھی ایک
پھیلا رہی ہے چراغ یقیں ہر اک دل میں	امام پاک خمینی کی فکر عالمتاب
کہیں پناہ نہ ملے گی نہ اب اندھیروں کو	اک آفتاب اِدھر ہے اور اک آفتاب اُدھر

ہفت روزہ "ایشیا" ۱۳ مئی ۱۹۷۹ء

زبیر علی زئی صاحب بھی اس مودودی پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے خشخشی مودودی داڑھی رکھ لی، خمینی کا قد آور تصویری پوسٹر اپنے والد کی بزازی کی دوکان پر آویزاں کر دیا اور والد محترم کے ساتھ بزازی کی خدمت کے علاوہ خمینی کی شیعت، اور خمینی کے ایرانی سنی مسلمانوں اور امریکن مفادات کے لیے ایرانی سیاستدانوں اور فوجی سربراہوں کے قتل عام کے ظلم وستم کی وکالت بھی کرتے تھے۔ اسی دوران شومئی قسمت سے سوہدرہ، وزیر آباد، پنجاب کے ایک متعصب غیر مقلد "اللہ دتہ" کا ۱۹۷۹ء بطور وارنٹ آفیسر کامرہ بیس میں تبادلہ ہوا" اللہ دتہ" متعصب غیر مقلد ہونے کے ساتھ ایک عیار فطرت بھی تھا، اس نے علاقہ چھچھ کی فضا کو دیکھا کہ یہاں مذہبی اور دین دار لوگوں کی اکثریت اور سارا علاقہ سنی حنفی ہے تو غیر مقلدیت کی دعوت کے لیے غیر مقلدیت کے ساتھ فکری آزادی میں شریک" جماعت اسلامی" کے علاوہ اسے دوسرا راستہ نظر نہ آیا۔ چنانچہ "اللہ دتہ" نے حضرو میں" جماعت اسلامی" کے ماہانہ اجلاسوں میں شرکت اور درس کا سلسلہ شروع کیا، زبیر علی زئی کو چونکہ ہر سوراخ میں انگلی دینے کی بیماری ہے، اور گھر کے ماحول میں فکری آزادی نے اسے دوراً تشہ کیا ہوا تھا اس لیے" اللہ دتہ" کے ساتھ بھی اس نے جوڑ توڑ شروع کیا۔ دینی علم سے محروم، عقائد میں ناپختہ اور" جماعت اسلامی" کے مودودی اسلامی اسلام پر عمل پیرا زبیر علی زئی کو" اللہ دتہ" نے حدیث کے نام پر ترک تقلید اور ائمہ اسلاف سے بیزاری کا راستہ دکھایا۔ زبیر علی

صاحب ''اللہ دتہ'' کے ہاتھ پر ۱۹۸۰ء میں یا اس کے بعد مشرف بغیر مقلدیت ہوئے اس سے پہلے یہ علاقہ چھچھ اس فتنہ سے پاک تھا چنانچہ مشہور مؤرخ اہل حدیث محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

''۱۹۸۳ء میں ان (زبیر علی زئی) کے علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی''۔[1]

زبیر علی زئی صاحب نے ''اللہ دتہ'' کی دعوت: بیزاری اسلاف سے متاثر ہو کر رفع یدین، آمین بالجہر اور ننگے سر نماز سے اپنا نیا تشخص قائم کرلیا۔ اس مسلکی جدت جیسے عربی میں جدۃ فِی الْمَذْہَبِ کہا جاتا ہے اور غیر مقلدین اس سلف بیزار جدت کو اہل حدیث یعنی جدت پسند کہتے ہیں کو قبول کرنے کے بعد زبیر علی زئی نے ایک حنفی، دیوبندی تبلیغی گھرانہ سے شادی بھی کرلی احناف مقلدین کو زبیر علی زئی اور اس کے استاذ بدیع الدشاہ راشدی صاحب مشرک، دیوبندیوں کو گمراہ اور تبلیغیوں کو بدعتی کہتے ہیں۔ یا للعجب إلی ھذا اجتماع الضدین۔

زبیر علی زئی صاحب کا تعلق، بقول ان کے، افغان پٹھان قبیلہ کی شاخ ''علی زئی'' سے جو حکیم نجم الغنی خان رامپوری کی تحقیق کے مطابق ارض الانبیاء فلسطین سے ہے، پھر انہیں فلسطین چھوڑنا پڑا، اور افغانستان وغیرہ اطراف عالَم میں پھیل گئے، افغانستان سے یہ خاندان برصغیر میں آباد ہوئے، افغان پٹھان خاندانوں میں بڑے بڑے محقق علماء، صلحاء بھی پیدا ہوئے اور کئی ظالم جابر حکمران بھی ان خاندانوں میں گزرے۔

زبیر علی زئی نے ''اللہ دتہ'' کا مذہب غیر مقلدیت قبول کیا تو اپنے نام محمد زبیر علی زئی سے ''محمد'' ہٹا کر زبیر علی زئی لکھنا شروع کیا جس طرح قرآن کے نام پر انکار حدیث کے مشہور علمبردار غلام احمد نے اپنے نام سے احمد ہٹا کر پرویز مشہور کر کے اپنی نسبت حضور پرنور ﷺ کے مکتوب مبارکہ جو کہ حدیث ہے پھاڑنے والے خسرو پرویز سے ظاہر کی پرویز کی طرح یہی سلوک اسم مبارک ''محمد ﷺ'' کے ساتھ زبیر علی زئی نے کیا۔ غیر مقلدین چونکہ حدیث کے نام انکار سنت جو کہ فقہ اسلامی کا ماخذ ہے کا انکار کرتے ہیں اس لیے (یہود کے اسلام کو مسخ کرنے کے مشن کی پیروی میں) محمد زبیر نے اپنے نام کو ''زبیر علی زئی'' سے شہرت دی۔

۱۔ اہل حدیث خدام القرآن، ص ۱۸۵

زبیر علی زئی صاحب کو چونکہ بنیادی دینی علوم وفنون کی تفصیل کا موقع نہ ملا، اس لیے ان کا تحقیق اہل حدیث ہونا، ان کی اپنی ذاتی تحقیقات پر مبنی ہے، اور خواص وعوام کو بھی اپنی ذاتی تحقیقات ہی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ زبیر علی زئی صاحب جن اہل حدیث غیر مقلدین سے اپنی اسنادِ حدیث بیان کرتے ہیں ان سے باقاعدہ تلمذ کا موقع نہیں ملا۔ کتب حدیث کے اطراف واوائل سے اجازتِ حدیث کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ زبیر علی زئی کی سندِ حدیث میں ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی مرحوم ایسی سندِ حدیث کو "چیز اسی سند" کہتے تھے۔ ملاحظہ ہو "الحیاۃ" ص ۶۸۔

زبیر علی زئی صاحب اب اندھوں میں کانے راجہ کی طرح غیر مقلدین کے محقق ومدقق ہیں۔ کئی کتب کے مصنف، مترجم اور ماہنامہ "الحدیث" پیرداد، حضرو کے مدیر ہیں، ان کی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہے مگر اس دائرہ کا رخ بدلتا رہتا ہے۔ ہر دوسری کتاب پہلی کتاب کی تردید ہوتی ہے، اور تحقیق کی جدت سے ان کی خود اپنی تحلیل وتشکیک کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان کی قسمت پر افسوس اس لیے ہوتا ہے اگر ان کی تحقیقات کسی دنیوی عنوان پر ہوتیں، تو امت کا دنیوی نقصان ہی تھا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے ان دنوں ایٹم ایجاد کر کے انسانیت کو موت کا ظالمانہ تحفہ دیا، مگر جب بنی اسرائیل کے اس فرزندِ ارجمند کی تحقیق کا میدان حدیث رسول ﷺ ہے تو ان کے اس انداز سے امت کا ایمان خطرہ میں ہے۔ ایک روایت کو ایک دن ضعیف تو دوسرے دن صحیح، ایک دن صحیح، تو دوسرے دن ضعیف، قرار دیتے ہیں، یہی حال رُواۃ حدیث کے متعلق ہے۔

احقر زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب کو ان کا مذکورہ تعارف کا اجمال موصوف کے نام عریضہ محررہ ۱۶ صفر ۱۴۳۰ھ/۱۲ فروری ۲۰۰۹ء ص ۲ میں پیش کر چکا ہے۔ موصوف نے ماشاء اللہ انصاف سے کام لیتے ہوئے اپنے اس تعارف کو قبول کیا اور اس پر کوئی حکم زنی نہیں کی۔

حال ہی میں مکتبہ دارالسلام، لاہور نے زبیر علی زئی کی تحقیق سے جامع ترمذی، اور سنن ابن ماجہ شائع کی ہے یہ کتب ابھی بازار میں نہیں آئی تھیں کہ زبیر علی زئی نے اپنی تحقیق سے اعلان رجوع کرتے ہوئے لکھا:

مکتبہ دارالسلام نے راقم الحروف کی تحقیق سے بہت اعلیٰ معیار پر سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ (اردو میں) شائع کی ہیں۔ جزاھم خیراً

سنن ابی داؤد کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی، تحقیق جدید یا کپوزر کی غلطیوں کی وجہ سے احکامات بدل گئے ہیں لہٰذا اپنے اپنے نسخے میں ان کی اصلاح کرلیں۔
("الحدیث" ۵۴:۲۲)

راقم الحروف نے مکتبہ دارالسلام، لاہور کے منیجنگ ڈائریکٹر عبدالمالک مجاہد کے نام ایک خط مکتوبہ: ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/ ۲۸ اگست ۲۰۰۹ء میں لکھا ہے کہ:

زبیر علی زئی صاحب نے اپنے اس مضمون میں تفصیل لکھی کہ انہوں نے "سنن أبی داؤد" اور "سنن ابن ماجۃ" کی کن روایات پر غلط حکم لگایا۔ اس تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ زبیر علی زئی صاحب کی تحقیق سے آپ کی شائع کردہ "سنن أبی داؤد" اور "سنن ابن ماجۃ" میں تین صحیح احادیث کو ضعیف، تیرہ ضعیف کو صحیح، تیرہ حسن کو ضعیف، اٹھارہ ضعیف کو حسن قرار دیا، ایک حدیث کا انتساب غلط کیا اور ایک روایت کی ابھی تک تحقیق نہ کر سکے کہ صحیح ہے یا غلط، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی اکتالیس روایات پر غلط حکم لگایا۔

آپ نے ماشاء اللہ حدیث کی یہ دونوں کتابیں نہایت عمدہ شائع کی ہیں اس اشاعت پر یقیناً آپ کا لاکھوں روپیہ خرچ ہوا ہے مگر اتنے خرچ سے چھپنے والی کتابیں ابھی مارکیٹ میں بھی نہ پہنچی تھیں کہ آپ کے محقق نے اپنی تحقیق سے رجوع کرلیا۔ اب حدیث کی جن کتابوں میں احادیث رسول ﷺ پر غلط حکم لگائے گئے ہوں ان احکام کے غلط ہونے کی وضاحت کیے بغیر انہیں شائع کرنا، ان کی اشاعت کا کاروبار کرنا اور ان کی آمدن ناجائز ہے احقر نے جب زبیر علی زئی صاحب کو اس کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے اپنے خط مکتوبہ ۱۸ اگست ۲۰۰۹ء میں لکھا:

"اعلانات مذکورہ کے بعد ناشرین کو خود بخود رک جانا چاہیے ہے ورنہ میں تو ان کی شائع کردہ کتابوں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔"

اب ان کتابوں کی آمدن جائز ہے یا ناجائز اس پر مذکورہ خط میں علی زئی صاحب نے لکھا:

یہ ''مکتبہ دارالسلام'' والوں سے پوچھ لیں۔

اس عریضہ کے ذریعہ آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ حدیث کی تحقیق مجتہدین اور ائمہ فن کا کام ہے۔ زبیر علی زئی جیسے متحقق کا کام نہیں احقر نے اسی بنا پر زبیر علی زئی صاحب کو لکھا ہے کہ:

''الحدیث'' نمبر ۵۴ میں احادیث رسول اللہ ﷺ پر مذکورہ احکام آپ کی ذاتی تحقیق ہے جیسے آپ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے ممکن ہے کہ اب آپ اس تحقیق سے بھی رجوع کر کے نئی تحقیق اختیار کر چکے ہوں، نیز رسول اللہ ﷺ پر آپ کے افتراء کذب اور جھوٹ، بھول چوک اور نسیان نہیں بلکہ تعمداً ہے اس لیے آپ نے اسے تحقیق کا نام دیا تحقیق سوچ سمجھ کر ہوتی ہے نہ کہ یوں آنکھیں بند کر کے محقق بننے سے کوئی محقق بن جاتا ہے۔ ص ۲

زبیر علی زئی کی تحقیقات کا یہ ایک واقعہ نہیں اس کی دوسری تحقیقات اور اس کے ماہنامہ ''الحدیث'' میں صبح شام کی بدلتی تحقیقات کی تفصیل کیلئے تو دفتر چاہیے۔ اور پھر یہ معاملہ صرف ایک زبیر علی زئی کا نہیں ''اہل حدیث'' کہلانے والی جماعت کے دوسرے بے شمار محققین نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے ساتھ اپنی تحقیق کا جو کھیل شروع کیا ہوا ہے وہ انکار حدیث کی ایک مستقل سازش ہے مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی مشہور کتاب ''صلوۃ الرسول'' پر عبدالرؤف سندھو اور خود زبیر علی زئی کی تحقیق کو دیکھ لیں پیر بدیع الدین شاہ راشدی اور ان کے بھائی پیر محب اللہ شاہ راشدی کی آپس میں احادیث کی تحقیق پر نوک جھونک ہوئی۔ ایسی کتنی ہی مثالیں امت کیلئے نشانہ عبرت ہیں یہ سب کچھ ائمہ امت اور اپنے اکابر پر اعتماد نہ کرنے اور بلا علم و بصیرت کے براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ و استنباط کے راستہ پر چلنے کا نقصان ہے۔ امت کے ہر فرد کو چاہیے وہ ناظرہ قرآن مجید بھی نہ پڑھا ہو براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ و استنباط کی اجازت دے کر اسے مجتہد کا مقام دینے کا جو نقصان ہے وہ آپ خود دیکھ رہے ہیں اس لیے اس عریضہ کے ذریعہ احقر آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ زبیر علی زئی جیسے محققین کی تحقیقات جن سے موصوف نے دوسرے دن رجوع کیا ہوا ہوتا ہے پر اپنا لاکھوں روپیہ آپ برباد نہ کریں اور پھر یہ محض روپے کا ضیاع نہیں امت کے ایمان کی بھی بربادی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث

کو ضعیف قرار دے کر رد کر دیا جائے اور ضعیف کو صحیح اور حسن قرار دے کر اپنے مقام سے الگ مقام کیلئے قبول کیا جائے۔

اس لیے آنجناب سے گزارش ہے کہ آپ خود بھی ائمہ امت پر اعتماد کا راستہ اختیار کر کے دنیا و آخرت کو سنواریں اور ائمہ امت پر اعتماد کرنے والوں کی تحقیقات اپنے ادارہ سے شائع کر کے امت کے ایمان کو بچائیں یہ آپ کیلئے محض پیسہ کی تجارت نہیں انشاء اللہ دنیا و آخرت کی سرخ روئی ہوگی۔

غیر مقلدین پر تعجب ہے کہ تحقیق کے نام حدیث رسول ﷺ یوں تمسخر کرنے والے شخص کو انہوں نے اپنا محقق اور امام بنایا ہوا ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور ترجمان جریدہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد (م ۱۹۴۱ء) کی تفسیر ''تفسیر محمدی'' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ، لاہور کے تعارف میں کلیم حسین شاہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد لکھتے ہیں: (تفسیر محمدی) کی تخریج کا فریضہ معروف محقق مولانا حافظ زبیر علی زئی کے تلمیذ جناب نصیر احمد کاشف نے سرانجام دیا۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور، جلد ۶۱، شمارہ نمبر ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/مئی ۲۰۰۹ء، ص ۲۰۔

اس اقتباس سے اندازہ لگایئے کہ تحقیق کے نام پر حدیث رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والے اس گروہ میں زبیر علی زئی غیر مقلد نہ صرف محقق العصر ہے بلکہ اس فکری آزادی کے رجحان پر مستقل فرقہ سازی بھی کر رہا ہے۔

علمائے دیو بند قدس سرّھم پر زبیر علی زئی غیر مقلد کی تنقید

عصر حاضر میں علمائے دیو بند قدس سرّھم طائفہ منصورہ اہل السنّت والجماعت کے حقیقی ترجمان اور صحیح جانشین ہیں، دار العلوم دیو بند اب محض ایک ادارہ اور مدرسہ نہیں بلکہ عالَم دنیا میں اہل حق کی آواز، اہل السنّت والجماعت کے مسلک اعتدال اور فکرِ سلیم کا ترجمان ہے۔ اس طائفہ اہل حق نے دین حق کے ہر شعبہ میں گراں قدر دینی خدمات انجام دیں ائمہ امت کے جانشینوں کے خلاف باطل کی سازشوں اور یہودیانہ مکر و فریب نے جو جال بُنا اور اپنی شاطرانہ شطرنج کے جو مہرے تیار کیے، ان میں فکری آزادی کے علمبردار، غیر مقلدین بھی ایک مہرہ ہیں۔ چنانچہ اپنے مقصدِ تشکیل کو پورا کرتے ہوئے یہ لوگ ہمیشہ علمائے دیو بند کے خلاف پروپیگنڈہ اور سازشوں میں اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرتے رہتے ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اپنے پیش

رو دَس کی اقتداء میں خدمتِ حدیث کے نام پر ان خادمانِ دین کے خلاف الزامات اور اتہمات کو اپنی عادت بد بنایا ہوا ہے علمائے دیو بند کے خلاف دہرائے ہوئے الزامات جن کے جوابات برسوں سے دیے جاچکے ہیں، اہل بدعت کی معاونت سے زبیر علی زئی غیر مقلد ان کا تکرار کرتا رہتا ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ برادرم مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی زیدمجدہ نے زبیر علی زئی غیر مقلد کے ان اتہمات کا جواب ''علمائے دیو بند پر زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے جوابات'' کے نام سے لکھا جو ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوکر خواص وعوام سے دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے انہی الزامات کو دہراتے ہوئے اس کتاب پر احقر کے نام ایک خط لکھا، احقر نے بحمداللہ خط ملتے ہی اس خط کے جواب میں برادرم مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ کی طرف سے زبیر علی زئی غیر مقلد کو لکھے گئے ستر سوالات مرتب کر کے بھیجے، کہ علمائے دیو بند پر آپ کے الزامات کے جوابات ہم نے علمائے دیو بند کی عبارات سے اور اس کی تائید خود آپ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ ممدوح غیر مقلدین کے حوالوں سے کردی گئی ہے۔ اگر آپ مزید تسلی چاہتے ہیں تو ہمارے ان ستر سوالات کے واضح مکمل اور غیر مبہم جوابات لکھیے ان شاء اللہ سطر بسطر آپ کی تسلی کرادی جائے گی۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ہمارے اس خط کا حوالہ دیے بغیر بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''الحدیث'' نمبر ۵۲ میں احقر کے نام اپنا خط شائع کر دیا۔ زبیر علی زئی صاحب نے اس خط وکتابت کو تیرھویں خط پر بند کر دیا۔ احقر نے اس کے بعد خط لکھے مگر بعد کے خطوط میں بھی احقر کے پہلے خط کا کوئی جواب تاحال نہیں۔ الحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔ احقر خط وکتابت کے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنا مطالبہ بار بار دہرا رہا ہے مگر خود زبیر علی غیر مقلد نے ہمارے سوالات کے جوابات میں چپ سادھ لی ہے (اور اب تو وہ لاجواب ہوکر دنیا سے ہی رخصت ہو گئے ہیں)۔

یہ تحریر زبیر علی زئی کے علمائے دیو بند پر اُن اعتراضات کی وضاحت ہے۔ اس تحریر میں جہاں زبیر علی زئی کے علمائے دیو بند پر اعتراضات کی وضاحت میں خود علمائے دیو بند ﷭ کے حوالے سے ان کے عقائد کی وضاحت ہے، وہیں سرکردہ غیر مقلدین کے حوالوں سے بھی ان مسائل میں غیر مقلد حضرات کے عقائد ونظریات پیش کیے گئے ہیں۔

غیر مقلدین چونکہ تقلید کو بُرا جانتے ہوئے اپنی غیر مقلدیت پر فخر کرتے ہیں اس لیے انہیں

خود اُنہی کی پسند پرمختلف حوالہ جات کے تعارف میں ''غیر مقلد'' لکھا گیا ہے۔
''غیر مقلد'' حضرات میں بطور حوالہ کے ان حضرات کو پیش کیا جارہا ہے جو زبیر علی زئی کے بقول ان کے استاذ یا اُن کے اساتذہ کے ممدوح ہیں، تاکہ زبیر علی زئی صاحب اپنے قلم کے چھینٹوں کو ان اکابر غیر مقلدین پر اوراپنے آپ پر پڑتے ہوئے دیکھ کر اپنے رویے پر غور کریں۔
اس تحریر کا مقصد تنقید اور طعن و تشنیع نہیں، بلکہ ان لوگوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ ان مخلص اکابر اور خادمانِ دین پر اس متعصبانہ رویے کی وجہ سے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔
برادرم مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی زیدمجدہ پوری جماعت اہل السنت علمائے دیو بند کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس مدلل رسالہ میں ''فتنۂ زبیر علی زئی'' کا بھر پور تعاقب فرمایا۔ اس سے پہلے موصوف کی سات کتابیں: (۱) ''رکعات تراویح: ایک تحقیقی جائزہ''، (۲) ''مسنون نماز تراویح''، (۳) ''چہل حدیث مسائل نماز''، (۴) ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام''، (۵) ''تلامذۂ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام'' جس میں زبیر علی زئی کے افترأت کا مدلل و تحقیقی جواب ہے، (۶) ''تناقضات زبیر علی زئی'' اور (۷) ''علامہ نیموی کی کتاب'' آثار السنن'' پر زبیر علی زئی کے الزامات کی حقیقت'' عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔
آخر میں حافظ زبیر علی زئی کے پیچھے نماز کا حکم خود غیر مقلدین خاص کر حافظ زبیر علی زئی کے مذعومہ استاذ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے فتوی سے واضح کر دیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ اپنے اسلاف کی قدر کرنے اور اُن کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ثناء احمد الحسینی غفرلہ
۱۴۲۹ھ/مئی ۲۰۰۸ء

مقدمہ

- غیر مقلدین کی تاریخ
- مذہب غیر مقلدین
- اکابر غیر مقلدین کا اپنے اصاغر سے شکوہ
- علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے علم وتقویٰ اور عقیدہ ومسلک پر اکابرین غیر مقلدین کی گواہی
- زبیر علی زئی: ایک متعصب غیر مقلد

بِاسْمِہٖ تَعَالٰی
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ:

برصغیر (پاک و ہند) میں جب سے اسلام آیا اور اسلامی حکومت قائم ہوئی، اس وقت سے لے کر ۱۸۵۷ء (جب انگریز نے اسلامی اقتدار کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی) تک یہاں کے سب مسلمان اہل السنت والجماعت حنفی تھے۔ چنانچہ ''غیر مقلدین'' کے محقق اعظم مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر ''فتاویٰ ہندیہ'' یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی تھے۔[1]

انگریز نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے اپنی شاطرانہ پالیسی ''Divide and Rule'' (لڑاؤ اور حکومت کرو) کے ذریعے یہاں کے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کیا، تا کہ مسلمانانِ ہند آپس میں اُلجھے رہیں، اور جہاد اور آزادی کی طرف ان کی توجہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس وقت کی ملکہ برطانیہ ''مسز وکٹوریہ'' نے اپنے ایک اشتہار کے ذریعے مذہبی آزادی کا اعلان کیا، تا کہ اہلِ اسلام ایک مذہب کے بندھن سے آزاد ہو جائیں اور اُن کا شیرازہ بکھر جائے۔

نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں:

ملکہ معظمہ (وکٹوریہ) کے اشتہار نے سب کو آزادی کا وعدہ دیا ہے۔[2]

اس مادر پدر آزادی کی علمائے احناف نے مخالفت کی اور حکومتِ برطانیہ کے خلاف علم

۱۔ ترجمان وہابیہ (ص ۱۰، ۱۱)
۲۔ ایضاً (ص ۳۵)

جہاد بلند کیا، ان کا رَدّ کرتے ہوئے اور مسلمانانِ ہند کی تحریک آزادی کو انگریز کی اصطلاح میں ''غدر'' سے تعبیر کرتے ہوئے نواب صاحب لکھتے ہیں:

> اور یہ (مقلدین احناف) چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی اور تقلید شخصی اور ضد و جہالت آبائی، جو اُن میں چلی آتی ہے، قائم رہے۔ اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ (انگریز) نے عطا کی ہے، وہ اٹھ جائے اور اَمن باقی نہ رہے۔ سارے مسلمانان وغیرہ ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب تعصب اپنا گورنمنٹ (انگریز) پر ظاہر کریں، اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) فساد برپا کریں۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

> اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادی مذہب کو ناپسند کرتا ہے، اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داددں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔[2]

اس مذہبی بے راہ روی کی وجہ سے مسلمانانِ ہند میں جن فتنوں نے جنم لیا اُن میں سب سے خطرناک فتنہ ''غیر مقلدیت'' ہے۔ اس فتنے کے کارپرداز اپنے آپ کو ''اہل حدیث'' کہلاتے ہیں۔ انگریز کے برصغیر میں آنے سے پہلے اس فتنے کا یہاں کوئی وجود نہیں تھا۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کے خصوصی شاگرد مولانا محمد شاہ جہاں پوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

> کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔

اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مُوحِّد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا

۱۔ ترجمان وہابیہ (ص ۵۶)

۲۔ ایضاً (ص ۵)

نام غیر مقلد یا وہابی یالا مذہب لیا جاتا ہے۔[۱]

جماعت غیر مقلدین کی انگریز کے ساتھ وفاداریاں

جماعت غیر مقلدین، جو برصغیر (پاک و ہند) میں انگریزی دور میں وجود میں آئی (جیسا کہ علمائے غیر مقلدین کے بیانات گزر چکے ہیں) اور اسی انگریز سرکار کے زیر سایہ پروان چڑھی، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اُس زمانے میں اپنی جماعت کے متعلق بڑے فخریہ انداز میں یہ لکھا تھا کہ:

> ما یان جماعت اہلحدیث زیر سایہ سرکار انگریزی امن و عافیت بستم۔[۲]
>
> ہماری جماعت "اہلحدیث" انگریز حکومت کے زیر سایہ امن و عافیت کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔

مرزا حیرت دہلویؒ غیر مقلد نے انگریز حکومت کے سامنے اپنی جماعت کی وفاداری کا اظہار اس طرح کیا ہے:

> گورنمنٹ خود جانتی ہے کہ اس کی سلطنت کی برکتوں کو "اہلحدیث" نے کس قدر تسلیم کیا ہے، اور اس کے کیسے فرمانبردار، مطیع اس گروہ کے لوگ ہیں، ان پر کیا ہندوستان کے کل مسلمان اپنی گورنمنٹ کا ساتھ دیتے ہیں، اور کبھی ان کارروائیوں میں شریک نہیں ہوتے جو گورنمنٹ کے خلاف کبھی جاتی ہے۔[۳]

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں کسی بھی غیر مقلد نے حصہ نہیں لیا، جیسا کہ جماعت غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے:

> غدر ۱۸۵۷ء میں کسی اہل حدیث نے گورنمنٹ (انگریز) کی مخالفت نہیں کی، بلکہ پیشوایان اہل حدیث نے عین اس طوفان بے تمیزی میں ایک زخمی یورپین لیڈی کی جان بچائی اور عرصہ کئی مہینے تک اس کا علاج معالجہ کر کے تندرست ہونے کے

۱۔ الارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۱۳)

۲۔ اہل حدیث کا مذہب (ص ۶)؛ رسائل ثنائیہ (ص ۱۰)

۳۔ حیات طیبہ، شاہ اسماعیل شہید (ص ۳۱۰)

بعد سرکاری کیمپ میں پہنچادی۔[1]

جب ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف جنگ آزادی کا اعلان ہوا، اور اُس وقت کے کئی جید اہل علم نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تو غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ نے اس جہاد کے فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ ان کے شاگرد اور سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب (مولانا نذیر) گورنمنٹ انگلیشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے مقتدر اور بیشتر مولویوں نے انگریز پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے نہ اُس پر دستخط کیا اور نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔ حشرات الارض، خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب، ویران، تباہ اور برباد کر دیا۔ شرائط امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا، مُہر کیا کرتے اور کیا لکھتے۔[2]

مولانا خالد حسین صدیقی بستوی غیر مقلد نے مولانا نذیر کے حالات میں لکھا ہے:

۱۱ رمئی ۱۸۵۷ء کو جنگ آزادی شروع ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ شائع ہوا۔ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولوی صاحبان نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا، لیکن میاں صاحبؒ نے اس پر دستخط اور نہ ہی مہر لگائی۔[3]

مولانا نذیر احمد رحمانیؒ غیر مقلد نے بھی اقرار کیا ہے کہ میاں صاحب نے جہاد کے خلاف فتوے پر دستخط نہیں کیے تھے۔[4]

اور موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

اس معاملے میں قول فیصل میاں صاحب (مولانا نذیر دہلویؒ) ہی کا کلام ہوسکتا

۱۔ اشاعت السنۃ (صفحہ ۲۶، شمارہ ۹، جلد ۸) بحوالہ اہلحدیث اور انگریز، ص ۶۱

۲۔ الحیاۃ بعد المماۃ، سوانح مولانا نذیر حسین (ص ۷۶)

۳۔ فتاویٰ نذیریہ (حیات شیخ ۱/۳۷) ۴۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۲۴۳)

ہے۔اور پھر موصوف نے مولانا نذیر دہلوی کے مذکورہ بالا قول کو پیش کیا۔[۱]
نیز مولانا نذیر حسینؒ اور ان کے متعدد تلامذہ نے اپنے فتوی میں انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز اور ہلاکت ومعصیت کا سبب قرار دیا ہے۔[۲]
موصوف نے انگریز کے خلاف جہاد کے ناجائز ہونے کا فتوی دینے کے علاوہ کئی اور طریقوں سے بھی انگریز کی خدمت کی، جس کے صلے میں انگریز نے ان کو اپنی وفاداری اور خوشنودی کے سرٹیفکیٹ، تیرہ سو روپے نقد انعام اور شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔[۳]
میاں صاحب کے سوانح نگار مولانا فضل حسینؒ انگریز کی وفاداری میں ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔وہ جس طرح غدر ۱۸۵۷ء میں مسز لینس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے، اسی طرح ۶۵، ۱۸۶۴ء کے مقدمات بغاوت میں بھی بے لاگ ٹھہرے۔[۴]

مولانا نذیر رحمانی غیر مقلد اس حوالے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے سے موصوف کا مقصد یہ ہے کہ وہ جس طرح ظاہر میں انگریزی حکومت کے وفادار تھے، ویسے ہی باطن میں بھی اس کے وفادار ہی تھے۔[۵]

مولانا خالد حسین بستوی غیر مقلد، مولانا نذیر حسین کے حالات میں لکھتے ہیں:

> ۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحبؒ نے حج کا ارادہ کیا تو اس خیال سے کہ مخالفین ایذا پہنچائیں گے، آپ نے کمشنر دہلی سے ملاقات کر کے حج بیت اللہ، زیارت

۱۔ الجدیث اور سیاست (ص ۲۵۳)
۲۔ فتاویٰ نذیریہ (۴/۲۸۴، ۲۸۵)
۳۔ الحیاۃ بعد المماۃ (ص ۷۹)
۴۔ ایضاً (ص ۸۲)
۵۔ الجدیث اور سیاست (ص ۳۲۵)

مدینہ طیبہ در وضہ مطہرہ کا ارادہ ظاہر کیا، کمشنر دہلی نے آپ کو ایک چٹھی دس اگست ۱۸۸۳ء کو دی، انگریزی خط کا لفظی ترجمہ یہ ہے: مولوی نذیر حسینؒ دہلی کے ایک مقتدر عالم ہیں، جنھوں نے نازک وقت میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ سے ثابت کی ہے، اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دوسری چٹھی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل مقیم جدہ دی، اس میں لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کونسل کا فرض ہے کہ مولوی نذیر حسین کو ان کے مخالفین کے شر و فساد سے بچائے۔[۱]

میاں نذیر کے بعد جماعت غیر مقلدین میں نواب صدیق حسن خان کا مقام و مرتبہ ہے، موصوف بھی انگریز کے نہایت وفادار تھے، اور انگریز نے اپنی وفاداری کے صلے میں ان کو ریاست بھوپال کی نوابی اور بہت سے دیگر انعامات سے نوازا۔

نواب صاحب نے انگریزوں کی خوشنودی کے لیے ایک مستقل کتاب بنام ''ترجمان وہابیہ'' لکھی۔ اس میں ایک جگہ موصوف انگریز کے سامنے اپنے فرقے کی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد، متبع سنت، حدیث و قرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا، یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور احکام انگلیشیہ سے برسر عناد ہوئے، وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔[۲]

نیز اپنے فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن و امان و آسائش رعایا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ (غیر مقلدین) سے نہیں ہے۔[۳]

۱۔ فتاویٰ نذیریہ (۳۲/۱)

۲۔ ترجمان وہابیہ (ص ۲۵) ۳۔ ایضاً (ص ۱۱۴)

جماعت غیر مقلدین کے ایک اور اہم فرد مولانا محمد حسین بٹالوی بھی انگریز کے نہایت وفادار ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ نے انگریز کی خوشنودی کے لیے ایک رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" لکھا، جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ موجود حکومت "انگریز" کے خلاف جہاد کرنا منسوخ ہے۔ اس طرح انہوں نے دیگر کئی طریقوں سے بھی انگریز کا حق وفاداری ادا کیا۔ انگریز نے اس کے عوض میں ان کو جاگیر عطا کی، نیز انگریز نے ان کی اور دیگر علمائے غیر مقلدین کی خدمات کے صلے میں ان کے فرقہ کو "اہلحدیث" (جو مقدس جماعت "محدثین" کا علمی لقب ہے) کا نام الاٹ کر دیا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد نے مولانا بٹالوی کے حالات میں لکھا ہے:

حکومت (انگریز) کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔[1]

مولانا مسعود عالم ندوی غیر مقلد نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس (خدمات کے صلہ میں) سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی۔[2]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی برطانوی حکومت سے تعاون کے حق میں تھے اور بظاہر وہ انگریزی نظام کے ثناخواں۔[3]

مولانا سوہدروی لکھتے ہیں:

"اشاعۃ السنۃ" کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔[4]

مولانا بٹالوی نے انگریز گورنر جنرل کو جو خط لکھا تھا کہ جس میں ان کو اہلحدیث کا نام الاٹ

۱۔ سیرۃ ثنائی (ص ۳۵۲)
۲۔ پہلی اسلامی تحریک (ص ۲۹)
۳۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۶۳)
۴۔ سیرۃ ثنائی (ص ۳۵۲، ۳۵۳)

کرنے پر انگریز حکومت کا شکریہ ادا کیا گیا تھا، اُس کے آخر میں لکھا ہوا ہے: ہم ہیں حضور کے وفادار و جان نثار، حضور کی رعایا۔

پھر اس کے نیچے مولانا نذیر حسینؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا محمد سعید بنارسیؒ، اور مولانا عبداللہ غازی پوریؒ وغیرہ اکابر غیر مقلدین کے نام درج ہیں۔[1]

فرقۂ غیر مقلدین کی ایک اہم شاخ ''جماعت غربائے اہلحدیث'' کے بارے میں پروفیسر مبارک غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

> اس جماعت کی بنیاد رکھنے میں ''تحریک مجاہدین'' یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش رکھنے کا مقصد پنہاں تھا۔[2]

مولانا عبدالستار غیر مقلد، جو مولانا عبدالوہاب غیر مقلد (تلمیذ مولانا نذیر حسین دہلوی) کے صاحبزادے ہیں، نے غیر مقلدین کی پرانی جماعت آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

> اس کی بنیاد اصول فرنگ یعنی حکومتِ برطانیہ انگریزی کی عین روش پر تھی اور اصول اسلام کے خلاف۔[3]

مولانا قاضی محمد سلمان منصور پوریؒ غیر مقلد، مصنف ''رحمۃ للعالمین'' نے ۳۰؍ مارچ ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے پندرھویں سالانہ اجلاس آگرہ میں ایک طویل خطبہ دیا جس میں کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> مقصد ششم: اس کانفرنس کی حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و دنیوی ترقی کا انتظام کرنا ہے، مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مجرمانہ سازش یا معاندین سلطنت روا نہیں...[4]

۱۔ اشاعۃ السنۃ (ص ۳۲-۳۳، شمارہ ۲، ج ۱۱) بحوالہ: اہلحدیث اور انگریز (ص ۱۱۳)

۲۔ علمائے احناف اور تحریک مجاہدین (ص ۴۸)

۳۔ خطبۂ امارت (ص ۲۰، ۲۱)

۴۔ خطبات سلمان (ص ۲۳۱) بحوالہ: مقدمہ تحفہ اہلحدیث اور انگریز (ص ۲۹) از مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ

نامور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزماںؒ، انگریز حکومت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

برٹش گورنمنٹ جو نہایت ذی علم اور باہمت گورنمنٹ ہے، دور دراز ملک سے آ کر ہند پر قبضہ کر لیا، اگر برٹش گورنمنٹ ہند پر قبضہ نہ کرتی تو ہند کے راجہ اور نواب ایک دوسرے سے لڑ کر کٹ جاتے اور رعایا کو چین اور اطمینان نصیب نہ ہوتا۔[1]

نیز موصوف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک مجاہدین کے خلاف دشنام طرازی کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۸۵۷ء میں جن مسلمانوں نے دغا سے نصاریٰ کو مارا، عہد کا خیال نہ کیا، آخر وہ ذلیل وخوار اور دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے۔ نواب سراج الدولہ (جنگ آزادی کے ایک عظیم ہیرو) نے انگریزوں کے ساتھ عہد کر کے پھر اُن کو دغا سے مار ڈالا (یہ محض اس عظیم مجاہد پر بہتان ہے۔ ناقل) آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ملک اور مال اور عزت سب برباد اور آج تک ان کی اولاد بھیک مانگتی پھرتی ہے۔[2]

مولانا محمد اسماعیل سلفی سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان لکھتے ہیں:

انگریز نے بظاہر کوئی دکھ نہیں دیا، بلکہ عوام کو ابتداء میں کچھ سہولتیں میسر آئیں، ملازمتیں ملیں، ریل، موٹر ایسی مفید ایجادات نے ملک کی رائے پر اچھا اثر ڈالا۔[3]

مولانا ڈپٹی نذیر احمد غیر مقلد کے صاحبزادے بشیر الدین احمد غیر مقلد نے انگریز کے بارے میں یہاں تک کہا تھا:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار[4]

الحاصل: فرقہ غیر مقلدین انگریز کا خود ساختہ اور نہایت وفادار فرقہ ہے۔ انگریز نے اس فرقہ کی آبیاری کی ہی اس لیے تھی تا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر کے ان کو کمزور کر دیا جائے اور وہ

۱۔ لغات الحدیث (جلد اول، کتاب ب، ص ۶۷)
۲۔ لغات الحدیث (جلد اول، کتاب غ صفحہ ۸۳)
۳۔ مقالات حدیث (ص ۳۰۹)
۴۔ فرامین سلاطین (ص ۳۸۵)

انگریزی حکومت کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

واضح رہے کہ غیر مقلدین کل تک امیر المجاہدین حضرت مولانا سید احمد شہید اور اُن کی جماعت کو غیر مقلد قرار دے کر اپنے آپ کو اُن کا جانشین باور کراتے رہے ہیں، لیکن اب خود ہی ان سے اظہار بیزاری کر دیا ہے، بلکہ طالب الرحمان وغیرہ غیر مقلدین تو مناظروں اور تقریروں میں حضرت سید احمد شہید وغیرہ کو کھلم کھلا کافر تک قرار دے رہے ہیں۔ اناّ للّٰہ...

ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

جنگِ آزادی میں علمائے دیوبند کا مجاہدانہ کردار

گزشتہ سطور میں آپ تفصیل سے انگریز کے ساتھ غیر مقلدین کی وفاداریوں کی داستان اور ان کے داغ دار ماضی کو ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے انگریز کے خلاف جنگِ آزادی میں علمائے دیوبند کے مجاہدانہ کردار اور شاندار ماضی کے کچھ احوال پیش کرتے ہیں، تا کہ تصویر کے دونوں رُخ آپ کے سامنے آجائیں، اور آپ کے لیے اس بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔

واضح رہے کہ برصغیر (پاک و ہند) میں جب غیر مقلدین غاصب انگریز سے اظہار خوشنودی اور اس کو اپنی وفاداری اور حمایت کا یقین دلا رہے تھے، اس وقت جو لوگ انگریز کے خلاف صف آرا تھے، ان میں علمائے دیوبند پیش پیش تھے۔ جنگِ آزادی میں علمائے دیوبند کے مجاہدانہ کردار پر متعدد کتب مطبوعہ ہیں، جن میں سرفہرست شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی تصنیف لطیف "نقشِ حیات" ہے، جو اس موضوع پر ایک معتبر اور تحقیقی کتاب ہے۔

مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے زیادہ معتبر راوی کون ہوگا؟[1]

خود معتبر علمائے غیر مقلدین نے بھی جنگِ آزادی میں علمائے دیوبند کے مجاہدانہ کردار کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً مولانا غلام رسول مہر (جن کو مولانا نذیر رحمانی اور مولانا اسحاق بھٹی محقق اہلحدیث قرار دیتے ہیں)[2] نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام

۱۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۳۴۰)

۲۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۶۳)، تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی (ص ۱۲۳)

بنام "۱۸۵۷ء" ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

۱۸۵۷ء میں ملک کے اندر جگہ جگہ آزادی کی جدوجہد کی گئی، اگرچہ دہلی یا دوسرے مقامات کے بعض بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک کو درست ماننے سے انکار کر دیا تھا، تاہم ان میں سے بعض نہایت بلند پایہ افراد اس میں شریک رہے، مثلاً بزرگان دیوبند... [1]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد سابق امیر جمعیت اہلحدیث، برصغیر میں آزادی کے لیے اٹھنے والی تحریکوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہے حضرات دیوبند، سو وہ ملک کی ملی جلی تحریکات میں کام کرتے رہے۔ [2]

نیز انہوں نے تصریح کی ہے کہ: علماء دیوبند انگریز کے خلاف دینی جنگ میں شریک رہے ہیں۔ [3]

حکیم محمد عالم جاوید غیر مقلد "داستان حریت" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

مدرسہ دیوبند: ہندوستانی عوام کو انگریزوں نے سیاسی حقوق دینے کا وعدہ کیا تو علمائے کرام نے دینی تعلیم دینے کے علاوہ انگریز کو سیاسی میدان میں بھی مات دینے کا فیصلہ کر لیا، مگر اس میں سیاسی بصیرت رکھنے والے مضبوط کردار اور صحیح العقیدہ علماء کی اشد ضرورت تھی تاکہ پورے ملک میں مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدار کیا جا سکے۔ اس وقت ملک میں کچھ مدارس تھے مگر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے ان کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ ملک کی اشد ضرورت کے پیش نظر اور علماء کی تازہ کھیپ تیار کرنے کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد صرف اللہ کے توکل پر رکھی، کیونکہ مدارس مالی پریشانیوں کی وجہ سے اکثر فیل ہو جاتے تھے، اور یہ مدرسہ تو اس وقت قائم کیا جا رہا تھا کہ پورا برطانیہ اس کا شدید ترین مخالف تھا، اس مدرسہ کی اساس قائم کرتے وقت

۱۔ ۱۸۵۷ء (ص ۳۵۵)، اہلحدیث اور سیاست (ص ۲۶۱)

۲۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۵۲)

۳۔ مقالات حدیث (ص ۳۱۰)

جس خلوص سے اللہ کریم کی اعانت طلب کی گئی، اللہ کریم نے اتنی ہی اس میں برکت عطا فرمائی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس مدرسہ کے تربیت یافتہ شاگردان اول نے ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں ایک تاریخ ساز رول ادا کیا، اس مدرسہ کے خلاف انگریز نے ہر قسم کی پابندیاں لگائیں... مدرسہ دیوبند سے مسلک اکابرینِ امت نے انگریز کا یہ چیلنج قبول کیا، اور آج بھی اسی مدرسہ کے روحانی سپوت انگریز کی معنوی اولاد کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔[1]

۱۸۵۷ء میں اکابرین دیوبند نے شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف جو جنگ کی تھی، اس کی قیادت علمائے دیوبند (مولانا محمد قاسم نانوتویؒ وغیرہ) کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کر رہے تھے۔ مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد نے حاجی صاحبؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

حاجی موصوف کا مولد و منشا مغربی، یوپی، ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ "تھانہ بھون" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں تھانہ بھون اور اطراف کے علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بند کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے جب شورش ناکام ہوگئی اور انگریزوں کے قدم پھر جم گئے تو باغیوں کی داروگیر شروع ہوئی، حاجی صاحب کی گرفتاری کی بھی پولیس نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئی، وہ چھپ کر پنجاب اور سندھ کے راستے سے کراچی چلے گئے، اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچ گئے۔[2]

حاجی صاحبؒ کے ساتھیوں میں ایک نمایاں نام مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کا بھی ہے، ان کے متعلق مولانا رحمانیؒ لکھتے ہیں:

۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مولوی رحمت اللہ صاحب نے انقلابیوں کا ساتھ دیا تھا، اور انگریزوں سے جنگ کی تھی۔[3]

۱۔ ہفت روزہ الحدیث لاہور، ۱۳/ جولائی ۱۹۸۴ء، ص ۲، جلد ۱۵، شمارہ ۲۹، بحوالہ مقدمہ الحدیث اور انگریز (ص ۲۱)

۲۔ الحدیث اور سیاست (ص ۳۵۸)

۳۔ ایضاً (ص ۳۵۴)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

مولانا رحمت اللہ مغفور مرحوم مشہور مناظر ہیں، ان کی تصانیف ''ازالۃ الشکوک'' وغیرہ عیسائیت کے متعلق کامیاب اور مفید ہیں، انگریزوں کے خلاف انہوں نے مجاہدانہ کام کیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان میں انگریزوں کے قدم مضبوط ہو گئے تو مولانا ہجرت فرما کر حجاز میں آباد ہو گئے۔ دیوبندی حلقوں میں مولانا بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔[۱]

مشہور غیر مقلد مؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے بھی مولانا کیرانوی کے مجاہدانہ کارناموں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[۲]

اکابرین دیوبند کے جانشین و ترجمان اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم، اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے آزادی کے لیے جو تاریخ رقم کی ہے، اس کو کون بھلا سکتا ہے؟ مولانا عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد، آپ کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں:

آپ ۱۲۶۸ھ میں بمقام بریلی پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد ذوالفقار علی بسلسلہ ملازمت مقیم تھے، مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد سے علم حاصل کیا، اور ۱۲۹۱ھ میں درس و تدریس کا کام شروع کیا، ۱۳۰۸ھ میں دیوبند کے صدر مدرس قرار پائے اور ۱۳۳۳ھ تک یہ خدمات سرانجام دیتے رہے، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک حریت کے خاص علمبردار تھے، اسی سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور اسیر مالٹا کہلائے، انگریز کی نگاہ میں یہ جرم تھا کہ آپ ترکی، ایران، اور افغانستان میں اتحاد پیدا کر کے ہندوستان سے انگریزوں کا خروج اور اسلامی حکومت کا قیام چاہتے تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا سید انور شاہ، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد علی لاہوریؒ آپ کے نجلۃ شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے شیخ الہند کا خطاب پایا۔[۳]

۱۔ فتاویٰ سلفیہ (ص ۵۶)

۲۔ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی (ص ۱۸۹، ۱۹۰)

۳۔ سیرۃ ثنائی (ص ۱۲۰، ۱۲۱)

مولانا غلام رسول مہر غیر مقلد نے اپنی کتاب "سرگزشت مجاہدین" میں "شیخ الہند کی تحریک آزادی" کے عنوان کے تحت تقریباً گیارہ صفحات میں شیخ الہندؒ اور آپ کے تلامذہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ وغیرہ کے مجاہدانہ کارناموں کو بیان کیا ہے۔[1]

اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بانیان دارالعلوم دیو بند کا اصل مقصد و نصب العین بھی وہی تھا جو امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ کا تھا۔[2]

اسی طرح انہوں نے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو مجاہدین کی اعانت کرنے والوں میں سے تھے۔[3]

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وفات پر جمعیت اہلحدیث کی مجلس عاملہ کا اجلاس مولانا داؤد غزنویؒ کی زیر صدارت ہوا، جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ:

مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سانحہ ارتحال پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ شاہ بخاری صاحب مرحوم نے انگریزی استعمار کے مقابلہ میں جس اولوالعزمی اور ثبات قدم کا ثبوت دیا ہے وہ آج ہم میں سے ہر شخص خراج تحسین حاصل کر رہا ہے، شاہ صاحب مرحوم نے تحریک خلافت سے لے کر تحریک تحفظ ختم نبوت تک جو عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں، قوم کبھی انہیں فراموش نہیں کر سکتی۔ وہ حق گوئی اور اعلاء کلمۃ اللہ میں برہنہ تلوار تھے۔[3]

علاوہ ازیں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک آزادی کے لیے جن جماعتوں نے حصہ لیا ان میں علمائے دیو بند سے منسلک جماعتیں تحریک خلافت، تحریک احرار، جمعیت علماء ہند اور جمعیت علماء اسلام وغیرہ پیش پیش تھیں، جس کا اقرار مولانا نذیر احمد رحمانی وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے بھی کیا

۱۔ سرگزشت مجاہدین (ص ۵۲۹-۵۳۹)

۲۔ ایضاً (ص ۵۳۱) ۳۔ ایضاً (ص ۵۹۵)

۳۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۶۱ء، جلد ۱۳، ص ۱۰، بحوالہ مقدمہ اہلحدیث اور انگریز (ص ۳۳)

!
۲۔

نیز مشہور غیر مقلد عالم مولانا احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے تحریک آزادیٔ ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> وہ جماعتیں جنہوں نے تحریکِ آزادی ہند میں حصہ لیا، ان میں وہابی تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے ہند، مجلس احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگریس قابلِ ذکر ہیں۔[۲]

الحاصل، خود علمائے غیر مقلدین کے ان مستند حوالجات سے ثابت ہوگیا کہ فرقہ غیر مقلدین انگریز کا نہایت وفادار اور حمایتی تھا، جبکہ اس کے برعکس علمائے دیوبند انگریز کے سخت دشمن اور اس کے خلاف جنگِ آزادی کے ہراول دستے میں شریک تھے۔

"غیر مقلدین" اپنے اکابر کی نظر میں

غیر مقلدین ایک ایسے فرقے کا نام ہے کہ جس کا مقصد اہلِ سنت کو بدنام کرنا اور ائمہ سلف کے خلاف طعن وتشنیع کرنا ہے، چنانچہ ان کی ان بے اعتدالیوں کی وجہ سے خود ان کے اپنے اکابرین بھی ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا عبدالاحد خانپوریؒ، جو مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد کے شاگرد اور مقتدر غیر مقلد عالم ہیں، لکھتے ہیں:

> اس زمانے کے جھوٹے اہلِ حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت مَاجَاءَ الرَّسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کے تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلِ حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل تشیع کے۔

۱۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۲۶۶) بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور (جلد ۱۳، شمارہ ۱۱، ص ۳)

۲۔ بریلویت مترجم (ص ۶۰)

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین ؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں اور پھر جس قدر الحاد اور زندقہ پھیلائیں کچھ پروا نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں ایک دفع رفع یدین کرے اور تقلید کا ذکر کرے اور سلف کو ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہ ؒ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر، بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے۔[1]

غیر مقلدین کے اکابر میں سے علامہ وحید الزمان غیر مقلد مترجم صحاح ستہ، اپنے "غیر مقلد" بھائیوں کی اس روش کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلف صالحین، صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر، صرف، لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔ بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ہے۔ باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت، جھوٹ افترا سے باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں۔ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں، شرک اکبر کو شرک اصغر سے تمیز نہیں کرتے۔[2]

نیز علامہ وحید الزمان غیر مقلد ان نام نہاد اہل حدیث کی مختلف اقسام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ الحق الصریح والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ (ص ۲۶۲)

۲۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ش، ص ۹۱)

بعضے اہل حدیث بظاہر تو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر حکام وقت کی خوشامد سے حق باتوں کا اظہار نہیں کرتے۔ بعضے کیا کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا طریقہ چھوڑ کر نئے نئے معانی اور مطالب اپنی خواہش نفس کے موافق نکالتے ہیں، گویا ترک تقلید کے انہوں نے یہ معنی سمجھے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی تقلید بھی ضروری نہیں ہے، جس طرح چاہو قرآن کی تفسیر کرلو۔ بعضے اگلے اماموں اور مجتہدین اور پیشوایان دین پر جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں، طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ بعضے شرک و بدعت میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ معاذ اللہ جادہ اعتدال سے باہر ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کو ذرہ ذرہ سے مکروہ یا حرام کاموں کے ارتکاب پر کافر اور مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔ یہی برائی ہے جو اس بھلائی میں ملی ہوئی ہے۔ بعضے اہل حدیث ایسے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید سے بھاگے لیکن ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کی تقلید اندھا دھند کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے: فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ۔[1] (بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا)۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عبد الجبار غزنوی مرحوم لکھتے ہیں:

ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں، جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں، ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزور جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں۔ حاشا وکلا! اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ (کی حد بندی) کے نشان کو گراتے ہیں اور ملت حنفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں

۱۔ لغات الحدیث (ج ۱، کتاب د، ص ۴۱)

اورسنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں، احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسناد آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کے لیے وہ حیلہ بناتے ہیں کہ جن کے لیے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مؤمن کا سر اٹھتا ہے۔[1]

مولانا داؤد غزنوی مرحوم سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان کے صاحبزادے پروفیسر ابوبکر غزنوی "غیر مقلد" اپنے ایک مضمون "فاران کی وادی تک" میں لکھتے ہیں:

مجھے معا مولانا (ابوالکلام) آزاد کا اہل حدیثوں کے بارے میں وہ فقرہ یاد آیا: ان پتھروں کو اگر میں ہزار برس بھی تراشتا رہوں تو ان سے انسان کا بچہ تو پیدا نہیں کرسکتا۔[2]

قارئین! "غیر مقلدین" کے اکابرین کے ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ فرقہ غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) کا مقصد اُمت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور اکابرین امت پر طعن وتشنیع کر کے عوام کو ان سے متنفر کرنا ہے، تاکہ عوام ان سے متنفر ہو کر اسلام کو بھی چھوڑ بیٹھیں۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد

حافظ زبیر علی زئی ساکن پیرداد، ضلع اٹک، بھی ان ہی غیر مقلدین میں سے ہیں جن کا تعارف اکابرین غیر مقلدین کی زبان سے کرایا گیا ہے۔ موصوف بھی اسی مشن پر گامزن ہیں جس کی نشاندہی اکابرین غیر مقلدین کے بیانات میں کی گئی ہے۔ فروعی اور اختلافی مسائل میں انتہائی غلو کرنا اور بات بات میں ائمہ مجتہدین کو کذاب، متروک اور دیگر انتہائی نازیبا الفاظ سے مطعون کرنا موصوف کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ آئمہ احناف اور بالخصوص اکابر علمائے دیوبند ﷺ کے ساتھ دشمنی ان کا شیوہ ہے۔

۱۔ فتاویٰ علمائے حدیث (ج ۷، ص ۸۰)

۲۔ فاران کا سلور جوبلی نمبر ۳۲۶، سال ۱۹۸۶، بحوالہ: آثار التشریع (۱/۳۹۶)

علمائے دیوبند کی علمی خدمات

حالانکہ علمائے دیوبند کی دینی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔خود غیر مقلدین کے اپنے علماء بھی علمائے دیوبند کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے علمائے دیوبند اور اپنے فرقہ کی علمی خدمات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھاہے:

> ان (علمائے دیوبند) کی علمی خدمات نے انہیں اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا ہےاور ہم کو تلاش کر دیا۔[1]

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ ارقام فرماتے ہیں:

> ان کتب صحاح ستہ کو چاروں مذہب کے علماء مانتے ہیں۔ پس اسی لیے ''دارالحدیث دیوبند'' میں ہمارے علماء احناف ان کتب صحاح ستہ کو پڑھتے پڑھاتے ہیں،اور اپنے فتاوؤں میں ان سے استدلال کرتے ہیں۔پس کہاں ہیں وہ حنفی بھائی جو ان کتب صحاح ستہ کو اہل حدیث وشافعیہ کی کتابیں بتلاتے ہیں، حالانکہ ان کتابوں کو عرب سے لانے والے اور چھپوانے والے بھی علماءِ احناف ہیں۔[2]

مشہور غیر مقلد مؤرخ مولانا امام خان نوشہرویؒ علمائے دیوبند کی دینی خدمات، بالخصوص خدمات حدیث کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مدرسہ عالیہ دیوبند،جس کی شان آج ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں ممتاز ہے،اور جس میں ان دنوں حدیث کا تذکرہ گویا:
>
> ع گفتہ آید در ''حدیث'' دیگراں
>
> اس کے بانی جناب مولانا محمد قاسم صاحب نے شاہ عبدالغنی صاحب (خلف حضرت حجۃ اللہ) سے حدیث پڑھی،اور اندازہ کر لیجیے کہ دیوبند کا سلسلہ تحدیث

۱۔ تاریخ التقلید (مسلوق)

۲۔ خاتمۂ اختلاف (ص۹۹)

ایک طرف کشمیر کی پر فضا وادیوں میں پھیل رہا ہے تو دوسری طرف ساحل سمندر کے دوش پر ڈابھیل (سورت) میں۔ان دونوں سمتوں کے درمیانی حصہ میں قال رسول اللہ ﷺ کی تنی مجلسیں قائم ہوں گی۔[۱]

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (جن کو زبیر علی زئی نے اپنا امام قرار دیا ہے) فخر فرمایا کرتے تھے:

دیوبند کی سند امتحان میرے لیے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔[۲]

زبیر علی زئی کے ممدوح استاذ مولانا محب اللہ راشدیؒ غیر مقلد، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مذاہب باطلہ کے رد میں تصنیف کردہ کتب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حنفی دیوبندی مکتبہ فکر کے علمائے کرام میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بھی چند کتب عیسائیت اور آریہ ساج کے رد میں لکھی گئی ہیں، یا جو اُن کے ساتھ مناظرے ہوئے ہیں وہ قلم بند کیے گئے ہیں۔ مولانا موصوف نے جو ان کے رد میں کتب لکھی ہیں وہ تو بلاشبہ نہایت مفید ہیں، جن کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے: (۱) مباحثہ شاہجہان پوری، (۲) قبلہ نما، (۳) تقریر دلپذیر، (۴) جواب ترکی بترکی، وغیرہم۔ساری ہمارے پاس موجود ہیں۔[۳]

زبیر علی زئی صاحب کو علمائے دیوبند ؒ سے نہ جانے کا ہے کا بَیر ہے کہ علمائے دیوبند کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور زبردستی ان مبارک ہستیوں کو اہل بدعت کے زمرہ میں شمار کرانے کے لیے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

علمائے دیوبند کے خلاف زبیر علی زئی کا تعصب

زبیر علی زئی کا علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے خلاف تعصب ملاحظہ کریں کہ انہوں

۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۳۶)

۲۔ اہلحدیث (۳۲/۲)

۳۔ رسائل ثنائیہ (ص ۹)

۴۔ مقالات راشدیہ (۲۸۲/۱)

ایک کتابچہ لکھا ہے، "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم"۔ اس کتابچہ میں انہوں نے اہل بدعت کے اصول (بریلوی وغیرہ) کا تذکرہ کرنے کے بجائے صرف علمائے دیوبند پر (نعوذ باللہ) کیچڑ اچھالا ہے کہ:

علمائے دیوبند بدعتی ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔[1]

یہ علی زئی کا علمائے حق پر افتراء ہے اور ان کے تعصب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ورنہ خود ان کے اکابر نے حضرات دیوبند کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑیؒ لکھتے ہیں:

اگر کوئی دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھ لے تو ہو جائے گی۔[2]

مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ غیر مقلد اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں:

دیوبندی دراصل سیدنا امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، یہ کوئی الگ اور نیا مسلک نہیں ہے۔ دیوبند شہر (انڈیا) میں اب بھی دینی مدرسہ ہے، جو طلباء وہاں سے فارغ ہوتے ہیں وہ فاضل کہلاتے ہیں، جو لوگ دیوبند علمائے کرام سے تعلق رکھتے ہیں، دیوبندی کہلاتے ہیں، یہ فرقہ خود کو حنفی سنی کہلاتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے۔[3]

غیر مقلدین کے مجلہ "محدث دہلی" میں بھی دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔[4]

اکابرین غیر مقلدین کے نزدیک اہل بدعت اور تمام باطل فرقوں کے پیچھے نماز جائز ہے

زبیر علی زئی علمائے دیوبند کو بدعتی قرار دے کر لوگوں کو ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ صادر کر رہے ہیں، حالانکہ خود ان کے اپنے اکابرین کے نزدیک تو اہل بدعت کے پیچھے بھی

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۶)

۲۔ فتاویٰ اہل حدیث (۹۶/۱)

۳۔ اہل حدیث سوہدرہ (ج ۱۵ ش ۱۹)؛ فتاویٰ علمائے حدیث (۳۳۵/۲)

۴۔ محدث دہلی (ج ۹ ش ۸)؛ فتاویٰ علمائے حدیث (۳۳۱،۳۳۰/۲)

نماز جائز ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں:

اور بوقت ضرورت اگر بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔[1]

مولانا عبداللہ روپڑیؒ نے بھی بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔[2]

بلکہ ان کے فرقہ "غیر مقلدین" کے نزدیک تو خارجیوں اور رافضیوں جیسے کٹر اہل بدعت کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔

چنانچہ علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور اس لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتدا صحیح رکھی ہے۔[3]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور ان کے شاگرد مولانا عبدالرحیم اعظم گڑھیؒ کے فتویٰ کے مطابق مرثیہ خواں اور محفل تعزیہ داری میں جانے والے کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔[4]

بلکہ اس فرقہ "غیر مقلدین" کے اکابرین نے مرزائیوں کو بھی اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مسلم فرقوں میں سے رافضی، خارجی، معتزلہ، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ....[5]

نیز مولانا امرتسریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے، چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔[6]

۱۔ فتاویٰ نذیریہ (۳۹۱/۱)؛ فتاویٰ علمائے حدیث (۱۹۹/۲)

۲۔ فتاویٰ اہلحدیث (۱۰۱/۱)

۳۔ لغات الحدیث (ج۱، کتاب د، مادہ دین)

۴۔ فتاویٰ نذیریہ (۲۷۵/۱)؛ فتاویٰ علمائے حدیث (۳۱۱/۱۱)

۵۔ مظالم روپڑی (ص ۳۷)

۶۔ اخبار اہلحدیث امرتسر (۲ر اپریل ۱۹۱۵ء، ص ۲)

مولانا عبدالعزیز غیر مقلد نے مولانا امرتسری کے بارے میں لکھا تھا کہ:

آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اور آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھی تھی۔[1]

مولانا امرتسری نے یہ بھی فتویٰ دیا تھا کہ:

اہلحدیث کی ہر ایک کے پیچھے نماز جائز ہے۔[2]

نیز مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے ان تمام فرقوں کہ جن کے اعتقادات کفر کی حد تک پہنچ چکے ہیں، کی اقتداء میں بھی نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، اور اس پر دلیل یہ ذکر کی ہے کہ:

میں ارکان صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا رابطہ مانتا ہوں مگر قبولیت اور عدم قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا۔ اس لیے جو شخص نماز کو فرض جان کر ارکان نماز ادا کرتا ہے، اس کے پیچھے اقتداء کرنا میں جائز جانتا ہوں، گو اعتقادی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول نہ ہو، تاہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔[3]

غیر مقلدین کے مجلّہ ''اہلحدیث سوہدرہ'' میں تو مشرک کے پیچھے بھی بوجہ مجبوری نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔[4]

زبیر صاحب! آپ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا شور مچا رہے ہیں، جبکہ آپ کے اکابرین تو کافروں اور مشرکوں کے پیچھے بھی نماز جائز ہونے کے فتوے صادر کر رہے ہیں، اب آپ کا اپنے ان اکابرین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

بنا بریں جب زبیر علی زئی غیر مقلد کے فرقہ کے نزدیک رافضی، خارجی، جہمی اور مرزائی وغیرہ سب اہل باطل اسلامی فرقوں میں شامل ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز جائز ہے تو پھر علی زئی کا علمائے دیوبند کے خلاف فتویٰ بازی کرنا محض جہالت اور تعصب نہیں تو کیا ہے؟

۱۔ فیصلہ مکہ (ص ۳۶) از: مولانا عبدالعزیز غیر مقلد

۲۔ اخبار اہلحدیث امرتسر (۲۳ اپریل ۱۹۱۵ء، ص ۱۲)

۳۔ اخبار اہلحدیث امرتسر (۹ صفر ۱۳۴۶ھ) بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث (۳۳/۲)

۴۔ فتاویٰ علمائے حدیث (۲۴۷/۲)

زبیر علی زئی کا بیہودہ واویلا

زبیر علی زئی ایک طرف یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ علمائے دیوبند، العیاذ باللہ، بدعتی ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، جبکہ دوسری طرف وہ یہ واویلا بھی کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے اسلاف نے اہل حدیث کے خلاف "نَظْمُ الْمَسَاجِدِ بِاِخْرَاجِ الْوَهَابِيِّنَ عَنِ الْمَسَاجِدِ" نامی رسالہ لکھ کر اہل حدیث کو مسجدوں میں نمازیں پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔[1]

اب سوال یہ ہے کہ اگر غیر مقلدین کی علمائے دیوبند کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو پھر ان لوگوں کا دیوبندی مساجد میں جانے کا مقصد سوائے شرارت اور فتنہ فساد کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

لہٰذا ایسے اہل شر سے مساجد کو پاک رکھنے کے لیے اگر کسی اہل علم نے مذکورہ بالا رسالہ لکھا ہے تو اُس پر زبیر علی زئی وغیرہ "غیر مقلدین" کو آگ بگولہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب کی تسلی کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ الحمدللہ! علمائے دیوبند کی مساجد نمازیوں سے آباد ہیں، اور ان کی آبادی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ.

لہٰذا اگر غیر مقلدین کا "شِبْرٌ بِعَمَّةٍ قَلِيْلَة" علمائے دیوبند کی مساجد میں نہ بھی آئے تو ان مساجد کی آبادی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، بلکہ ان کے نہ آنے میں ہی خیر ہے۔

زبیر علی زئی صاحب نے "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" نامی رسالہ لکھ کر فضول اپنا وقت ضائع کیا ہے، کیونکہ ان کو کسی نے دیوبندی مساجد میں آکر دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نہ دعوت دی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۵)

علمائے دیو بند کا عقیدہ ومسلک

- علمائے دیو بند کے عقیدہ و مسلک پر اکابر غیر مقلدین کی گواہی
- علمائے دیو بند پر زبیر علی زئی کے الزامات کی حقیقت

فرقہ ''غیر مقلدین'' کے نزدیک بھی علمائے دیوبند ﷭ اہل التوحید اور اہل السنّت ہیں

زبیر علی زئی نے اگر چہ تعصب اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل حق کی مبارک جماعت علمائے دیوبند کو اہل السنّت والجماعت سے خارج کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے،[1] لیکن ان کے اکابر دیوبندیوں کو اہل التوحید اور اہل السنّت والجماعت ہی سمجھتے ہیں۔ مثلاً غیر مقلدین کے مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ غیر مقلد (جن کو علی زئی اپنا امام قرار دے چکے ہیں، جیسا کہ پہلے بحوالہ گزرا ہے) اور ان کے دستِ راست مولانا عبداللہ ثانی غیر مقلد سابق ناظم تبلیغ ''جماعت اہل حدیث پنجاب'' نے دیوبندیوں کو صراحتاً اہل توحید قرار دیا ہے۔[2]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد (جن کو خود زبیر علی زئی نے پاکستان کے مشہور محقق اور اہل حدیث کے نامور عالم قرار دیا ہے)[3] نے امام اہل سنت، ترجمان علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی وفات پر مولانا زاہد الراشدی کے نام اپنے ایک تعزیتی خط میں لکھا ہے:

> حضرت کے انتقال کا صدمہ آپ کا، اہل خانہ کا، اور احباب و متوسلین نصرۃ العلوم کا ہی نہیں، بلکہ تمام اہلِ توحید کا صدمہ ہے۔[4]

اسی طرح مولانا عبداللہ روپڑی (م ۱۹۶۴ء)، جو غیر مقلدین کے محدث اعظم کہلائے جاتے ہیں، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبداللہ مبارکپوری وغیرہ علمائے غیر مقلدین ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ شموصوف اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

> احناف دیوبندی اہل السنّت میں شامل ہیں۔[5]

۱۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۴۹)

۲۔ رسائل ثنائیہ (ص ۲۰۷، ۳۳۷)

۳۔ ماہنامہ الحدیث (ش ۱۷، ص ۱۳)

۴۔ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ (امام اہل سنت نمبر، ص ۸۰۲)

۵۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱/۱۸)

۶۔ ایضاً (۱/۶)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے بھی علمائے دیوبند کو اہل سنت میں سے قرار دیا ہے۔[۱]

الحمد للہ! علمائے غیر مقلدین کی زبان سے بھی دیوبندیوں کا اہل التوحید اور اہل السنّت والجماعت ہونا ثابت ہو گیا۔

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

لیکن علی زئی وغیرہ جیسے اہل حدیثوں کو تو ان کے اپنے اکابرین بھی جھوٹے اور بدعتی اہل حدیث قرار دیتے ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ اب ان کا کیا بنے گا؟

علمائے دیوبند کے اصول وعقائد اکابر غیر مقلدین کی نظر میں

زبیر علی زئی نے اہل السنّت والجماعت دیوبند اور غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) کے درمیان اختلاف کی بنیادی وجہ یہ بیان کی ہے کہ:

ہمارے اور دیوبندیوں کے عقائد واصول میں فرق ہے۔[۲]

نیز زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند کے عقائد کو خطرناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ:

ان کی بدعت شدید اور خطرناک ہے۔[۳]

لیکن اس کے برعکس ان کے اکابر کا نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ علمائے دیوبند کے عقائد واصول قرآن وحدیث سے لیے گئے ہیں۔

مشہور غیر مقلد مولانا محمد جونا گڑھی (م ۱۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

ملک ہند کے سنی مسلمانوں کے دو بڑے بڑے فریق یعنی حنفی اور اہل حدیث تو متفق ہو جائیں جو اصولاً قریب قریب ایک ہیں، ہاں البتہ بعض فروعات میں اختلاف ہے۔[۴]

تنبیہ: علی زئی صاحب (جو حضرات علمائے دیوبند کو حنفی ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں)[۵]

۱۔ فتاویٰ علمائے حدیث (۹/۱۲)

۲۔ ماہنامہ الحدیث (۴۲،۴۳:۶)

۳۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۳)

۴۔ دلائل محمدی (ص ۲)

۵۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۲۹)

کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ الحمدللہ حضرات دیوبند پکے حنفی ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری طائفہ دیوبندیہ کو احناف میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دیوبندی حنفی کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جو شخص مسائل فقہیہ میں امام ابوحنیفہ ؒ کا پیرو ہو، کتب فقہ کے علاوہ کسی قسم کے رسم ورواج کو داخل مذہب نہ سمجھے۔[1]

مولانا امرتسریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

دیوبندی گروہ علم فقہ اور اس کے لوازم کے علاوہ علم حدیث و تفسیر میں توغل رکھتا ہے، اسی لیے انہوں نے حنفی مذہب کو، جو رسوم ملکی سے آلودہ ہو رہا تھا، رسوم شرکیہ بدعیہ سے نتھار کر خالص حنفی مذہب کی شکل میں دکھانے کی کوشش کی، یعنی دیوبندی چونکہ حنفی مقلد ہیں، اس لیے وہ مذہب حنفی وہی پیش کرتے ہیں جو مذہب فقہ حنفی میں ملتا ہے، نہ وہ جس میں رسوم ملکی اور آبائی داخل کی گئی ہیں۔[2]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

دیوبند کی تاسیس (بنیاد) حقیقت خالصہ کی اشاعت کے لیے عمل میں آئی۔[3]

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ (م ۱۳۸۲ھ)، جو ایک متقدر غیر مقلد عالم ہیں، اور مولانا عطاء اللہ حنیف (جن کو زبیر علی زئی اپنا استاذ قرار دیتے ہیں[4]) اور دیگر مشاہیر علمائے غیر مقلدین کے استاد ہیں) فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ ہمارے نزدیک جب تک کوئی شخص پورا کلمہ توحید: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پڑھے گا وہ مسلمان نہیں، کیونکہ اسلام میں جہاں اقرار توحید الٰہی ضروری ہے وہاں اقرار رسالت محمد ﷺ بھی ضروری اور لازمی امر ہے۔ اور جیسے وجود باری کا ماننا ضروری ہے ویسے ہی

۱۔ مظالم روپڑی (ص۵۶)

۲۔ فتاویٰ علمائے حدیث (۱۰/۱۲)

۳۔ تحریک آزادی فکر (ص۱۵۵)

۴۔ القول المتین (ص۵۲)

اس کی جملہ صفات ثبوتیہ وسلبیہ کا اقرار بھی لابدی امر ہے، اور اس کی جملہ صفات کمالیہ مخصوصہ میں کوئی مخلوق اس کی سہیم وشریک نہیں۔ چاہے وہ مخلوق نبی ہو یا ولی یا دیوی ہو یا پری اور اُس کی ذات ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر ہے۔ تاہم اس کا علم ہر جگہ ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے اور سب کی باتیں سنتا ہے۔ یہاں تک کہ چیونٹی کے پیر کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ اس کی قدرت وسطوت ہر ایک چیز پر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو چاہے گا سو کرے گا اور جو چاہا سو کیا۔ عبادت و بندگی اُسی ذات واحد کے لیے ہے۔ وہی اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ وہی نفع نقصان کا مالک ہے۔ جو شخص خدائی صفات مخصوصہ کو کسی نبی، ولی یا دیو پری میں خیال واعتقاد کرے گا، وہ ہمارے نزدیک مشرک ہے۔ ہم تمام صفات خدائے تعالیٰ کو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، بلا کیف و بلا تشبیہ و بلا تاویل وتعطیل تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان واعتقاد رکھتے ہیں، جیسے: سَمْعٌ وَبَصَرٌ وَيَدٌ وَعِلْمٌ وَضِحکٌ وَتَعَجُّبٌ وغیرہ۔ اور قریب قریب یہی اعتقاد دیوبندی حضرات کا ہے۔[1]

نیز ان مذکورہ عقائد کے بارے میں لکھتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ اہل حدیث کے جملہ عقائد وہی ہیں جو بطریق محدثین صحیح سند وقوی دلیل قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔[2]

پس جب بقول مولانا لکھنوی اہل حدیث کے جملہ عقائد قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرات علمائے دیوبند کے عقائد بھی یہی ہیں تو معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک علمائے دیوبند کے عقائد بھی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کا ان عقائد کو خطرناک اور شدید بدعت قرار دینا دراصل بقول اپنے اکابر: قرآن و حدیث پر طعن کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۱۔ خاتمہ اختلاف (ص ۱۳)

۲۔ ایضاً (ص ۱۱۵)

علماء دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات

زبیر علی زئی صاحب نے اپنے زعم کے مطابق جن عقائد کو ذکر کر کے علمائے حقہ طائفہ دیوبندیہ کو اہل السنت والجماعت سے خارج کر کے اہل بدعت میں داخل کیا، وہ ان کے الفاظ میں یہ ہیں:

(۱) عقیدہ وحدت الوجود، (۲) امکان نظیر، (۳) امکان کذب، (۴) غیر اللہ سے استمداد، (۵) جہمیہ و مرجیہ کی موافقت، (۶) اکابر پرستی اور غلو، (۷) گستاخیاں، (۸) اندھی تقلید، (۹) اہل حدیث سے بغض، (۱۰) ختم نبوت پر ڈاکہ، (۱۱) گمراہی کی طرف اعلانیہ دعوت، (۱۲) انکار حدیث، (۱۳) نماز بھی خلاف سنت، (۱۴) قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں اور تحریفات[۱]

زبیر علی زئی جس طرح دین اسلام سے جاہل ہیں ایسے ہی اپنے مسلک سے بھی ناواقف ہیں، اور انہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ وہ جو عقائد علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں وہی عقائد، بلکہ ان سے بڑھ کر خود اُن کے اپنے اکابر میں بڑی آب و تاب سے موجود ہیں۔

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ غافل اپنی آنکھ کا ذرا شہتیر بھی

زبیر علی زئی کے مذکورہ الزامات کی حقیقت، علمائے دیوبند کا مؤقف اور خود زبیر علی زئی کے اپنے اکابر غیر مقلدین کی تصریحات اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم: ماہنامہ الحدیث حضرو وغیرہ

علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کا پہلا اِلزام:

عقیدہ وحدت الوجود

- وحدۃ الوجود کا مفہوم
- وحدۃ الوجود سے متعلق اکابرین دیوبند کی عبارات کی وضاحت
- وحدۃ الوجود اور غیر مقلدین
- وحدۃ الوجود کے سرخیل ابن عربیؒ محدثین کی نظر میں
- ابن عربیؒ اور غیر مقلدین

(۱)

عقیدہ وحدت الوجود

زبیر علی زئی کی طرف سے علمائے دیوبند پر لگائے جانے والے الزامات میں پہلا عنوان "وحدت الوجود" ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علی زئی کے الزام کے جواب سے پہلے علمائے دیوبند کے ہاں "وحدت الوجود" کا مفہوم بیان کیا جائے۔
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم "عقیدہ وحدت الوجود" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحدت الوجود" کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے، اس کے سوا ہر وجود بے ثبات، فانی اور نامکمل ہے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا، دوسرے اس لیے کہ ہر شے اپنے وجود میں ذاتِ باری تعالیٰ کی محتاج ہے، لہٰذا اشیاء ہمیں اس کائنات میں نظر آتی ہیں، انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے، لیکن اللہ کے وجود کے سامنے اس وجود کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے وہ کالعدم ہے۔
اس کی نظیر یوں سمجھئے جیسے دن کے وقت آسمان پر سورج کے موجود ہونے کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے، وہ اگرچہ موجود ہیں لیکن سورج کا وجود اُن پر اس طرح غالب ہو جاتا ہے کہ ان کا وجود نظر نہیں آتا، اسی طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہے، وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کرتا ہے تو تمام وجود اسے ہیچ، ماند، بلکہ کالعدم نظر آتے ہیں۔ بقول حضرت مجذوب رحمہ اللہ:

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا[۱]

۱۔ فتاویٰ عثمانی (۱/۶۶)، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی

مسلہ وحدت الوجود کا صحیح مفہوم ملاحظہ کر لینے کے بعد اب زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند کو
بدنام کرنے کے لیے اس کا جو غلط مفہوم بیان کیا ہے وہ ملاحظہ کریں۔
چنانچہ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:
دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق ومخلوق، عابد و
معبود اور خدا و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔[1]

حالانکہ یہ زبیر علی زئی کا تعصب یا تجاہل عارفانہ ہے کہ "وحدت الوجود" میں خالق ومخلوق
اور عابد ومعبود میں فرق نہیں رہتا۔ ہم ما قبل حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے حوالے سے
علمائے دیوبند کا وحدت الوجود کے متعلق موقف بیان کر چکے ہیں کہ اس میں خالق ومخلوق میں فرق
مٹا نہیں دیا جاتا، بلکہ اس میں خالق کے وجود کے مقابلے میں مخلوق کے وجود کو کالعدم سمجھا جاتا
ہے۔ جس شخص کو عدم اور کالعدم میں فرق معلوم نہ ہو اس کو علمائے دیوبند پر اعتراض کرنے کی
بجائے اپنی جہالت پر ماتم کرنا چاہیے۔

اور پھر علی زئی کی بے انصافی ملاحظہ کریں کہ وہ وحدت الوجود کی وجہ سے علمائے دیوبند پر
تنقید کر رہے ہیں، لیکن علمائے دیوبند نے اس کا جو مفہوم بیان کیا ہے اس کو نقل کرنے کی بجائے
انہوں نے اپنی مرضی کی دو اُردو لغات سے اس کا مفہوم نقل کر کے یہ دعویٰ کر دیا کہ علمائے دیوبند کا
وحدت الوجود سے متعلق یہ موقف ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے ان لغات سے
وحدت الوجود کا جو مفہوم نقل کیا ہے، اس سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے
کہ علمائے دیوبند خالق ومخلوق کے وجود کو ایک سمجھتے ہیں، جبکہ انہوں نے اس کا جو مفہوم نقل کیا ہے
اس میں ہے کہ تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔
اب اس مفہوم سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ وحدت الوجود میں خالق ومخلوق کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا
ہے۔ کیونکہ اگر اس کا یہ مطلب ہے تو پھر خالق کے وجود کے مقابلے میں مخلوق کے وجود کو محض خیالی
سمجھنا، چہ معنی دارد؟

زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علمائے دیوبند کی فکر کرنی چھوڑیں، اور اپنے مسلک کی خبر لیں،
اس لیے کہ وہ جس عقیدہ وحدت الوجود کو غلط ثابت کر رہے ہیں اُسی عقیدہ کے خود اُن کے اپنے

[1] بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۵)

اکابر بھی قائل ہیں اور اس کو وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ مانتے ہیں۔

عقیدہ ''وحدت الوجود'' اور غیر مقلدین

چنانچہ کئی نامور علمائے غیر مقلدین نے عقیدہ ''وحدت الوجود'' کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً نامور غیر مقلد عالم وادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ نے ''وحدت الوجود'' کے قائلین علماء کے مؤقف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> یہ حضرات جب وحدت الوجود کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہیں تو ان کا مطلب کسی فلسفہ کا اثبات نہیں ہوتا۔ ان کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے اور کوئی شے حسن وجمال کے وصف سے متصف نہیں ہے اور یہ کہ ان کی محبت اور ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق خاطر تصور غیر کو کسی عنوان سے برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ یہ دیانتداری کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ اس علم رنگ وبہجت اور معشوق ہزار شیوہ میں حسن اور نکھار و دلآویزی اور رنگارنگی محض ازل ہی کی تجلیات کا پرتو اور انعکاس ہے۔ ورنہ ان کی اپنی طبیعت، اپنا مزاج اور فطرت ہرگز اس لائق نہیں کہ محبوبی کے ان نمونوں کو سطح وجود پر نمایاں کر سکے۔ ان کے ہاں شخصیت کا تصور یکسر مفقود ہے۔ انا کی نمود اور پندار قطعی غائب ہے۔ ان کا مشاہدہ یہ ہے کہ جو شخص جس حد تک اپنی فانی وجھد ود ''انا'' کو اس کی سرمدی اور غیر محدود ''انا'' میں گم کر دینے کی کوشش کرے گا، اسی حد تک وہ زندگی، ارتقاء اور روشنی سے بہرہ مندی حاصل کر سکے گا۔ اس سلسلے میں ان لوگوں کی عبارتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے جس سے حلول واتحاد کی بو آتی ہے۔ کیونکہ یہ خود بھی ان سطحیات کو درخور اعتنا نہیں جانتے۔ ان سے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ الفاظ وپیرایۂ بیان کی مجبوریوں کے باوجود اپنی واردات محبت کی تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ عاشق ومحبت کی وادی پُرشوق میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں سالک اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور اس کی وسیع وبیکراں ذات میں جذب ہو جاتا ہے۔ ان اصحاب حال حضرات کی عبارتوں میں منطق ونحو کے تقاضوں کے مطابق معانی ومطالب ڈھونڈنا عبث ہے۔ یہاں تو ذوق ووجدان کی رہنمائی ہی

میں آگے بڑھنا مفید ہو سکے گا۔ ولیم جیمز (William James) نے اس ضمن میں کتنی اچھی بات کہی ہے: اگر کوئی شخص ایسے کان نہیں رکھتا جو نغمہ و آہنگ کے لطائف سے آشنا ہوں اور ایسا تاثر پذیر دل نہیں رکھتا جس نے احوال واردات کی لذتوں کو کبھی نہ آزمایا، یا چکھا ہو، تو ایسی صورت میں یہ توقع رکھنا کہ یہ شخص موسیقی کی سحر آفرینیوں کو سمجھ سکے گا، یا قلب و ذہن کی سرمستیوں میں علم و عرفان کی جھلک پا سکے گا، قطعی فضول ہے۔[1]

غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑیؒ (م ۱۹۶۴ء) بھی "عقیدہ وحدت الشہود" اور "عقیدہ وحدت الوجود" کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید حالی "وحدت الشہود" ہے اور توحید الٰہی "وحدۃ الوجود" ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں، متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔[2] توحید ایمانی اور توحید

۱۔ عقلیات ابن تیمیہؒ (ص ۳۰۶، ۳۰۷)

۲۔ مذکورہ بالا بیان میں مولانا روپڑیؒ "وحدت الوجود" سے متعلق ابن عربی کی رائے اور مراد کو صحیح قرار دے رہے ہیں، جبکہ معترض زبیر علی زئی پہلے یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ: اکابر علمائے دیوبند ابن عربی والے عقیدۂ وحدت الوجود کے بڑی شد و مد سے قائل تھے۔ (الحدیث: ۲۹/۲۶)

لیکن جب راقم الحروف نے ان کی کتاب "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" کے جواب میں مولانا روپڑیؒ کی مذکورہ بالا عبارت نقل کی تو علی زئی نے حسب عادت اپنے اس مؤقف کو یکسر بدل دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ:

حافظ روپڑی صاحب تاویل کے ذریعے سے جس وحدت الوجود کو "مراد ان کی صحیح ہے" قرار دے رہے ہیں، وہ وہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔ (الحدیث: ۵۴/۲۹)

اندازہ کریں کہ علی زئی دیوبندیوں کو بدعتی ثابت کرنے کے جنون میں کس طرح قلابازیاں کھا رہے ہیں، کبھی وہ کہتے ہیں کہ دیوبندی ابن عربی والے عقیدہ "وحدت الوجود" کے قائل ہیں، اور کبھی یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ دیوبندیوں کا "وحدت الوجود" سے متعلق عقیدہ ابن عربی والے وحدت الوجود سے مختلف ہے۔

اب ان کی ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات سچ ہے اور کونسی بات جھوٹ ہے، اس کا فیصلہ وہ خود کر لیں۔ لیکن:

ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

علمی تو ظاہر ہے، تو حید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. یعنی: خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضت اور مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے اس لیے یہ عقل سے سمجھنے کی شے نہیں، ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں، اگر دوسری شے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے، گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے۔ خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اور آثار اور صفات اس کا مظہر ہیں اس لیے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہر شے سے اس کو خدا نظر آتا ہے، وہ شے نظر نہیں آتی۔ جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔ الخ۔[1]

اور تو حید الٰہی (یعنی وحدۃ الوجود) کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے مولانا روپڑی لکھتے ہیں:

صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوائے خدا کے کوئی شے حقیقتاً موجود نہیں، اور جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض تو ہمات ہیں، جیسے "سوفسطائیہ فرقہ" کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ موجودہ انسانی ایجادات کی طرح نہیں کہ انسان کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ ان کا یہ وجود خدا کے سہارے پر ہے، اگر ادھر سے قطع تعلق فرض کیا جائے تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ تو یہ مطلب صحیح ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ (برقی رو) قمقموں کے لیے ہے۔ گویا حقیقت میں اس وقت بھی ہر شے فانی ہے، مگر ایک علمی رنگ میں اس کو سمجھتا ہے اور ایک حقیقت کا سامنے آتا ہے۔ علمی رنگ میں تو سمجھنے والے بہت ہیں مگر حقیقت کا اس طرح سامنے آتا ہے جیسے آنکھوں سے کوئی شے دیکھی جاتی ہے، یہ خاص ارباب بصیرت کا حصہ ہے۔ گویا قیامت والی فنا اس وقت ان

۱۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱/۱۵۳)

کے سامنے ہے۔ پس آیت کریمہ: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ان کے حق میں نقشہ بے جناُ دھار۔[۱]

ڈاکٹر شفیق الرحمان زیدی غیر مقلد نے نامور غیر مقلد مناظر پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد کے حوالے سے لکھا ہے:

میاں نذیر حسین (جو غیر مقلدین کے شیخ الکل ہیں، ناقل) اور ان کے شاگرد سب تصوف کے قائل تھے، کوئی وحدۃ الوجود کا شکار ہے اور کوئی وحدۃ الشہود کا۔[۲]

غیر مقلدین کے دیگر اکابرین نواب صدیق حسن خان، علامہ وحید الزمانؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ بھی عقیدہ وحدت الوجود کو درست وصواب قرار دیتے ہیں۔[۳]

علاوہ ازیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی "وحدت الوجود" کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

مسئلہ وحدت وجود حق ہے اور مطابق واقع ہے۔ اس واسطے کہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ ثابت ہے۔[۴]

واضح رہے کہ ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس فتویٰ کو علمائے غیر مقلدین کے اقوال کے ضمن میں اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ غیر مقلدین شاہ صاحبؒ کو اہلحدیث اور غیر مقلد قرار دیتے ہیں۔[۵]

نیز خود معترض زبیر علی زئی نے اپنی سند حدیث (جس کی ایک کڑی حضرت شاہ صاحبؒ ہیں) کو تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ علی زئی، فیض الرحمان ثوری غیر مقلد کے حالات میں "تحدیث نعمت" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

۱۔ فتاویٰ اہل حدیث (۲/۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵)

۲۔ اہل توحید کے لیے لمحہ فکریہ (ص ۴۲)

۳۔ التاج المکلل (ص ۹۰)؛ حظیرۃ القدس (ص ٦٦) کلاھما للنواب صدیق؛ ہدیۃ المہدی (ص ۵۰، ۵۱) للعلامۃ وحید الزمان؛ فتاویٰ ثنائیہ (۱/۳۴۴)

۴۔ فتاویٰ عزیزی مترجم (ص ۱۴۷، ۱۴۸)

۵۔ مثلاً دیکھئے غیر مقلدین کی معتمد کتاب "تراجم علمائے اہلحدیث ہند" (ص ۴۹-۶۲)

آپ نے مجھے سندِ حدیث اور اس کی اجازت اپنے دستخط کے ساتھ ۱۳ رصفر ۱۴۰۸ھ کو مرحمت فرمائی۔ آپ مولانا ابوتراب عبدالتواب الملتانی رحمہ اللہ اور وہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔[1]

جب کہ سید نذیر حسینؒ، حضرت شاہ اسحاق دہلویؒ سے اور وہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز علی زئی نے بدیع الدین شاہ راشدی کے تذکرہ میں بھی تصریح کی ہے کہ آپ نے اپنے دستخط کے ساتھ مجھے اجازتِ حدیث عطا فرمائی، اور پھر لکھا ہے کہ:

بدیع الدین شاہ ثناء اللہ امرتسری سے، وہ نذیر حسین دہلوی سے، وہ محمد اسحاق دہلویؒ سے، وہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور وہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔[2]

اس طرح حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، زبیر علی زئی کے بالواسطہ استاذ اور ان کی اس سندِ حدیث کا ایک واسطہ ہیں کہ جس کو علی زئی تحدیثِ نعمت سے یاد کر رہے ہیں۔

اب جس شخص کی سندِ حدیث کو علی زئی اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دے رہے ہیں، وہ بھی "وحدت الوجود" کو حق کہہ رہے ہیں، لہٰذا علی زئی کا "وحدت الوجود" کو شرک اور بدعت کہنا دراصل حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو مشرک اور بدعتی قرار دینے کے مترادف ہے، اور پھر اس سے خود علی زئی کا بھی مشرک اور بدعتی ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ مشرک اور بدعتی کو اللہ کی نعمت قرار دینے والا خود سب سے بڑا مشرک اور بدعتی ہے، لہٰذا علی زئی نے علمائے دیوبند کو بدعتی ثابت کرنے کے لیے جو جال بچھایا تھا اُس میں وہ خود پھنس گئے ہیں۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

الحاصل علی زئی کا اپنے اکابرین، جو بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدہ وحدت الوجود کو صحیح قرار دے رہے ہیں، کو چھوڑ کر علمائے دیوبند پر طعن زنی کرنا اور اس کا غلط مطلب بیان کرنا محض ان کی حماقت اور جہالت ہے۔

۱۔ الحدیث (ش ۳۲، ص ۶۵)

۲۔ الحدیث (۴۳/۱۹)

اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے
پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے

اکابرینِ دیوبند کی وحدت الوجود سے متعلق عبارات کی وضاحت

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ''وحدت الوجود'' سے متعلق اکابرینِ دیوبند کی کچھ عبارات بھی نقل کر کے ان سے غلط مطلب کشید کرنے کی کوشش کی ہے، اس لیے ہم یہاں ان عبارات کی وضاحت اور ان کا اصل مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اپنی اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں ان عبارات پر کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، کیونکہ یہ عبارات ''وحدت الوجود'' سے متعلق ہیں، اور اس بابت ہم علمائے دیوبند کا موقف بیان کر چکے ہیں، جس سے خود بخود ان عبارات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک ان عبارات کا کیا مطلب ہے۔ لیکن اس کتاب کی پہلی اشاعت کے بعد زبیر علی زئی نے اپنے ایک مضمون میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم نے ان عبارات کی وضاحت اس لیے نہیں کی کیونکہ ہم ان کا جواب دینے سے عاجز تھے۔[1]

لہٰذا علی زئی کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ذیل میں ان عبارات کی وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

(۱) حاجی امداد اللہؒ کے قول: ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہونے کی وضاحت

زبیر علی زئی نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اُس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے، اس کو برزخ البرازخ کہتے ہیں۔[2]

وضاحت: زبیر علی زئی نے حضرت حاجی صاحبؒ کی جو عبارت نقل کی ہے، اس سے پہلے عبارت یوں ہے:

اور اس کو عُلق معدوم محض اور خدا موجود مطلق معلوم ہوتا ہے، اور خدا کے علم کے ذریعہ سے اپنے کو مطلق قید میں آیا ہوا تصور کرتا ہے، اور قیود کی وجہ سے اپنے کو بندہ سمجھتا ہے، اور کہہ اٹھتا ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ...

۱۔ ماہنامہ الحدیث (۲۹،۲۸/۵۴)

۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۳) بحوالہ: کلیات امدادیہ (ص ۳۵، ۳۶)

علی زئی کی ذکر کردہ عبارت اور اس مذکورہ عبارت کو ملا کر پڑھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حاجی صاحبؒ کے قول: ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ بندہ درحقیقت خدا بن جاتا ہے، بلکہ حاجی صاحبؒ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: آدمی ریاضات ومجاہدات کرتے کرتے جب دنیا کی ہر چیز یہاں تک کہ اپنی ہستی (أنا) کو بھی اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ کی ہستی کے سامنے بالکل معدوم سمجھنا شروع ہو جاتا ہے تو پھر وہ حقیقت میں اللہ تعالی کا خلیفہ بن جاتا ہے، اور اس کے جسم سے کوئی عمل بھی اللہ کی رضا اور منشا کے بغیر صادر نہیں ہوتا۔

اور حاجی صاحبؒ کا یہ قول مشہور حدیثِ قدسی سے ماخوذ ہے کہ جس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاکون انا سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ولسانه الذی ینطق به وقلبه الذی یعقل به، فاذا دعانی اجبته واذا سألنی اعطیته واذا استنصرنی نصرته۔[1]

میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ عقل مندی حاصل کرتا ہے، جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اس کو وہ عطا کرتا ہوں، اور جب وہ مجھ سے مدد حاصل کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔

اب اس حدیث کا کیا یہ مطلب ہے کہ بندے کے کان، آنکھ وغیرہ اعضاء درحقیقت اللہ کے اعضاء بن جاتے ہیں، نہیں! بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضاء سے اللہ کی مرضی ومنشا کے بغیر کوئی عمل صادر نہیں ہوتا۔ بظاہر ان اعضاء سے اللہ کا محبوب بندہ افعال سرانجام دے رہا ہوتا ہے، جبکہ باطن میں یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی نکتہ کو حاجی صاحبؒ "ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا" ہونے سے تعبیر کر رہے ہیں۔ لیکن علی زئی اس سیدھی سی بات کو بھی خواہ مخواہ

۱۔ مجمع الزوائد (۲/۲۴۷، ۲۴۸)

مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اور پھر حاجی صاحبؒ نے تو صرف بندے کے باطن میں خدا کا ہونا کہا ہے، جبکہ نامور غیر مقلد عالم مولانا محمد حنیف ندوی ہر ہر شے کے باطن میں خدا کے ہونے کی تصریح کر رہے ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

> جاری وساری خدا سے مقصود یہ ہے کہ نہ تو تخلیق وآفرینش کا یہ تماشہ ایسا ہے جو صرف اس کے حدود علم وتصور ہی کے اندر جلوہ فگن ہو، اور ہر طرح کی معروفیت اور خارجی وجود سے محروم ہو، اور نہ اس کی حیثیت ایسے صانع ومصنوع کی ہے کہ جن کو زمان ومکاں کے فاصلوں نے جدا جدا اور الگ کر رکھا ہو۔ بلکہ اس کی حیثیت ایسے داخلی عنصر، ایسے باطنی کارفرما اور نفس شے میں داخل ونہاں تحقیقی جوہر کی ہے جو باہر رہ کر نہیں بلکہ ہر شے کی رگ وپے میں سما کر اور اندر رہ کر تربیت وپرورش کے کارِ عظیم کو انجام دینے میں معروف ہے۔[1]

نیز حاجی صاحبؒ نے تو صرف باطن میں خدا ہونے کا کہا ہے، جب کہ غیر مقلدین کے مجدد اور محقق نواب صدیق حسن خانؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی تمام موجودات اور افراد ممکنات میں موجود ہیں، اور نمازیوں کی ذات (باطن) میں آپ حاضر ہوتے ہیں۔[2]

اب دیکھتے ہیں کہ علی زئی، مولانا ندوی صاحبؒ اور نواب صاحبؒ پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟ دیدہ باید۔

(۲) حاجی صاحبؒ کے قول: ذاکر خود مذکور ہو جائے، کی وضاحت

علی زئی نے حاجی صاحبؒ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> اور اس کے بعد اس کو ھو ھو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہیے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے۔[3]

۱۔ معتقدات ابن تیمیہؒ (ص ۳۰۹)

۲۔ مسک الختام فی شرح بلوغ المرام (ص ۲۳۲)

۳۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۴) بحوالہ: کلیات امدادیہ (ص ۱۸)

وضاحت: ذاکر کے مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر کی وجہ سے اپنی ذات کو اللہ کی ذات کے سامنے فناء کردے۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ کی اس عبارت کے آگے صاف یہ لکھا ہوا ہے کہ:

اور فناء در فناء (اپنی انا کو بالکل فناء کردینا) کے یہی معنی ہیں۔ اس حالت کے حاصل ہونے کے بعد وہ سراپا نور ہو جائے گا اور مرتبہ "بی یسمع و بی یبصر" (یعنی اس کو خدا کے ساتھ ایسا تعلق خاص ہو جاتا ہے کہ وہ خدا ہی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور خدا ہی کے کان سے سنتا ہے) حاصل ہو جائے گا...

اس عبارت میں بھی حاجی صاحبؒ نے ماقبل ذکر کردہ حدیث قدسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ذکر کی وجہ سے آدمی اپنی انا کو جب بالکل مٹا دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، اور پھر اُس کے جسم کا ہر عضو اللہ کی مرضی کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود حاجی صاحبؒ کے نزدیک بھی ذاکر کے مذکور یعنی اللہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہو جائے۔ اور وہ اپنی ذات کو اللہ کی ذات کے سامنے گم کردے۔ اور اسی کو "فنافی اللہ" بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ نے اپنے شاگرد مولانا عبداللہ غزنویؒ کے بارے میں کہا تھا:

واہ عبداللہ فنافی اللہ شد[1]

کہ عبداللہ غزنوی "فنافی اللہ" ہیں۔

تو کیا اب علی زئی کے نزدیک مولانا نذیر حسین کے قول کا مطلب یہ ہے کہ: عبداللہ غزنوی اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر خود بھی اللہ ہو گئے تھے، حالانکہ مولانا نذیرؒ نے اس قول کی کوئی وضاحت بھی نہیں کی کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ جبکہ حاجی صاحبؒ مذکور ہونے کی خود وضاحت کر رہے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہونا ہے۔ لیکن اس کے باوجود علی زئی ان پر تو تنقید کر رہے ہیں، جبکہ اپنے شیخ الکل کے لیے ان کی زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ نیز مسئلہ "وحدت الوجود" کی وضاحت میں مولانا محمد حنیف ندویؒ غیر مقلد کا بیان گزر چکا ہے، جس میں انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ:

۱۔ الحیاۃ بعد المماۃ (ص ۱۲۷)؛ اہلحدیث کے چار مراکز (ص ۷۶)

عاشق ومحبت کی وادی پرشوق میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں سالک اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور اس (اللہ) کی وسیع وبیکراں ذات میں جذب ہو جاتا ہے۔

تو اب یہاں بھی کیا علی زئی کے نزدیک مولانا ندویؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سالک حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی ذات میں جذب ہو کر خود خدا بن جاتا ہے، اور اگر علی زئی کے نزدیک اس عبارت کا یہ مطلب نہیں تو پھر وہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی اس عبارت سے یہ غلط مطلب کیوں کشید کر رہے ہیں؟

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

علاوہ ازیں نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی صوفیاء کی اصطلاح ''فناء در فناء'' کو درست قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

فناء عبارت از اں ست کہ بواسطۂ استیلائی ظہور ہستی حق بر باطن بما سوای او شعور نماند و فنائے فنا آنکہ آن بی شعوری ہم شعور نماند، و این فنای فنا مندرج ست در فنا زیرا کہ صاحب فنا اگر بفنای خود شعور باشد صاحب فنا نباشد و بجہت آنکہ صفت فناء موصوف آن از قبیل ماسوای حق سبحانہ اند پس شعور بآن منافی فنا باشد[1]

''فناء'' کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کے باطن پر اللہ تعالیٰ کی ذات کا اس طرح استیلاء (غلبہ) ہو جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا شعور نہ رہے، اور ''فناء در فناء'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کو غیر اللہ کے فناء ہونے کے شعور کا شعور بھی نہ رہے، اور یہ ''فناء الفناء'' فناء میں شمار ہوتا ہے، اس لیے کہ صاحب فناء کو اگر اپنے فناء ہونے کا شعور ہو تو وہ صاحب فناء نہیں ہے، اور یہ اس لیے بھی ہے کیونکہ صفتِ فناء، اور اس کے ساتھ جو شخص موصوف ہے وہ بھی غیر اللہ کے قبیل سے ہے، لہٰذا اگر اس کو اپنے فناء ہونے کا شعور بھی ہو جائے تو وہ شخص صاحب فناء نہیں ہو سکتا۔

اب جس بات کو حاجی صاحبؒ نے مختصراً بیان کیا ہے، اسی کو نواب صاحب تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ حاجی صاحبؒ پر یہ الزام عائد کرنے سے پہلے

[1] نظم الاقدس (ص ۵۹)

اپنے نواب صاحب کی خبر لیں۔۔

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو نظر آتا ہے غافل
دیکھ اپنی آنکھ کا ذرا شہتیر بھی

(۳) حضرت گنگوہیؒ کے قول: میں اور تو خود شرک در شرک ہے، کی وضاحت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہوتے ہوئے لکھا ہے: یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے۔ میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ اور جو میں ہوں وہ تو ہے۔ اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ...[1]

وضاحت: حضرت گنگوہیؒ اپنی اس تحریر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کر رہے ہیں، اور آپ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: اے اللہ! میرے پاس جو کچھ ہے یہ سب تیرا کرم اور مہربانی ہے، اگر میں اس کو اپنی ذات کا کمال سمجھوں تو "میرا" "میں اور تو" کہنا شرک در شرک ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی اس تحریر میں کونسی بات خلاف شریعت ہے، اور اس تحریر سے کیسے حضرت گنگوہیؒ کا خدا ہونا لازم آتا ہے؟ جیسا کہ علی زئی نے ایک دوسری جگہ حضرت کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب اپنے آپ کو خدا سمجھتے تھے۔[2]

علی زئی کی عقل چونکہ الٹی ہے، اس لیے وہ حضرت گنگوہیؒ کی اس سیدھی سی عبارت کو بھی الٹا ہی سمجھ رہے ہیں، حضرت تو اپنی اس تحریر میں اپنی ہستی کو اللہ کے سامنے بالکل مٹا رہے ہیں، اور یہ الٹی عقل والا شخص اس تحریر سے ان کو خدا ثابت کر رہا ہے۔

ع الٹی عقل بھی اللہ کسی کو نہ دے

علاوہ ازیں حضرت گنگوہیؒ کی اس تحریر کے الفاظ: "جھوٹا ہوں" کو بھی علی زئی نے نشانہ

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۵) بحوالہ مکاتیب رشیدیہ (ص ۱۰) وغیرہ

۲۔ الحدیث (۳۳/۳۳)

بنایا ہے، اور اس سے یہ ثابت کرنے کی سعی نامراد کی ہے کہ: آپ جھوٹے تھے۔[۱]
حالانکہ اس عقل کے اندھے شخص کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت گنگوہیؒ سے یہ الفاظ کسر نفسی اور خشیت الٰہی کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں، اور اس طرح کے الفاظ کئی بزرگوں سے منقول ہیں۔ مثلاً حضرت حنظلہ کا یہ مشہور مقولہ ہے: نافق حنظلة. کہ حنظلہ منافق ہے۔[۲]

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا حزیفة باالله انا من المنافقین.
اے حزیفہ! اللہ کی قسم! میں منافقوں میں سے ہوں۔
حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ:
فهذا صدر من عمر عند غلبة الخوف و عدم امن المكر.[۳]
یہ جملہ حضرت عمرؓ سے (اللہ کے) خوف کے غلبہ اور (شیطان کے) مکر سے امن نہ ہونے کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔

لہٰذا اگر حضرت گنگوہیؒ کے مذکورہ قول سے ان کو جھوٹا قرار دیا جائے گا تو پھر علی زئی کی طرح کوئی سر پھرا اس طرح کے جملوں سے صحابہؓ کے بارے میں بھی یہ کہہ دے گا کہ یہ صحابہؓ منافق تھے، کیونکہ یہ خود اپنے نفاق کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ استغفر اللہ!

(۴) حضرت گنگوہی کے قول: ضامن علی تو توحید ہی میں غرق تھے، کی وضاحت

علی زئی لکھتے ہیں:
ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا:
بی بی! تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا اور کرانے والا کون ہے؟ وہ تو وہی ہے۔
اس ضامن علی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر کہا:
ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔[۴]

وضاحت: علی زئی کا ضامن علی کے قصہ کو علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈالنا انتہائی مضحکہ

۱۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۱۶)
۲۔ صحیح مسلم (رقم الحدیث ۷۰۶۶)
۳۔ ھدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۵۶۸)
۴۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۵) بحوالہ: تذکرۃ الرشید (۲/۲۴۳)

خیز ہے، اس لیے کہ ضامن علی کوئی دیوبندی عالم نہیں تھے کہ علمائے دیوبندان کے اس قصہ کے ذمہ دار ہوں۔ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے بارے میں جو کہا ہے کہ وہ تو توحید ی میں غرق تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسئلہ وحدت الوجود میں غلو رکھتے تھے۔ اس لیے حضرت نے ان کے اس غلو کو واضح کرنے کے لیے یہ رنڈی (زانیہ عورت) کا قصہ بیان کیا، اور اس قصہ میں اس عورت نے ضامن علی کو جو جواب دیا تھا، حضرت نے اس کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: میاں صاحب (ضامن علی) تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔

حضرت کا اس قصہ کو سنانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک زانیہ عورت نے بھی ضامن علی کو شرمندہ کردیا۔ اگر حضرت گنگوہیؒ، ضامن علی کی اس بات سے متفق ہوتے تو آپ ان کی اس شرمندگی کو اس طرح کیوں بیان کرتے۔ لہٰذا علی زئی کا اس قصہ کو یہاں ذکر کرنا فضول ہے۔

الحاصل: علی زئی نے ''وحدت الوجود'' سے غلط مطلب کشید کرنے کے لیے علمائے دیوبند کے جو چار حوالے نقل کیے ہیں، ان میں سے ایک سے بھی علی زئی کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ وحدت الوجود کے سرخیل ابن عربیؒ محدثین کی نظر میں

امام الصوفیاء علامہ ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ) عقیدہ وحدت الوجود کے قائلین میں سے ایک نامور اور بلند مرتبت شخصیت ہیں، ان کی مراد نہ سمجھنے یا ان کی کتب میں بعد کی تحریف[1] کی وجہ سے ان کی مخالفت کی گئی، حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ محدثین ان ہی غلط فہمیوں کی وجہ سے ان کے سخت مخالف ہیں۔ لیکن محدثین کی ایک بہت بڑی اکثریت ابن عربیؒ کی انتہائی مداح اور ان کے فضل و کمال کی بہت زیادہ معترف ہے۔ ذیل میں ان محدثین میں سے بعض نامور حضرات کے ابن عربیؒ کے متعلق تاثرات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام ابو طاہر اسماعیل بن سودکین نوریؒ (م ۶۴۶ھ) جو کہ بتصریح حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ): فقیہ، فاضل، محدث اور شاعر تھے، ان کے ترجمہ میں حافظ قرشیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

صحب الشیخ ابا عبد اللہ محمد بن علی ابن العربی مدۃ وکتب عنہ کثیرا من تصانیفہ۔[2]

امام موصوف کافی عرصہ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی ابن العربیؒ کی صحبت میں رہے، اور

۱۔ علمائے غیر مقلدین کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کو بدنام کرنے کے لیے ان کی کتب میں تحریف کی گئی ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی ارقام فرماتے ہیں: عوام کو گمراہ کرنے کے لیے معتبر لوگوں کی کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں شامل کی گئی ہیں، چنانچہ شیخ اکبر (ابن عربیؒ) اور علامہ ابن عبد الوہاب شعرانی کی بعض کتابوں میں ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں، "درر" اور "تنبیہ الغبی" میں لکھا ہے کہ وہ عبارتیں بعض یہودیوں نے ان کتابوں میں شامل کی تھیں۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۱۵۰: فتاویٰ علمائے حدیث: ۹/۲۰۱)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد، شیخ ابن عربیؒ سے منسوب ایک قول کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

اور ظن غالب ہے کہ یہ کسی کا الحاق اور تصرف ہے، اور ایسے الحاقات اور تصرفات بے دینوں نے بزرگوں کی کتابوں میں بہت کیے ہیں۔ (لغات الحدیث: جلد اول، مادہ جفرہ، ص ۶۷)

۲۔ الجواہر المضیہ (۱/۱۵۱)

اُن سے اُن کی بکثرت کتب لکھیں۔
(۲) امام نصر بن سلمان منبجیؒ (م ۷۱۹ھ) جو حافظ ابن تیمیہؒ کے معاصر اور بقول ذہبیؒ:
الشیخ، الامام، القدوہ، المقری، المحدث، الزاہد، العابد، القانت، الربانی اور بقیۃ السلف تھے۔[۱] اُن کے بارے میں حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ:
وکان یتغالی فی ابن العربی۔[۲]
یعنی موصوف ابن عربیؒ سے غلو کی حد تک محبت کرتے تھے۔
(۳) امام صلاح الدین محمد بن شاکر دمشقیؒ (م ۷۶۴ھ)، جو بلند پایہ مؤرخ اور نامور محدث ہیں،[۳] نے اپنی تاریخ میں امام ابن عربیؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آخر میں ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ:
وعلی الجملۃ فکان رجلا صالحا عظیما۔[۴]
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابن عربیؒ ایک نیک اور عظیم شخص تھے۔
(۴) امام احمد بن ایبک المعروف بہ "ابن الدمیاطیؒ" (م ۷۴۹ھ) بھی حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم کی ایک عبقری شخصیت ہیں۔ موصوف ابن عربیؒ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:
وکان ورعا زاہدا۔ پھر آپ ایک پارسا اور پرہیزگار شخص تھے۔
(۵) امام عز الدین احمد بن ابراہیم الفاروثیؒ (م ۶۹۴ھ) جو امام ابن سید الناسؒ (م ۷۳۴ھ) وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاد ہیں، حافظ ذہبیؒ نے ان کو "الامام الکبیر" قرار دیا ہے۔[۵] جبکہ حافظ تقی الدین الفاسیؒ ان کو "وافر الفضل والخیر" قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ:
وسمع من الامام محی الدین ابن العربی ولبس منہ خرقۃ التصوف۔[۶]
انہوں نے امام محی الدین ابن عربیؒ سے حدیث کا سماع کیا، اور ان سے تصوف کا خرقہ

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۳۶۸/۲۳)
۲۔ ایضاً ۳۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے شذرات الذہب (۳۰۳/۶)
۴۔ فوات الوفیات (۳۰۰/۲) ۵۔ ذیل تاریخ بغداد (۳۱/۲)
۶۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۷۷/۴) ۷۔ ذیل التقیید (۲۹۲/۱)

پڑتا۔

گویا کہ امام قاروقیؒ جیسے "الامام الکبیر" اور "وافر الفضل والخیر" شخص بھی امام ابن عربی کے طرفداروں اور ان کے متعلقین میں سے تھے۔

(۶) امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) جو کہ حافظ ذہبیؒ کے مشہور شاگرد ہیں، حافظ ذہبیؒ نے اپنے اس لائق شاگرد کے محدثانہ مقام کو بڑا سراہا ہے۔[1]

موصوف نے ابن عربی کا بہت مبسوط اور بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آخر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ:

وعلی الجملة فکان رجلاً عظیماً۔[2]

الغرض آپ ایک عظیم انسان تھے۔

نیز موصوف، ابن عربی کی مشہور کتاب "فتوحاتِ مکیہ" کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ومن وقف ھذا الکتاب علم قدرہ، وھو من اجل مصنفاتہ۔[3]

جو شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ ابن عربی کی قدر و منزلت کو جان لے گا، اور یہ آپ کی سب سے زیادہ جلیل القدر کتاب ہے۔

(۷) امام عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام دمشقیؒ (م ۶۶۰ھ) جو کہ امام دقیق العیدؒ وغیرہ جیسے اجلہ محدثین کے استاذ اور: شیخ الاسلام، الامام، العلامہ، وحید العصر اور سلطان العلماء کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے امام ابن عربی کو اپنے زمانے کا قطب قرار دیا ہے۔[5]

(۸) امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ (م ۸۱۷ھ) جو کہ لغت کی مشہور کتاب "القاموس" کے مصنف ہیں۔ مولانا عبد اللہ روپڑیؒ لکھتے ہیں کہ: صاحب قاموس اہلحدیث ہیں۔[6]

موصوف بھی ابن عربی کے اشد حامیوں میں سے ہیں، چنانچہ امام ابن العمادؒ بحوالہ امام

۱۔ معجم محدثی الذہبی (ص ۶۷) ۲۔ الوافی بالوفیات (۳/۵۶-۶۰)
۳۔ ایضاً ۴۔ دیکھئے شذرات الذہب (۵/۲۰۱)
۵۔ ایضاً (۵/۱۹۳)، التاج المکلل (ص ۱۷۷)
۶۔ توحید الرحمان (ص ۸۹)

مناوی لکھتے ہیں:

وکان المجد صاحب القاموس عظیم الاعتقاد فی ابن عربی، ویحمل کلامہ علی المحامل الحسنۃ، وطرز شرحہ للبخاری بکثیر من کلامہ۔[1]

مجد الدین صاحب قاموس، ابن عربی کے بارے میں بہت اعتقاد رکھتے تھے، اور ان کے کلام کو اچھے محامل پر محمول کرتے تھے، اور انہوں نے اپنی "شرح بخاری" کو ابن عربی کے بہت زیادہ اقوال سے مزین کر دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد، ابن عربی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقد تصدی للانتصارلہ والاذعان لفضلہ من فحول العلماء الجم الغفیر منہم شیخ الاسلام قاضی القضاۃ مجد الدین الفیروز آبادی۔[2]

ابن عربی کی حمایت اور ان کی فضیلت کو منوانے میں بڑے بڑے علماء کا ایک جم غفیر پیش پیش تھا، جن میں سے شیخ الاسلام، قاضی القضات مجد الدین فیروز آبادیؒ بھی ہیں۔

(۹) امام عبداللہ بن اسعد یافعیؒ (م ۷۶۸ھ) جو حافظ عراقیؒ وغیرہ محدثین کے استاذ اور صاحب التصانیف محدث ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وحفظ عنہ تعظیم ابن العربی والمبالغۃ فی ذلک۔[3]

ان سے محفوظ (ثابت) ہے کہ وہ بہت زیادہ ابن عربیؒ کی تعظیم کرتے تھے۔

نیز نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد نے بھی امام موصوف سے ابن عربیؒ کی بہت زیادہ تعریف نقل کی ہے، اور ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابن عربی سے منسوب قابل اعتراض کلام کی تین توجیہات پیش کرتے تھے:

اول: ان سے وہ کلام ثابت ہی نہیں ہے۔ ثانی: اگر بالفرض ثابت بھی ہے تو اس کی کوئی تاویل تلاش کی جائے اور اگر ہم ظاہری طور پر اس کی تاویل سے واقف نہ بھی ہوں تو باطنی طور پر اس کی ضرور کوئی تاویل ہے جس کو عارفین تصوف جانتے ہیں۔ ثالث: یہ کلام ان سے حالت سکر

۱۔ شذرات الذہب (۱۹۴/۵)

۲۔ التاج المکلل (ص ۱۷۶) ۳۔ الدرر الکامنۃ (۱۵۴/۲)

اور غوبت میں سرزد ہوا جو کہ نا قابل مواخذہ ہے۔[۱]

(۱۰) امام شمس الدین محمد بن حمزہ الفناری (م ۸۳۴ھ) جو کہ نویں صدی میں بلادِ روم کے بڑے عالم، وزیر اور صاحب تصانیف تھے، یہ بھی ابن عربی کے مُحِبّین میں سے ہیں، اور انہوں نے آپ کی کتاب "فصوص الحکم" کی چار جلدوں میں شرح بھی لکھی ہے۔[۲]

(۱۱) امام محب الدین محمد بن محمود بغدادی المعروف بہ "ابن النجار" (م ۶۴۳ھ) جو کہ امام ابن عربی کے شاگرد[۳] اور ایک بلند پایہ محدث و مؤرخ ہیں، ان سے امام صفدیؒ نے ابن عربی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

اجتمعت بہ بدمشق فی رحلتی الیہا وکتبت عنہ من شعرہ، ونعم الرجل ھو۔[۴]

میں نے جب دمشق کا سفر کیا تو وہاں میں ابن عربی سے ملا تھا اور میں نے آپ سے آپ کے کچھ اشعار لکھے تھے، آپ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔

(۱۲) امام کمال الدین الزملکانی (م ۷۲۷ھ) جو کہ بقول نواب صدیق غیر مقلد: شام کے انتہائی جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں،[۵] امام صفدیؒ اور نواب صدیق حسن خان نے ابن عربی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین زملکانی نے ابن عربی کی بہت عظمت بیان کی ہے، اور آپ کو معرفت کے "البحر الزاخر" (موجزن سمندر) قرار دیا ہے۔[۶]

(۱۳) امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، انہوں نے بھی ابن عربی کی بہت زیادہ تعریف کی ہے، اور ان کی عبارات اور اشعار میں جو قابل اعتراض مواد

۱۔ التاج المکلل (ص ۱۱۷۸)

۲۔ توضیح المشتبہ (۳/۳۱۲) لابن ناصر الدین، بغیۃ الوعاۃ (۱/۹۴) للسیوطی، نیز دیکھئے تبصیر المنتبہ (۳/۱۱۵۵) لابن حجر

۳۔ موصوف، ابن عربی کی مشہور کتاب "فتوحات مکیہ" کے راوی بھی ہیں۔ چنانچہ قاضی شوکانی غیر مقلد نے "فتوحات مکیہ" کی اپنے سے لے کر ابن عربی تک جو سند ذکر کی ہے، اس میں ابن عربی سے اس کو روایت کرنے والے "ابن النجار" ہیں۔ (اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر: ص ۱۸۸)

۴۔ الوافی بالوفیات (۴/۶۰)   ۵۔ التاج المکلل (ص ۱۷۷)

۶۔ الوافی بالوفیات (۴/۵۸)، التاج المکلل (ص ۱۷۷)

پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں ذہبیؒ فرماتے ہیں:

لعل ذلک وقع منہ حال سکرہ وغیبتہ فیرجی لہ الخیر۔[۱]

شاید کہ یہ ان سے حالتِ سکر اور غیبت (جو حالت بقول نواب صدیق: حالتِ مباح ہے، اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے) میں واقع ہوا ہے، لہٰذا ان کے لیے (اللہ سے) خیر کی امید ہے۔

(۱۴) امام تقی الدین محمد بن احمد الفاسی المکیؒ (م ۸۳۲ھ) جو کہ حافظ ابن حجرؒ کے معاصر اور ممدوح ہیں بھی ابن عربیؒ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کو: الامام الاوحد... صاحب التصانیف المفیدۃ والکرامات العدیدۃ جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں۔[۲]

(۱۵) امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) جو مشہور صاحب التصانیف محدث ہیں، انہوں نے ابن عربیؒ کے دفاع میں مستقل ایک کتاب "تنبیہ الغبی عن تمریۃ ابن عربی" لکھی ہے۔[۳]

(۱۶) امام ابوبکر بن عبداللہ المعروف بہ "قاضی ابن مجلونؒ" (م ۹۲۸ھ) جو کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محدثین کے شاگرد اور بتصریح امام نجم الدین غزیؒ: شیخ مشائخ الاسلام، اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ اور معاصرین واقران میں سب سے زیادہ جلیل القدر تھے، بھی ابن عربیؒ کا دفاع کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ حافظ بقاعیؒ نے جب ابن عربیؒ کی تکفیر کی تو موصوف نے اس پر بقاعی کا سختی سے رد کیا، اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔[۶]

(۱۷) امام زکریا بن محمد انصاریؒ (م ۹۲۶ھ) جو کہ شیخ مشائخ الاسلام، علامۃ المحققین، فہامۃ المدققین اور سید الفقہاء والمحدثین وغیرہ جیسے عظیم القاب سے یاد کیے جاتے ہیں،[۸] یہ بھی

۱۔ الوافی بالوفیات (۳/۱۵۸)

۲۔ التاج المکلل (ص ۱۷۸)

۳۔ دیکھیے المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۵۱۷، ۵۱۸) لابن حجر

۴۔ ذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید (۱/۱۸۴)

۵۔ شذرات الذہب (۵/۱۹۱)، التاج المکلل (ص ۱۷۷)

۶۔ الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ (۱/۱۱۶، ۱۱۷)

۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً (۱/۱۹۸-۲۰۴)

امام ابن عربیؒ کے انتہائی مداح اور ان کے کلام کو اچھی تاویل پر محمول کرتے تھے۔[1]

(۱۸) امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ): آپ بقول مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ شیخ طریقت، شریعت وطریقت ہر دو کے جامع، صاحب کرامات اور ائمہ دین کا ادب ملحوظ رکھنے والے تھے۔[2] آپ نے بھی ابن عربیؒ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے، اور ان کے دفاع میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔[3]

(۱۹) امام عبدالرؤف المناویؒ (م ۱۰۳۱ھ) جو نامور متاخرین محدثین میں سے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "طبقات الاولیاء" میں ابن عربیؒ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے آپ کے فضل وکمال کو تفصیل سے بیان کیا اور آپ پر وارد اعتراضات کو بڑے احسن انداز میں رفع کیا۔ امام ابن العمادؒ نے اپنی تاریخ میں امام مناویؒ کے اس ترجمہ کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔[4]

(۲۰) امام احمد بن محمد التلمسانی المقریؒ (م ۱۰۴۱ھ) جو کہ حافظ المغرب اور عظیم الالقاب محدث ومؤرخ ہیں، انہوں نے اپنی تاریخ میں امام ابن عربیؒ کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے خود بھی ان کی بہت تعریف کی ہے، اور دیگر محدثین سے بھی ان کی تعریف نقل کی ہے۔[5]

(۲۱) امام عبدالحی ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) بھی نامور متاخرین محدثین میں سے ہیں، انہوں نے بھی اپنی تاریخ میں ابن عربیؒ کی خود بھی بہت تعریف کی ہے، اور دیگر اہل علم سے بھی ان کی تعریف نقل کی ہے۔[6]

۱۔ الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ (۱/۱۹۸-۲۰۴)

۲۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۳۳۷)

۳۔ شذرات الذہب (۵/۱۹۵) ۴۔ شذرات الذہب (۵/۱۹۰-۲۰۲)

۵۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے "خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" (۱/۳۳۹-۳۴۹)

۶۔ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب (۷/۹۰-۱۶۱) ۷۔ شذرات الذہب (۵/۱۹۰-۲۰۲)

ابن عربی اور علمائے غیر مقلدین

موجودہ غیر مقلدین ابن عربی کی مخالفت میں پیش پیش ہیں اور بعض ناعاقبت اندیش تو ان کی تکفیر تک کر دیتے ہیں۔ دورِ حاضر کے غیر مقلدین مثلاً زبیر علی زئی اور اُن کے استاذ طالب الرحمٰن غیر مقلد ابن عربی رحمہ اللہ کی سخت سے سخت مخالفت کرتے ہیں اور ان کو کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ حالانکہ ان کے اکابرین شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے بڑے مداح ہیں اور ان کو "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔

مثلاً غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی (م ۱۹۰۳ء) کے حالات میں امام خان نوشہروی غیر مقلد (جنہیں مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد جماعت اہل حدیث کے مقتدر عالم و اہل قلم مولانا امام خان صاحب نوشہروی مقیم لاہور سے یاد کرتے تھے)[1] رقم فرماتے ہیں:

میاں صاحب مرحوم علمائے حققد مین کی بہت عزت کرتے، شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا نام "شیخ اکبر" اور اکثر "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" کے خطاب کے ساتھ پکارتے۔ اس پر علامہ قاضی بشیر الدین قنوجی (استاد جناب السید نواب صدیق حسن خان صاحبؒ والی بھوپال) کہ ابن عربی کے اشد مخالفین میں سے تھے، اور ابن عربی رحمہ اللہ کی برتری و بزرگی کے روادار نہ تھے، میاں صاحب سے صرف "شیخ اکبر" پر مناظرہ کرنے کے لیے دہلی تشریف لائے، دو ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی، مگر میاں صاحب نے شیخ اکبر کا احترام ہاتھ سے نہ جانے دیا، اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متفق ہو گئے۔

اسی طرح علامہ شمس الحق ڈیانوی نے بھی کئی روز شیخ اکبر پر آپ کے ساتھ مناظرہ کیا، اور دوران گفتگو میں "فصوص الحکم" پیش کرتے رہے، میاں صاحب نے پہلے تو اور طریقوں سے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے تو فرمایا

۱۔ علی محمدی (ص ۲۶)

کہ "فتوحاتِ مکیہ" شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کی ناسخ ہے۔اس پر مولانا شمس الحق حقیقت کو پاکر خاموش ہو گئے۔[1]

مولانا میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے سوانح نگار اور شاگرد مولانا فضل حسین صاحب بہاری ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

آپ جس وقت "کتاب الرقاق" پڑھاتے اور نکاتِ تصوف کو بیان فرماتے تو خود کہتے، صاحبو! ہم تو احیاء العلوم کو یہاں دیکھتے ہیں۔اسی لیے طبقہ علماء کرام میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور (شیخ ابن عربی کو) "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" فرماتے۔[2]

مولانا فضل حسین اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے شیخ ابن عربی کے متعلق لکھتے ہیں:

اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔[3]

نیز مولانا نذیر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

اور متاخرین مثل امام غزالی، اور امام رازی اور شیخ محی الدین ابن عربی... نے اسی دفع شرک اور بدعت میں اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی میں اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں طرح طرح سے مضامین رنگا رنگ بیان فرمائے ہیں، جو کچھ شبہ ہو اُن سابقین لوگوں کی کتابیں ملاحظہ کرے۔[4]

غیر مقلدین کے مجدد اور محقق اعظم نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۸۹۰ء) نے علامہ ابن

۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۱۳۶)؛ نیز دیکھئے "الحیاۃ بعد المماۃ"، سوانح مولانا نذیر حسینؒ (ص ۱۲۳، ۱۲۴)

۲۔ الحیاۃ بعد المماۃ (ص ۱۲۳)

۳۔ ایضاً (ص ۱۲۸)

۴۔ فتاوی نذیریہ (۱/۱۰۴، ۱۰۵)؛ فتاوی علمائے حدیث (۹/۲۵۲)

عربیؒ کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور ان کی بڑی تعریف کی ہے، اور موصوف ابن عربیؒ کی خوبیاں وکمالات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وبالجملة فماله من المنامات والكرامات لاتحصره مجلدات، وهو حجة الله القاهرة وآية الباهرة۔[۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کے خوابوں اور کرامتوں کا احاطہ کئی جلدوں میں بھی نہیں ہوسکتا، وہ اللہ کی ایک ظاہری حجت اور واضح نشانیوں میں سے ہیں۔

نیز نواب صاحبؒ بحوالہ امام مقریؒ لکھتے ہیں:

میں نے شیخ ابن عربی کی زیارت کی ہے اور کئی بار اس سے تبرک حاصل کیا ہے، آپ کی قبر انوار و برکات کے آثار نمایاں نظر آئے، اور وہاں مشاہدہ کیے جانے والے عظیم احوال سے کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کرسکتا۔[۲]

نواب صاحب نے ابن عربیؒ کے بارے میں حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ وغیرہ کے موقف کورد کرتے ہوئے لکھا ہے:

والمذهب الراجح فيه علی ماذهب اليه العلماء المحققون الجامعون بين العلم والعمل والشرع والسلوك السكوت في اهانته وصرف كلامه المخالف لظاهر الشرع الی محامل حسنة، وكف اللسان عن تكفيره۔[۳]

ابن عربیؒ کے بارے میں راجح مذہب وہی ہے جو کہ محققین اور علم و عمل، شریعت اور سلوک کے جامع علماء کا ہے کہ ان کی توہین سے سکوت کیا جائے، ان کا جو کلام ظاہری طور پر شریعت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اس کو اچھے محامل پر محمول کیا جائے، اور ان کی تکفیر سے اپنی زبان کو روکا جائے۔

غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑیؒ (م ۱۹۶۴ء) شیخ ابن عربیؒ اور دیگر صوفیاء کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ التاج المکلل (ص ۱۶۸)

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

ابن عربیؒ، رومیؒ اور جامیؒ کے کلمات اس توحید (وحدۃ الوجود) میں مشتبہ ہیں۔ اس لیے بعض لوگ ان کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں، بعض بُرا۔ ابن تیمیہؒ وغیرہ ابن عربیؒ سے بہت بدظن ہیں۔ اسی طرح رومیؒ اور جامیؒ کو کئی علماء بُرا کہتے ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامیؒ کا کلام اوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ درحقیقت ابن عربیؒ کا ہے کیونکہ ابن عربی کی کتاب ''عوارف المعارف''[1] سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق میں سوء ظنی ٹھیک نہیں۔ اسی طرح رومیؒ کو خیال کر لینا چاہیے۔ غرض حتی الوسع فتویٰ میں احتیاط چاہیے۔ جب تک پوری تسلی نہ ہو فتویٰ نہ لگانا چاہیے، خاص کر جب وہ گزر چکے اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا تو اب کرید کی کیا ضرورت؟ بلکہ صرف اس آیت پر کفایت کرنی چاہیے: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ج وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ.[2]

۱۔ یہ مولانا روپڑی کا تسامح ہے، اصل میں علامہ ابن عربی کی کتاب کا نام ''المعارف'' ہے، نہ کہ ''عوارف المعارف'' چنانچہ دوسری جگہ مولانا روپڑی نے اس کا صحیح نام لیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

ابن عربی، شیخ الشیوخ کے لقب سے مشہور ہیں، تصوف وغیرہ میں انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، تصوف میں ان کی ایک کتاب ''المعارف'' ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:...(توحید الرحمٰن، ص ۵۵)

زبیر علی زئی نے مولانا روپڑی کے اس تسامح پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ دعویٰ کر دیا کہ: حافظ عبداللہ روپڑی صاحب ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے، لہٰذا اُن کی تاویلات سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں۔ (الحدیث: ۵۴/۳۰)

گویا علی زئی کے نزدیک روپڑی صاحب، اہلحدیث نہیں، بلکہ مقلد تھے، کیونکہ وہ بقول علی زئی، بلا دلیل اور بغیر سوچے سمجھے، محض آنکھیں بند کر کے لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر فتوے دیا کرتے تھے، اور علی زئی نے تقلید کی یہی تعریف کی ہے کہ:

غیر نبی کی بے دلیل بات کو آنکھ بند کر کے، بے سوچے سمجھے ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔ (دین میں تقلید کا مسئلہ، ص ۳۱)

زبیر علی زئی نے دیوبندیوں کی دشمنی میں اپنے ایک اچھے بھلے عالم کو بھی غیر اہلحدیث ثابت کر دیا ہے۔ =

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی۔

نیز مولانا روپڑی نے شیخ ابن عربی کو متعدد مقامات پر "شیخ الشیوخ" کے عظیم لقب سے ملقب کیا ہے۔[1]

▪ علی زئی صاحب آہستہ آہستہ اپنے اکابرین پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں، پہلے انہوں نے مولانا وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان وغیرہ کو غیر اہلحدیث کہا، اب مولانا روپڑی کو اہلحدیث کی صف سے باہر نکال دیا، دیکھتے ہیں اس کے بعد کس کی باری آتی ہے۔ دیدہ باید۔

اور پھر مولانا روپڑی نے اگر ابن عربی کی کتاب کا یہاں نام (المعارف کی بجائے عوارف المعارف) غلط لیا ہے تو دوسری جگہ انہوں نے اس کی تصحیح کر دی ہے، اس کے باوجود علی زئی ان کی باتوں کا رد کر کے ان کو سنی سنائی باتوں پر فتویٰ دینے کا طعنہ دے رہے ہیں، لیکن خود علی زئی نے ایک دیوبندی عالم مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کو حدیث میں قلیل البضاعت اور ضعیف ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "نماز پیغمبر" میں درود ابراہیمی کا حوالہ "صحیح بخاری" سے دینے کی بجائے "صحیح مسلم" سے دیا ہے۔ (ہدیۃ المسلمین: ص ۴۲) حالانکہ خود علی زئی یہاں مولانا فیصل کی کتاب کا نام غلط لے رہے ہیں، اس لیے کہ ان کی کتاب کا نام "نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم" ہے، نہ کہ "نماز پیغمبر"۔ تو کیا اب علی زئی نے بھی ان کی اصل کتاب کو پڑھے بغیر محض سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے ہوئے ان پر فتویٰ لگا دیا ہے؟

نیز علی زئی کا مولانا روپڑی کے شاگرد مولانا محمد صدیق کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ مولانا روپڑی نے ابن عربی کی جو تعریف کی ہے، یہ صرف ان کی ذاتی رائے ہے، بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے، اس لیے کہ مولانا روپڑی، ابن عربی کی تعریف کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ مولانا نذیر حسین دہلوی سمیت تمام اکابرین غیر مقلدین بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، البتہ آج کل غیر مقلدین کی نئی پود (اہل حدیث) سعودیہ کے سلفی علماء کو خوش کرنے اور اُن سے مراعات حاصل کرنے کے لیے اپنے اکابرین کے برعکس ابن عربی کو گالی گلوچ کر رہی ہے۔

▪ ۲۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱/۱۵۵:۱/۴۳)

۱۔ ملاحظہ کیجئے "توحید الرحمٰن" (ص ۵۵، ۵۶)

مشہور غیر مقلد علامہ وحید الزمانؒ (م ۱۹۲۰ء) لکھتے ہیں:

اللہ کے سب ولیوں اور اماموں اور مجتہدوں اور دین کے عالموں سے محبت رکھنا چاہیے اور کسی ولی یا امام یا مجتہد یا دین کے عالم کی توہین نہ کرنا چاہیے۔ اگر چہ انہوں نے کسی مسئلہ میں خطا بھی کی ہو تو یوں کہنا چاہیے: غفر اللّٰہ لہٗ. منہ پھٹ اور زبان دراز لوگ بے ساختہ کلمات ناشائستہ علماء کی نسبت نکال دیتے ہیں، اس کا انجام بہت برا ہے۔ ہم کو شیخ ابن عربیؒ سے محبت ہے اور ابن تیمیہؒ اور شوکانیؒ سے بھی، ابن جوزیؒ سے بھی اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے بھی، ہم کسی اگلے عالم کو بُرا نہیں کہتے۔ اگر ان سے خطا ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ یہی طریقہ اسلم ہے۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

ہمارے (غیر مقلدین۔ ناقل) اصحاب میں سے نواب صدیق حسن خان نے فرمایا کہ: شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ احمد سرہندی کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندوں میں سے ہیں، اور جن اعتراضات کا انہیں نشانہ بنایا گیا ہے ہمیں ان کی کوئی پروا نہیں۔ ہمارے اصحاب میں سے علامہ شوکانی بھی اسی طرح کے بزرگ ہیں جنہوں نے بالآخر شیخ ابن عربی کی مذمت سے رجوع کر لیا تھا، اور کہا تھا کہ میں نے "فتوحات مکیہ" کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ "فصوص" میں شیخ کے کلام کو صحیح معنی و محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے۔[2]

موصوف نے حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ وغیرہ کی ابن عربیؒ پر تنقید کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

وعندی انہم لم یفھموا مراد الشیخ ولم یمعنوا النظر فیہ۔[3]

میرے نزدیک یہ لوگ شیخ (ابن عربیؒ) کی کلام کو سمجھ ہی نہیں سکے، اور نہ ہی انہوں نے اس میں کچھ زیادہ غور و فکر کیا۔

۱۔ لغات الحدیث (جلد اوّل، کتاب ب، ص ۳۸)

۲۔ ہدیۃ المہدی (ص ۵۰) ۳۔ ایضاً (ص ۵۱)

نیز علامہ وحید الزمان نے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کو علمائے اہل حدیث کا پیشوا قرار دیا ہے۔[1]

غیر مقلدین کے امام العصر مولانا ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) شیخ موصوف کی کتاب "فصوص الحکم" سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ "فصوص الحکم" میں فرماتے ہیں۔[2]

علامہ محمد جمال الدین قاسمی دمشقی غیر مقلد (م ۱۹۱۴ء)، شیخ ابن عربیؒ کی کتاب "فتوحات مکیہ" سے ایک عبارت نقل کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الشیخ الاکبر، محی الدین بن عربی قدس اللّٰہ سرہٗ۔[3]

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء) نے شیخ ابن عربیؒ اور ان کی تصانیف سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربی بہت نازک ہے۔ مولانا نواب (صدیق حسن) صاحب بھوپال مرحوم "تکمار" میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی۔ آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی تو میں نے رجوع کیا، نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی شیخ ممدوح کو "شیخ اکبر" لکھتے ہیں۔ (معیار الحق ص ۱۳۸) حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو منتر بان الٰہی سے لکھتے ہیں۔ بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے، سو اس کی تفسیر پر مدار ہے، جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے، جس کا ذکر کبھی کبھی اہلحدیث میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ خفگی کی ایمان فرعون ہے، مگر شیخ کا قول مندرجہ "فتوحات" اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے۔ شیخ موصوف نے "فتوحات" میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے، اور کسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا

۱۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ش، ص ۱۳)

۲۔ واضح البیان (ص ۳۲۱)

۳۔ قواعد التحدیث (ص ۵۰)

ماؤل۔ اس لیے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابل عزت لوگوں میں ہیں۔ رحمہ اللہ[1]

مولانا فیاض علی صاحبؒ، جن کے بارے میں مولانا نذیر احمد رحمانیؒ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ وہ غیر مقلد عالم تھے، لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ جو علمائے ابرار اور صوفیاء کبار میں سے ہیں۔[2]

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م ۱۹۲۴ء) شیخ ابن عربیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

صوفی صافی امام محی الدین ابن عربی۔[4]

نیز لکھتے ہیں:

صوفی وقت علامہ محی الدین ابن عربی جیسے صاف طینت۔[5]

مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ غیر مقلد (م ۱۹۶۲ء) اَرقام فرماتے ہیں:

حضرت امام الصوفیاء محی الدین ابن عربی جن کو مولانا بحر العلوم نے "خاتم الولایۃ المحمدیہ" کا لقب دیا ہے۔[6]

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی غیر مقلد، جو مولانا نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ میں سے ہیں، شیخ ابن عربیؒ کو غیر مقلد اور اہلحدیث قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات، آپ بھی مجتہد تھے اور اِتباع حدیث اور ترک تقلید میں بے نظیر تھے، اور علم حدیث کے ایسے دریا تھے جس کا کنارہ نہ ہو اور قیاس کے ایسے منکر جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔[7]

مولانا عبداللہ معمار امرتسریؒ غیر مقلد، شیخ موصوف کو بزرگانِ دین میں شمار کرتے ہیں، اور

۱۔ فتاویٰ ثنائیہ (۱/۲۳۳)

۲۔ اہل حدیث اور سیاست (ص ۲۱۷)   ۳۔ ایضاً (ص ۲۰۸،۲۰۷)

۴۔ سیرت البخاری (ص ۳۰۹)   ۵۔ ایضاً (ص ۱۱۸)

۶۔ خاتمۃ الاختلاف (ص ۲۷)

۷۔ الظفر المبین (ص ۲۷۲)

ان کے بارے میں لکھتے ہیں: حضرت ابن عربی۔[۱]

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد (م ۱۹۶۸ء) نے ابن عربی کو محققین اہل علم میں شمار کیا ہے۔[۲]

زبیر علی زئی کے مرحوم استاذ مولانا محب اللہ راشدیؒ غیر مقلد (م ۱۹۹۵ء) نے ابن عربی کو امام قرار دیا ہے۔[۳]

اسی طرح علی زئی کے دوسرے مرحوم استاذ اور محب اللہ شاہ کے بھائی مولانا بدیع الدین راشدی (م ۱۹۹۶ء) نے ابن عربی کو بزرگ اولیاء میں شمار کیا ہے، اور "شیخ اکبر" کے لقب سے ان کو ملقب کیا ہے۔[۴]

قارئین! اکابرین غیر مقلدین کی ان عبارات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ یہ حضرات کس قدر شیخ ابن عربی، جو عقیدہ وحدۃ الوجود کے سب سے بڑے علمبردار ہیں، کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں اور کس طرح ان کی طرف سے مدافعت کر رہے ہیں اور کتنے بڑے بڑے القاب "شیخ اکبر" اور "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" وغیرہ سے ان کا تذکرہ کر رہے ہیں، لیکن زبیر علی زئی وغیرہ غیر مقلدین اپنے گھر کی فکر کرنے کی بجائے علمائے دیوبند پر خواہ مخواہ کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

> مسئلہ وحدت الوجود اور ابن عربی کے بارے میں اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات "علمائے دیوبند منت" پر مخفی نہیں ہیں۔[۵]

زبیر علی زئی صاحب سے عرض ہے کہ علمائے دیوبند کی فکر چھوڑیں، اپنے مذہب کے ان بانیوں کی ابن عربی اور وحدت الوجود کی بابت مذکورہ تصریحات ملاحظہ کریں اور پھر ٹھنڈے دماغ سے اپنے اس دعویٰ حقانیت غیر مقلدیت پر غور و فکر فرمائیں کہ:

> مذہب اہل حدیث ہی حق ہے، اس کے علاوہ باقی تمام مذاہب باطل ہیں، چاہے وہ دیوبندیوں کا مذہب ہو، یا شیعوں خارجیوں کا۔ والحمد للہ، ہمیں تو اپنے مذہب

۱۔ محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۷۲)　　۲۔ تحریک آزادی فکر (ص ۳۵۹)

۳۔ مقالات راشدیہ (۳۵/۱)　　۴۔ مقالات راشدیہ (۱۵۸/۲)

۵۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۴۳)

نے عمل سچا ہونے کا پورا یقین ہے۔[1]

اتنا نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

زبیر علی کا مذ رنگ

اور پھر زبیر علی زئی کا اپنے ان اکابرین کے بارے میں یہ مذ رنگ بھی ملاحظہ کریں کہ:
یہ علماء ابن عربی اور اس کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے۔[2]

سبحان اللہ! علی زئی نے اپنے اکابر کا دفاع کرنے کے لیے کتنا اچھا شگوفہ چھوڑا ہے کہ وہ ابن عربی اور اس کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے۔

علی زئی صاحب! اللہ سے ڈریں۔ لوگوں کی آنکھوں میں کیوں خاک جھونک رہے ہیں؟

کیا آپ نے ہمارے ذکر کردہ حوالوں میں سے پہلا حوالہ نہیں پڑھا کہ مولانا نذیر حسینؒ اور قاضی بشیر الدین قنوجی کے درمیان ابن عربیؒ کے بارے میں مسلسل دو ہفتے مناظرہ ہوتا رہا، اب اگر یہ دونوں حضرات ابن عربیؒ کی کتابوں سے واقف ہی نہیں تھے، تو پھر یہ دو ہفتے مسلسل مناظرہ کس دلیل کی بنیاد پر کرتے رہے؟

اسی طرح میاں نذیر صاحب نے اپنے شاگرد مولانا شمس الحق غیر مقلد کے ساتھ مناظرے میں بھی (جب انہوں نے ''فصوص الحکم'' پیش کی) ان کو ''فتوحات مکیہ'' دکھائی اور یہ کہہ کر ان کو خاموش کرا دیا کہ یہ کتاب ابن عربیؒ کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کے لیے ناسخ ہے۔

اور کیا آپ نے نواب صدیق حسن خانؒ کا حوالہ بھی ملاحظہ نہیں کیا جس میں وہ بحوالہ قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ: میں نے ''فتوحات مکیہ'' کو غور سے دیکھا ہے۔ اسی طرح آپ نے مولانا ابراہیم سیالکوٹی کا حوالہ ملاحظہ کرنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی جس میں وہ ابن عربیؒ کی ''فصوص الحکم'' کا حوالہ دے رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا امرتسریؒ وغیرہ نے بھی اپنے بیانات میں ابن عربی کی کتب کا حوالہ دیا ہے۔

۱۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۶۵)

۲۔ الحدیث (ش ۵۳، ص ۳۱)

ان سب واضح حوالہ جات کے باوجود آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ ابن عربی اور ان کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے۔ گویا یہ لوگ تو ابن عربیؒ کی کتابوں سے ناواقف ثابت ہو رہے ہیں، جبکہ خود آپ ابھی تک ابن عربیؒ کی کسی کتاب سے اس بارے میں کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے، اور نہ ہی آپ میں ابن عربیؒ کی کتابوں کو سمجھنے کی اہلیت ہے، اس کے باوجود آپ ابن عربیؒ کو سمجھ گئے، لیکن آپ کے اکابر ان کی اصل کتابوں پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو سمجھنے میں ناکام رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے اکابرین سے زیادہ لائق ہیں۔

علاوہ ازیں زبیر علی زئی نے اپنے اکابرین کی ان عبارات سے جان چھڑانے کے لیے ایک توجیہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ:

ان کی یہ عبارات ان سے بڑے اور جمہور (ابن تیمیہؒ وغیرہ) علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔[1]

لیکن علی زئی کا یہ عذر لنگ بھی محض دفع الوقتی ہے، اس لیے کہ ہم ابن عربیؒ کی حمایت میں متعدد محققین محدثین کے حوالے ذکر کر آئے ہیں، ابن عربیؒ کے یہ حمایتی محدثین تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور علم وفضل میں بھی ناقدین ابن عربی سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ نیز علی زئی سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ کے اکابرین، ابن تیمیہؒ وغیرہ ان علماء کی عبارات پر مطلع ہونے کے باوجود، جیسا کہ عبداللہ روپڑی وغیرہ نے اپنے بیانات میں ابن تیمیہ کا حوالہ دے کر اُن کے خلاف ابن عربیؒ کا ساتھ دیا ہے، تو پھر آپ اپنے اکابرین کی صرف ان عبارات کو کیوں مردود کہہ رہے ہیں، خود ان اپنے اکابرین کو مردود کیوں نہیں قرار دیتے؟

یہ آپ کا عجیب انصاف ہے کہ اگر علمائے دیوبند ابن عربیؒ کی تعریف کریں تو آپ ان پر فتووں کو بوچھاڑ کر دیتے ہیں، لیکن جب آپ کے سامنے ابن عربیؒ کی تعریف میں آپ کے اپنے علماء کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں تو پھر آپ کو سانپ سونگھ جاتا ہے، اور آپ کو یہ کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی کہ ہمارے علماء بھی ابن عربیؒ کی تعریف وتوثیق کرنے کی وجہ سے بدعتی ہیں۔

شرم! شرم! شرم!

---

[1] الحدیث (ش ۵۴، ص ۳۰)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر دوسرا الزام:
مسئلہ امکانِ نظیر

- مسئلہ امکان نظیر کی وضاحت
- شاہ اسماعیل شہید اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے درمیان مسئلہ امکانِ نظیر پر مباحثہ
- مسئلہ امکانِ نظیر اور غیر مقلدین

(۲)

مسئلہ "امکانِ نظیر"

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند رحمہم اللہ پر دوسرا اعتراض مسئلہ "امکانِ نظیر" ہے (کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کا ہم مثل اور نظیر پیدا کرنے پر قادر ہیں) زبیر علی زئی نے اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے اس کو گندہ عقیدہ قرار دیا ہے۔[1] اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ عقیدہ علمائے دیوبند کا اختراع ہے اور اسی وجہ سے دیوبندی اور بریلوی اختلاف پیدا ہوا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> بریلوی و دیوبندی کا نقطۂ آغاز اُس وقت شروع ہوا جب دیوبندیوں نے امکان نظیر (یعنی نبی ﷺ کا ہم مثل و نظیر ممکن ہے) کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے۔[2]

مسئلہ "امکانِ نظیر" اور غیر مقلدین

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے، کیونکہ علمائے دیوبند سے بھی پہلے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی شہید رحمہ اللہ (م ۱۲۴۶ھ)، جن کو غیر مقلدین غیر مقلد اور اہل حدیث قرار دیتے ہیں،[3] بھی اسی نظریے کے قائل تھے، اور ان کے اور مولانا فضل حق خیر آبادیؒ کے درمیان اس مسئلے پر کافی بحث مباحثہ ہوا تھا۔ مولانا امام خان نوشہرویؒ غیر مقلد مولانا شہید کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

> صاحب الافاضل علامہ فضل حق خیر آبادی سے مسئلہ "اللہ رب العزت حضرت محمد ﷺ سا دوسرا پیدا کرنے پر قادر ہے" پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ فاضل خیر آبادی رسالت مآب ﷺ جیسا پیدا کرنے پر خداوند ارض و سماء کو غیر قادر بتاتے، جنہیں

۱۔ الحدیث (۲۳:۴۷)

۲۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۸)

۳۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ صحیح العقیدہ اور حنفی المذہب تھے، اس پر علمائے دیوبند کی تحقیقات مطبوعہ ہیں۔ البتہ غیر مقلدین ان کو "غیر مقلد" اور اہل حدیث کہتے ہیں۔ دیکھئے: تراجم علمائے حدیث ہند (۶۹-۱۱۲)

مولانا اسماعیل نے اس آیت سے ہمیشہ کے لیے مہر بلب کر دیا: اَوَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ.

ترجمہ: جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ ایسے ہی اور آسمان اور اسی قسم کی اور زمینیں پیدا نہیں کر سکتا، کیوں نہیں، اس قادر مطلق کے لیے کیا مشکل ہے۔

اس شکست کے بعد علامہ خیر آبادی خم ٹھوک کر میدان میں اُتر آئے۔[1]

نیز مولانا نوشہروی کی تصریح کے مطابق علامہ شہید نے مسئلہ "امکانِ نظیر" کے اثبات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کو ایک روز میں قلمبند فرمایا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام "یک روزی" رکھا۔[2]

سیّد امیر احمد فاضلی غیر مقلد نے مولانا شہید رحمہ اللہ کے دفاع میں اور "امکانِ نظیر" کے اثبات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "منتقض الاباطیل عن الشیخ اسماعیل"[3] ہے۔

نیز غیر مقلد محدث مولانا سیّد امیر احمد سہسوانی کا مسئلہ "امکان و امتناع نظیر" میں مشہور بریلوی عالم مولوی محمد فضل رسول بدایونی کے بیٹے مولوی محمد عبد القادر کے ساتھ مناظرہ بھی ہوا تھا، جس کو ان کے شاگرد مولانا محمد نذیر فاضلیؒ نے "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرایا۔[4]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا میاں نذیر حسینؒ اور اُن کے تلامذہ بھی "امکانِ نظیر" کے قائل ہیں اور اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو اس کا منکر ہے۔ ذیل میں ان کا ایک فتویٰ ملاحظہ کریں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں کہ مثل آنحضرت ﷺ کے پیدا کر سکے، اور عمر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تو ہے مگر موافق اپنے وعدہ کے پیدا نہ کرے گا۔ ان

۱۔ تراجم علمائے حدیث (ص ۸۰، ۸۱)

۲۔ ایضاً (ص ۹۳)

۳۔ ایضاً (ص ۴۴۵)

۴۔ ایضاً (ص ۴۴۲)

دونوں میں کون سچا ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب: درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ زید اپنے قول میں جھوٹا ہے۔اور دعویٰ اس کا خلاف عقائد مسلمین کے ہے۔اور عمرو اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اعتقاد اس کا موافق عقائد اہل سنت والجماعت کے ہے۔اور اعتقاد زید کا گمراہی ہے۔ایسے شخص کو گمراہ اور اہل بدعت سے سمجھنا چاہیے۔ایسے شخص کے کفر اور عدم کفر میں علماء مختلف ہورہے ہیں اور قریب کفر کے ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید نذیر حسین عفی عنہ

اس فتویٰ پر دیگر علمائے غیر مقلدین خواجہ ضیاء الدین، محمد اسد علی اور حفیظ اللہ کے بھی دستخط ہیں۔[1]

اب زبیر علی زئی صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ آپ تو عقیدہ ''امکان نظیر'' کو کفریہ عقیدہ قرار دے رہے ہیں،اور اس کی وجہ سے علمائے دیوبند کو مطعون کررہے ہیں۔لیکن آپ کے اکابر آپ جیسے ''منکرین امکان نظیر'' کو گمراہ اور کافر تک قرار دے رہے ہیں،لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اب یہ ''مذہب غیر مقلدیت'' کو ترک کرکے اس سے زیادہ ترقی یافتہ کوئی مذہب اختیار کرلیں! دیدہ باید

نیز مولانا عبداللہ امرتسری غیر مقلد نے مودودی صاحب کے جواب میں لکھا ہے:
اور یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کی خدائی میں کیا نہیں ہوسکتا۔کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل یا آپ کی اتباع سے نیا نبی اب نہیں ہوسکتا؟ اتباع سے نبی ہوسکتا ہے،کیا خدا اب قادر نہیں رہا؟ سوال تو ہونے سے ہے نہ(کہ) ہوسکنے سے۔[2]

۱۔ فتاویٰ نذیریہ (۵۳/۱)

۲۔ فتاویٰ اہلحدیث (۴۰،۳۹/۱)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر تیسرا اِلزام:
مسئلہ امکان کذب

- مسئلہ امکانِ کذب کا مفہوم
- امکانِ کذب اور غیر مقلدین

(۳)

مسئلہ امکانِ کذب

زبیر علی زئی علمائے دیوبند سے دشمنی میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ وہ ان کے مقابلے میں اہل بدعت اور بریلویوں کی حمایت کرنے میں بھی فخر محسوس کر رہے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ ''امکان کذب'' جو علمائے دیوبند اور بریلویوں کے درمیان معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، میں بریلوی نقطہ نظر کی حمایت کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

مسئلہ ''امکان کذب'' کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ جس طرح ہر چیز پر قادر ہے، اسی طرح اپنے دیے ہوئے حکم کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا، اپنی بات کے خلاف کرنا عام حالات میں جھوٹ کہلاتا ہے، مگر جب اللہ تعالیٰ ایسا کریں تو اسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ اس کا مفہوم سمجھانے کے لیے اس کا عنوان کذب نہیں بلکہ ''امکان کذب'' رکھا جاتا ہے۔

علمائے دیوبند کے استاذ کل قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مسئلہ ''امکان کذب'' کی وضاحت کرتے ہوئے اور علمائے دیوبند کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ذات پاک حق تعالیٰ جلالہٗ کی پاک منزہ ہے، اس سے کہ متصف بصفتِ کذب کیا جاوے (معاذ اللہ تعالیٰ!) اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا بھی نہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں):

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا. (نساء، آیت ۱۲۲)

ترجمہ: بات میں کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ کذب (جھوٹ) بولتا ہے، وہ قطعاً کافر (و) ملعون ہے، اور مخالف قرآن وحدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے بہت ہی اونچا ہے۔

یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے، کہ خدا تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن مجید میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے، اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دے، عاجز نہیں ہوئے گا، قادر ہے، اگر چہ ایسا (اپنے اختیار سے) نہیں کرے گا۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں):

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (الم سجدہ:۱۳)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو سمجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ، لیکن ٹھیک پڑ چکی ہے میری کہی بات، کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا اس کو مومن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں۔ وہ فاعل مختار: فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے، یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔[1]

زبیر علی زئی مسئلہ "امکان کذب" میں بریلویوں کی وکالت میں علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ان لوگوں کو اس بات سے شرم نہیں آئی کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا باطل عقیدہ اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔[2]

حالانکہ خود زبیر علی زئی کو شرم آنی چاہیے کہ جس عقیدہ میں ان کے اپنے اکابر بریلویوں کے مقابلے میں علمائے دیوبند کے ہمنوا ہیں، اسی عقیدہ کو وہ باطل اور گستاخانہ قرار دے رہے ہیں۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

مسئلہ "امکان کذب" اور "غیر مقلدین"

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) نے تصریح کی ہے کہ بریلوی "امکان کذب باری تعالیٰ" کے عقیدے کو کفر سمجھتے ہیں، اور ہمارا (یعنی غیر مقلدین کا) عقیدہ اس کے برعکس ہے۔[3]

۱۔ باقیات فتاویٰ رشیدیہ (ص ۱۷۰،۱۷۰) ۲۔ الحدیث (۲۳:۳۵)

۳۔ رسائل ثنائیہ (ص ۲۱۷)

غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑی صاحبؒ (م ۱۹۶۴ء) ایک بریلوی عالم کی عبارت "بعض بدعقیدہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسئلہ "امکان کذب"

تبصرہ: صاحب رسالہ کو لکھنا نہیں آتا۔ مقابلہ کا لحاظ کرتے ہوئے یوں لکھنا چاہیے تھا کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات جھوٹ بولنے پر قادر نہیں، کیونکہ نقائص و عیوب سے پاک تو سب ہی مانتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ "وہ جھوٹ بولنے پر قادر نہیں"، یہ نقص اور عیب ہے۔ اس بناء پر مقابلہ صحیح ہو گیا تو اس کے جواب میں دوسرا فریق کہہ سکتا ہے کہ "جھوٹ پر قدرت نہ رکھنا، یہ نقص و عیب ہے"، اس لیے خدا کی ذات کو اس سے پاک ماننا چاہیے۔ اس صورت میں مقابلہ ایک اور چیز میں ہو گیا۔ یعنی جھوٹ پر قدرت رکھنا، یا قدرت نہ رکھنا، ان دونوں میں سے کونسا "عیب" اور کونسا "کمال" ہے۔ پس صاحب رسالہ کو اس کا فیصلہ کرنا چاہیے تھا، تاکہ رسالہ پڑھنے والا کسی نتیجہ پر پہنچتا، ویسے لکھنے سے کیا فائدہ؟ اب ہم اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

بریلویہ و دیوبندیہ اور مسئلہ امکان کذب

بریلویہ و دیوبندیہ میں "امکان کذب" کے بارے میں بحث چلی تھی یعنی خدا جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں؟ فریقین کی طرف سے اس پر بہت کچھ لکھا گیا تھا، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ بریلویہ نے یہ کہا کہ "جھوٹ عیب ہے" اور عیب پر قدرت ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی ذات میں عیب ہو سکتا ہے، حالانکہ اللہ کی ذات میں عیب ہونا محال ہے۔ دیوبندیہ نے اس کے مقابلہ میں کئی پہلو اختیار کیے۔ ایک یہ کہ جب ایک شے پر ایک مقام میں ایک نتیجہ مرتب ہو اور دوسرے مقام میں دوسرا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی ذات کو کوئی بھی لازم نہیں، کیونکہ جو شے ذات کو لازم ہوتی ہے وہ جہاں ذات ہو گی وہاں وہ ہو گی۔ مثلاً ایک ملک کے لوگ "سیاہ" ہیں، ایک

ملک کے ''سفید'' ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ''سیاہی''، ''سفیدی'' انسانیت کی ذات کو لازم نہیں، ورنہ سارے سیاہ ہوتے یا سارے سفید ہوتے۔ جب یہ بات سمجھ آ گئی تو اب جھوٹ کو دیکھئے کہ یہ ''فی نفسہ'' عیب ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ فی نفسہ عیب نہیں کیونکہ اگر ''فی نفسہ'' عیب ہوتا تو شرع اس کو کسی موقع پر مستحسن نہ سمجھتی۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں اور دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ایسے ہی کئی موقع میں جہاں جھوٹ کی اجازت ہے بلکہ کئی دفعہ واجب ہو جاتا ہے۔[1] جیسے کافر ظالم سے مسلمان بھائی کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عیب ہونا جھوٹ کی ذات کو لازم نہیں تو اس پر قدرت ہونے سے خدا کی ذات میں کوئی نقص بھی نہیں پیدا ہو سکتا۔

دوسرا پہلو دیوبندیہ نے یہ اختیار کیا کہ یہاں یہ دو چیزیں ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ، جیسے اللہ کا ''حی قیوم، سمیع بصیر'' ہونا، عالم الغیب ہونا وغیرہ، اور

۱۔ تنبیہ: زبیر علی زئی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ کے دو حوالے نقل کرنے کے بعد اُن سے ایک غلط مطلب کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی نانوتوی صاحب اور تھانوی صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنا مباح ہے۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب، ص ۵۰) حالانکہ یہ علی زئی کا ان حضرات پر بہتان ہے اور ان کی عبارات سے غلط مطلب کشید کرنا ہے۔ لیکن اگر یہ کشید مطلب صحیح بھی باور کر لیا جائے تو اس سے صرف یہی لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک مجبوری میں جھوٹ بولنا مباح ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل زبیر علی زئی صاحب کے محدث اعظم مولانا روپڑی تو مذکورہ بالا بیان میں کئی موقعوں میں جھوٹ بولنے کو واجب کہہ رہے ہیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ علی زئی صاحب ان پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟ دیدہ باید۔

ع لیکن مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے

نیز زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں اہل دیوبند سے یہ شکایت ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (ماہنامہ الحدیث: ۳۲/۵۵)

حالانکہ غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا اسماعیل سلفی سابق امیر جمعیت اہل حدیث نے یہ اقرار کیا ہے کہ: ''حضرات دیوبند گالیاں دینے سے اور جھوٹ بولنے سے محفوظ ہیں۔'' (تحریک آزادی فکر، ص ۳۲۰)

لہٰذا زبیر علی زئی صاحب خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ خود جھوٹ بول رہے ہیں یا یہ معتبر غیر مقلد عالم؟

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ایک اللہ تعالیٰ کے افعال: جیسے پیدا کرنا، رزق دینا، مارنا، زندہ کرنا، وغیرہ وغیرہ، اور "افعال" ارادہ کے تحت ہوتے ہیں اور جو چیز "ارادہ" سے ہو اُس پر قدرت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کلام پر قادر ہوا۔

کلام کی اقسام

کلام کی دو قسمیں ہیں، سچی اور جھوٹی۔ جو اُصل پر قادر ہوتا ہے وہ اس کے افراد پر بھی قادر ہوتا ہے۔ بلکہ اصل پر قادر ہونے کے معنی ہی افراد پر قادر ہونا ہے، کیونکہ شے کا وجود انہی افراد سے ہوتا ہے، جیسے صرف انسان خارج میں کوئی شے نہیں، بلکہ زید، عمرو، بکر کا وجود ہی انسانی وجود ہے۔ پس جھوٹ پر قدرت سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ جھوٹ "عیب" ہو تو اس سے بچنا کمال ہوگا اور کمال اسی صورت میں ہوگا کہ اس پر قدرت ہو۔ اگر قدرت نہ ہو تو اس سے بچنے کے کچھ معنی ہی نہیں، مثلاً کوزے میں پانی نہ ہو تو اس سے بچنے کے کیا معنی۔ "اہل سنت" اس پر متفق ہیں کہ "خیر اور شر کا خالق" خدا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ "شر" عیب ہے۔ لیکن اللہ کا اس کو پیدا کرنا "عیب" نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ جھوٹی کلام کرنا بھی اللہ کے لیے عیب نہ ہو۔ چہ جائیکہ اس پر قدرت عیب ہو۔

غرض اس قسم کی وجوہ بہت ہیں جو "دیوبندیہ" کے نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔[1]

مولانا روپڑی کے اس طویل تبصرے کے بعد زبیر علی زئی صاحب خود فیصلہ کر لیں کہ علمائے دیوبند بے شرم ہیں یا آپ خود؟

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیز غیر مقلد محدث مولانا محمد گوندلوی نے بھی تصریح کی ہے کہ:

"امکان کذب" سے وقوع کذب لازم نہیں آتا۔[2]

لہٰذا زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر یہ اعتراض بھی ان کے دوسرے اعتراضات کی طرح فضول ہے۔

۱۔ توحید الرحمٰن بجواب اسعد اللہ، از عماد الرحمٰن (ص ۱۳۶-۱۳۸)

۲۔ خیر الکلام (ص ۳۶۷)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر چوتھا اِلزام:

غیر اللہ سے استعانت

- مسئلہ استعانت بغیر اللہ کی وضاحت
- غیر مقلدین اور استعانت بغیر اللہ
- وظیفہ "یاعبدالقادر شیئاً لِلّٰہ" اور غیر مقلدین

(۴)

غیر اللہ سے استعانت کا الزام

علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ میں سے کسی کو فاعل مستقل یا قادر بالذات یا مختار بعطائے الٰہی مان کر اُس سے مدد مانگنا شرک ہے، البتہ صرف اسباب کے درجہ میں کسی کو مددگار یا مشکل کشا کہنا یا سمجھنا شرک نہیں ہے۔ علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ان کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔[۱]

۱۔ مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:
جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو، جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت، اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت نہ ہو، مستقل نہ غیر مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو، تب جائز ہے، جیسے استمداد بالنار، والماء، والواقعات التاریخیہ، ورنہ لغو ہے۔
یہ کل پانچ قسمیں ہیں، پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے محض ان حضرات کے تصور و تذکرے سے قسم رابع ہے، کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو انجاح کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے قسم خامس ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ، ج ۵، ص ۳۶۴، ۳۶۵)
نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ. اس آیت مبارکہ میں چار جملے ہیں جو ندائے مخلوق و استعانت بالمخلوق کی شرائط جواز کا فیصلہ کر رہے ہیں، جملہ اولیٰ سے شرائط علم اور ثانیہ سے اشتراط قدرت، اور ثالثہ سے اعتقاد تصرف مستقل کا (کہ فرد ہے شرک کی) انتفاء اور رابعہ سے خبر صحیح معتبر منداہل البصیرۃ سے علم و قدرت کا ثبوت، اور یہی شرائط عقلی بھی ہیں، جہاں احد الشرائط بھی منتفی ہوگا، ندا، استعانت ناجائز ہوگا۔ پھر عدم جواز کے مراتب حسب اختلاف ادلہ مختلف ہوں گے کہیں شرک ہوگا، کہیں معصیت، پھر کہیں خود خفیف ہوگا مگر عوام کے لیے مفسدہ بننے کے سبب شدید ہو جاوے گا، اور یہ سب تفصیل ندائے حقیقی یعنی قصد اقبال منادی میں ہے۔ اور ندائے مجازی بمعنی محض تذکر یا تحسر وغیرہا میں اگر کوئی مفسدہ نہ ہو، جائز ہے ورنہ ناجائز ہے... الخ (ایضاً، ج ۵، ص ۳۴۴) خود علی زئی نے مفتی محمد حنیف خالد دیوبندی صاحب کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل اور ذات کے اعتبار سے مددگار اور مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہے لیکن اسباب کے درجہ میں کسی کو مددگار اور مشکل =

موجودہ غیر مقلدین جو خوفِ خدا سے بالکل عاری ہیں، علمائے دیوبند کی اس وضاحت کے باوجود ان حضرات کی بعض عبارات اور ان کے چند ذوقیہ اشعار کو لے کر، العیاذ باللہ، ان کو گمراہ اور بدعقیدہ قرار دے کر اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ مثلاً زبیر علی زئی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حاجی صاحب نبی کریم ﷺ کو "مشکل کشا" کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ عقیدہ "وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ." "اور اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (الفاتحہ: ۵) کے سراسر خلاف ہے۔[1]

اسی طرح زبیر علی زئی نے دیگر اکابرین (مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے اشعار اور ان کی عبارات سے یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔[2]

علمائے غیر مقلدین اور استعانت بغیر اللہ

حالانکہ اس طرح کے اشعار اور عبارات سے اگر زبیر علی زئی کے نزدیک علمائے دیوبند بدعقیدہ ہیں تو پھر غیر مقلدین کے اکابرین ان سے بڑھ کر بدعقیدہ ہیں کہ ان کے ہاں یہ سب چیزیں بہت سارے اضافوں کے ساتھ موجود ہیں۔ چند حوالے پیش قارئین ہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

ان خوابوں سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کی ارواح سے بعد موت بھی حکم و مرضی الٰہی تصرفات ہوتے ہیں، اور طرح طرح کے فیوض و برکات بھی۔ حضرات صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے۔ اور اتفاق کے ساتھ یہ تواتر ان سے اس قسم کے

• کشا کہنا جائز ہے۔ زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بعینہ یہی عقیدہ بریلویوں کا ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۷) حالانکہ خود علی زئی ایک منکر حدیث جس نے حضرت لوط علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انہوں نے غیر اللہ سے مدد مانگی تھی، کے جواب میں لکھتے ہیں: ماتحت الاسباب مدد مانگنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا شرک نہیں ہوتا۔ شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک کیا جائے یا اموات سے مافوق الاسباب مدد مانگی جائے لہٰذا منکرین حدیث کی طرف سے سیدنا لوط علیہ السلام پر شرک کا الزام باطل ہے۔ (الحدیث ۳۲، ۱۷، ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی بھی علمائے دیوبند کے خلاف وہی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں جو پالیسی حضرات انبیاء علیہم السلام کے خلاف منکرین حدیث کی ہے۔

۱۔ الحدیث (۲۳/۳۲) ۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۵-۱۷)

واقعات منقول ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا۔

مگر بعض اہل ظاہر نے، جو سخت تشدد اور غلو رکھتے ہیں، ان امور کا انکار کیا ہے۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ سے اُن کی قبروں پر دُعا کا سوال کر سکتے ہیں اسی طرح خواب میں، اعمال کے انقطاع سے یہ مراد ہے کہ مرنے کے بعد ان کا کوئی عمل نامہ اعمال میں شریک نہیں کیا جاتا، نہ یہ کہ وہ کوئی عمل ہی نہیں کر سکتے۔ احادیث صحیحہ سے انبیاء کے عمل بعد از موت ثابت ہیں اور اولیاء اللہ سے بعد از موت بھی طرح طرح کے فیوض اور برکات ہونا متواتر منقول ہے۔ ثابت بنانی کی قبر میں جھانکا (گیا) تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء اللہ نے اپنی والدہ کی قبر پر جا کر کہا، اماں! اسی وقت پروردگار کی بارگاہ میں جاؤ اور اس خلجی سلطان کا علاج کراؤ جس نے مجھے تنگ کر دیا ہے۔ یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا اور اُسی روز مغرب کے بعد سلطان مارا گیا۔[2]

موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

اس سے یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہوگئی کہ جن امور پر مخلوق کو قدرت حاصل ہے ان میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، پکارنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا، اسی طرح ان میں غیر اللہ سے نفع نقصان کا عقیدہ رکھنا شرک اکبر نہیں ہے، نیز غیر اللہ سے اگر نفع اور نقصان کا خیال اس عقیدہ کے ساتھ ہو کہ جو کچھ بھی ہوگا، اللہ کی اجازت اور حکم سے ہو تو یہ بھی شرک اکبر نہیں ہے۔[3]

حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اور یہ کیسے شرک ہوسکتا ہے جبکہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. (اور وہ لوگ اللہ کی اجازت کے بغیر اس کے ذریعے سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے) معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم سے وہ نقصان پہنچا

۱۔ لغات الحدیث (کتاب ز، ۲/۱۷) ۲۔ ایضاً (کتاب ج، ۱/۳۵)

۳۔ ہدیۃ المہدی من فقہ المحمدی (ص ۴۰)

ملتے تھے۔ اسی "جامع البیان" کے مؤلف نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کی ہے تو اگر غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک ہو تو تفسیر "جامع البیان" کے مؤلف کا مشرک ہونا لازم آئے گا۔ پھر کیسے ان کی تفسیر پر اعتماد کیا جا سکے گا، جبکہ تمام اہلحدیث ان کی تفسیر کو معتبر مانتے ہیں۔[1]

علامہ وحید الزمان "غیر مقلد" غیر اللہ سے مانگنے اور انہیں پکارنے کے جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لو دعاء غير الله تعالى بغلبة الحب والاستغراق دعاء لغو يا بمعنى النداء وتنزيل الغائب منزلة الحاضر مثل قوله يا رسول الله او يا على او يا حيدر الكرار او يا مدار او يا سلار او يا محبوب اور يا غوث... والاستعانة والاستغاثة فى امور يقدر عليها العباد بالصالحين من الاموات كالانبياء والاولياء... فهذا وامثالة لايخرج المؤمن الاسلام.[2]

اسی طرح غلبہ محبت یا استغراق کی کیفیت میں اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور غائب کو حاضر کے درجہ میں سمجھا گیا مثلاً یا رسول اللہ، یا حیدر، یا علی، یا مدار، یا سالار، یا محبوب، یا غوث جیسے الفاظ کہے... یا ان امور میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جن پر اللہ کے نیک بندے قادر ہوتے ہیں... تو یہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں آدمی کو خارج از اسلام نہیں کرتی ہیں۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا میاں نذیر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

ہاں اگر کبھی غلبہ محبت کی بنا پر یا رسول اللہ، یا غوث الاعظم زبان سے نکل جائے تو جائز ہے۔[3]

مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ غیر مقلد (جن کے بارے میں غیر مقلد مؤرخ مولانا اسحاق بھٹی لکھتے ہیں: انہوں نے بڑی عمدگی سے بعض اہل حدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا[4]) نے غیر مقلد عالم مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی کرامات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ ایضاً (حاشیہ)
۲۔ ہدیۃ المہدی من الفقہ المحمدی (ص ۱۶)
۳۔ فتاویٰ نذیریہ (۱/۱۳۳)
۴۔ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی (ص ۴۸)

صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی جی (سلیمان منصور پوری) کو اپنے ساتھ لے لیا، حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لیے بیٹھنے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شائد ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا، اور فرمایا: سلیمان! بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے، صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں، بلکہ بیداری کا ہے۔[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک اولیاء اللہ مرنے کے بعد بھی دل کے راز بھی جانتے ہیں، اور ہر قسم کے تصرف پر قادر بھی ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کے محقق اعظم نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب ''اتحاف النبلاء'' میں ذکر کردہ بزرگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اگرچہ یہ لوگ کمیت میں کم ہیں تاہم کیفیت میں بہت زیادہ ہیں، اس لیے کہ یہی لوگ کامل مدد کا ذریعہ ہیں۔[2]

نیز نواب صاحب کے ایک طویل قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

یاسیدی یاعروتی وسیلتی ویاعدتی فی شدۃ ورخائی
قد جئت بابک ضارعا متضرعا متاوھا بتنفس الصعداء
مالی وراءک مستغاث فارحمنی یارحمۃ للعالمین بکائی

ترجمہ اشعار: اے میرے آقا! اے میرے سہارے اور وسیلہ! اور اے بدحالی وخوشحالی میں میری متاع! میں روتا گڑگڑاتا اور ٹھنڈی آہیں بھرتا آپ کے در پر آیا ہوں۔ آپ کے علاوہ میرا کوئی فریادرس نہیں۔ سو، اے رحمت للعالمین! میری گریہ وزاری پر رحم فرمائیں۔[3]

۱۔ کرامات اہلحدیث (ص۱۹) ۲۔ اتحاف النبلاء (ص۴۰)

۳۔ ہدیۃ المہدی (ص۲۰)؛ مآثر صدیقی (۳۰/۲)

نواب صاحب اپنے ان اشعار میں نبی کریم ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور صاف اعلان کر رہے ہیں کہ آپ کے علاوہ میرا کوئی فریادرس نہیں۔

''غیر مقلدین'' غیر اللہ سے مدد مانگنے میں ایسے غلو کا شکار ہوئے ہیں کہ خود اپنے اسلاف کو بھی حاجت روا مشکل کشا بنا دیا۔ نواب صدیق حسن خان ''غیر مقلد'' کے اشعار ملاحظہ ہوں:

شیخ سنت مددے قاضی شوکانی مددے
خواجہ دین صلہ قبلۂ پاکاں مددے[1]

نیز نواب صاحب کہتے ہیں:

قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکانی مددے[2]

زبیر علی زئی کو اِن اشعار میں کوئی خرابی نظر نہیں آ رہی لیکن اکابرین دیوبند کے کلام میں تنکا بھی ان کو شہتیر نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی صاحبؒ کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے علی زئی لکھتے ہیں:

> ان اشعار میں نانوتوی صاحب یہ عقیدہ بتا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی بھی نانوتوی صاحب کے حامی کار نہیں ہیں، لہٰذا وہ نبی ﷺ کو مافوق الاسباب پکار رہے ہیں... الخ[3]

کاش! علی زئی صاحب دیگر لوگوں پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے اپنے اکابر کی یہ عبارات اور ان کے کہے گئے یہ اشعار دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیتے تو ممکن ہے کہ وہ اس طرح کے فتویٰ سازی اور تبلیغ بازی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے:

اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

اور پھر غیر مقلدین کا دوغلہ پن ملاحظہ ہو کہ وہ ایک طرف تو اکابرین دیوبند کے ذوقیہ اشعار کو شرک قرار دیتے ہیں، اور علمائے دیوبند ان اشعار کی جو تاویل پیش کرتے ہیں ان کو یہ لوگ

۱۔ نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب (ص ۶۳) ۲۔ ایضاً (ص ۴۷)

۳۔ الحدیث (۳۲:۳۳)

تسلیم نہیں کرتے، لیکن اپنے اکابرین کے اس طرح کے اشعار کو وہ شرک قرار دینے کی بجائے ان کی تاویلات بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً غیر مقلدین کے ''وکیل سلفیت'' محمد رئیس ندوی نے نواب صدیق حسن خانؒ کے مذکورہ بالا اشعار (قاضی شوکانی مددے وغیرہ) کی جو تاویل پیش کی ہے، وہ ذرا ملاحظہ کریں۔

موصوف لکھتے ہیں:

اشعار میں بڑی نازک خیالی پیش کرنے کی شعراء کی عادت ہے، یہاں نواب صاحب کا بات کا مطلب یہ ہے کہ اہلحدیث کے ساتھ فرقہ اہل رائے فتنہ پردازی میں مصروف ہے، ان کے مقابلہ کے لیے ہمیں امام شوکانی جیسے حامی سنت کی کتابوں سے مدد لینے کی ضرورت پیش ہے، تقلید پرستی کے بھاری بوجھ سے لوگوں یعنی تقلید پرستوں کی کمریں ٹیڑھی ہو چکی ہیں، ان کے خلاف سنت نبویہ وقرآن مجید کی ورق گردانی سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم سرائی میں نواب (یہ نواب صاحب کا تخلص ہے) نے یہ غزل لکھی ہے، اے خواجہ دین اور پاک باز لوگوں کے مرجع! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقلید پرستوں کے خلاف ہماری مدد کیجیے۔ یعنی سنت نبویہ اور قرآن مجید کی ورق گردانی سے ہم مقلدین کے خلاف مدد حاصل کر کے ان کا حلیہ بگاڑ دیں گے۔[1]

نیز موصوف نے ان اشعار کی تاویل میں یہ بھی لکھا ہے:

اپنی اس عبارت میں دیوبندیہ نے حضرت الامام العلامہ سید صدیق حسن قنوجی بھوپالی پر مذکورہ بالا افتراء و بہتان ان کی کتاب ''نفح الطیب من ذکر المنزل الحبیب'' کے ص ۷۴، ۷۵ کے حوالہ سے کی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ نواب صاحب کی یہ کتاب اکثر و بیشتر منظوم ہے اور شاعرانہ کلام سے لوگ واقف ہیں کہ اس کا ظاہری معنی کچھ اور، حقیقی معنی کچھ اور ہوتا ہے... ان کے جملہ اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

۱۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۸۶۸)

اپنا پادشہ طیبہ سنت مددے کن
دل می مرد از دست مرا یاد وطن ہا

یعنی اے طیبہ کے بادشاہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمایئے،
میرا دل وطن کی یاد سے چھوٹا جا رہا ہے۔ اس شعر میں سنت نبویہ کے خزینہ مدینہ
منورہ کے بادشاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر مدد طلب کی گئی ہے،
حالانکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سنت نبویہ سے میری مدد کی جائے۔[1]

اب اگر اکابرین غیر مقلدین کے اشعار کی یہ تاویلات ہو سکتی ہیں تو پھر موجودہ غیر مقلدین
اور اکابرین دیوبند کے اشعار کی یہ تاویلات کیوں قابلِ قبول نہیں ہیں۔ ۔

اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے
اس قدر کم ظرف کوئی باغباں دیکھا نہیں

وظیفہ "یاعبدالقادر شیئاًللہ" اور غیر مقلدین

زبیر علی زئی نے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں افتراءً یہ بھی لکھا
ہے کہ آپ یاعبدالقادر جیلانی شیئاًللہ کے بھی قائل تھے۔[2] حالانکہ یہ علی زئی کا علامہ
کشمیری پر محض بہتان ہے، علامہ موصوف نے تو بڑے واشگاف الفاظ میں تصریح کی ہے کہ ان
الفاظ کا پڑھنا بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وکذلک یاشیخ عبدالقادر الجیلانی شیئاًللہ لم یُعَدَّ ذکراً، فلا
یترتب علیہ اجر، بل ھو لغو یخشیٰ ان یترتب علیہ وزر، سیّما اذا
اعتقد بہ ما خالف الشرع۔[3]

اسی طرح "یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاًللہ" کا پڑھنا بھی ذکر میں شمار نہیں ہوتا، اور نہ
ہی اس پر کوئی اجر ملتا ہے، بلکہ یہ ایک فضول کلام ہے، اور اس پر گناہ مرتب ہونے کا
خدشہ ہے، بالخصوص جب اس کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھا جائے جو خلافِ شرع ہو۔

۱۔ ایضاً (ص ۹۰۵،۹۰۶)
۲۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۵۶) بحوالہ فیض الباری (۲/۳۶۶)
۳۔ فیض الباری (۲/۱۵۴)

اور زبیر علی زئی کی بد دیانتی کی انتہاء ہے کہ انہوں نے علامہ موصوف کی اصل عبارت نقل کرنے کی بجائے محض "فیض الباری" (۲/۲۶۶) کا حوالہ دے کر یہ دعویٰ کر دیا کہ: آپ "یا عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ" کے قائل تھے۔ حالانکہ "فیض الباری" کے مذکورہ صفحے پر اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہاں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ واعلم ان الوظیفة الموعودة یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ، ان حملناها علی الجواز فلاریب انه لا اجر فیها اصلا۔ کہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کے وظیفہ کو اگر ہم جواز پر محمول کر بھی لیں تو پھر بھی بلاشبہ اس کو کہنے میں بالکل اجر نہیں ہے۔

اب اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ علامہ کشمیریؒ اس وظیفہ کے قائل تھے، وہ تو اس عبارت سے قبل صراحتاً فرمارہے ہیں کہ یہ وظیفہ پڑھنا ناجائز ہے، اور یہاں بھی وہ یہ تصریح کر رہے ہیں کہ اگر اس کو ہم جائز بھی مان لیں تو پھر بھی اس کے پڑھنے کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ لہٰذا علی زئی کا یہ کہنا کہ آپ اس وظیفہ کو پڑھنے کے قائل تھے۔ یہ علی زئی کا آپ پر سراسر بہتان ہے۔

البتہ علی زئی صاحب کے اپنے اکابرین اس کو جائز کہتے ہیں۔ چنانچہ مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت اہلحدیث پاکستان کے حالات میں لکھا ہے کہ:

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا غزنوی پر جب مقدمہ چلا تو عدالت میں جسٹس منیر نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ" کہنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں؟ مولانا غزنوی نے فرمایا: اس کا انحصار کہنے والے کی نیت پر ہے، ہر اس شخص کو جو یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے، مشرک نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ابھی آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے مگر آپ کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔ [۱]

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک صحیح نیت کے ساتھ یہ وظیفہ پڑھنا جائز ہے اور اس کے پڑھنے سے آدمی مشرک نہیں بنتا، لہٰذا علی زئی کو چاہیے کہ وہ علمائے دیو بند کی بجائے اپنے اکابرین کی خبر لیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱۔ نقوش عظمت رفتہ، از مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد (ص ۵۸،۵۶): غزنوی خاندان، از عبدالرشید عراقی غیر مقلد (ص ۱۰۷)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر پانچواں اِلزام:
جہمیہ اور مرجۂ کی موافقت

- علمائے دیوبند کا مؤقف
- غیر مقلدین کی جہمیہ، مرجۂ اور شیعہ سے موافقت
- غیر مقلدین کے عقائد

(۵)

’’جہمیہ ومرجۂ‘‘ کی موافقت کا الزام

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر پانچواں الزام ’’جہمیہ‘‘ اور ’’مرجۂ‘‘ کی موافقت ہے حالانکہ علمائے دیوبند بحمد للہ نہ ’’جہمیہ‘‘ ہیں، نہ ’’مرجۂ‘‘۔ بلکہ علمائے دیوبند ’’اہل السنت والجماعت‘‘ کے مسلک اعتدال کے ترجمان ہیں۔

زبیر علی زئی نے ’’جہمیہ‘‘ اور ’’مرجۂ‘‘ کی موافقت کے عنوان کے ذیل میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علمائے دیوبند ’’جہمیہ‘‘ کی طرح صفات باری تعالیٰ میں تاویلات کرتے ہیں، اور ’’مرجۂ‘‘ کی طرح ایمان میں زیادتی ونقصان کے قائل نہیں ہیں۔ نیز وہ ’’جہمیہ‘‘ کے فرقہ ’’ملتزمہ‘‘ کی طرح خدا کو ہر جگہ موجود مانتے ہیں۔[1]

’’غیر مقلدین‘‘ کی ’’جہمیہ، مرجۂ، شیعہ‘‘ سے موافقت

زبیر علی زئی سے ہمیں یہ گلہ ہے کہ وہ اپنے گھر کی فکر کرنے کی بجائے دوسروں پر کیچڑ اُچھالتے ہیں۔ خود اپنی جماعت کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ یہ نام نہاد اہلحدیث جماعت خود کتنے اہل بدعت فرقوں کی آراء وافکار کا مجموعہ ہے۔

مولانا عبدالعزیز غیر مقلد سابق سیکرٹری اہلحدیث ہند اس نام نہاد اہلحدیث جماعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> آہ! آج اہلحدیث کی حالت یہ ہے کہ جو شخص مذہب اہلحدیث میں معتزلہ و متکلمین کی تاویلات و تحریفات کی آمیزش کر کے اس کو اہلحدیث کی طرف سے پیش کرے اس کے لیے کوئی ملامت نہیں، جو شخص صحابہ کرام کی تفسیر چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی تفسیر کو اپنی کتاب کے لیے مایہ ناز سمجھتا ہو اُس پر کوئی انکار نہیں ہے، جو شخص صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کے مسلک کے خلاف صفات باری تعالیٰ میں معتزلہ اور متکلمین کی تاویلات کو رائج کرتا ہو اُس کے لیے کوئی زجر

۱۔ ملخصاً از: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۸،۱۹)

وتوضیح نہیں ہے۔ اپنی ابتدا اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ زبان سے نکلا ہے:

یا دل پہ کوئی زخم نہ تھا جز نمود داغ
یا اب بڑھ گیا ہے کہ ناسور ہو گیا[1]

نیز موصوف لکھتے ہیں:

آج جماعت اہلحدیث ایک جسم بلا روح رہ گئی بلکہ جسم کہتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے۔ آج ہم میں تفرق وتشتت کی یہ حالت ہے کہ شاید ہی کسی جماعت میں اس قدر اختلاف و افتراق ہو۔ مذہبی احساسات وعقائد کی پختگی کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔[2]

اسی طرح موصوف نے اپنی جماعت کے علماء کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

ان لوگوں کو شرم کرنی چاہیے جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں اور تقریروں میں جب مذہب اہلحدیث بیان کرتے ہیں تو حدیث نبوی کی تشریح کرتے ہوئے خاص طور پر لکڑی کی چپنی بنا کر دکھلاتے ہیں کہ یہ سیدھی چپنی مذہب اہلحدیث ہے جو صحابہ کرام، تابعین، ائمہ دین کے وقت سے برابر چلا آتا ہے اور یہ ٹیڑھی چپلیاں دوسرے فرقے والے ہیں جو اسلام کے عہد مبارک اور صدر اول کے بعد ظاہر ہوئے لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو وہی لوگ صحابہ کرام اور ائمہ حدیث کا مسلک چھوڑ چھاڑ کر کہیں متکلمین کی خوشہ چینی کرتے ہیں، کہیں معتزلہ جہمیہ کی تقلید کرتے ہیں اور کہیں متاخرین مقلدین کے در پر کاسہ گدائی لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم![3]

مولانا عبید اللہ رحمانی غیر مقلد بڑی دلسوزی سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

افسوس ہے کہ جن خرافات سے اہلحدیث پرہیز کرتے تھے، اور جو بدعتیوں کے

۱۔ فیصلہ کن (ص ۴۳)

۲۔ ایضاً (ص ۴)

۳۔ تحفہ ثنائیہ (ص ۲۶)

شعار بھی سمجھے جاتے ہیں، اب الجحدیث عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے بعض علماء نے بھی بغیر کسی جھجک کے ان کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ذریعۂ معاش بنالیا ہے۔[۱]

نامور غیر مقلد عالم مولانا عبدالقادر حصاروی مرحوم لکھتے ہیں:

لیکن افسوس ہے کہ الجحدیث کہلانے والے آج اہل بدعت کے ساتھ ہر دینی کام، نماز، سلام، جنازہ، نکاح، مجالست وغیرہ میں اشتراک کر کے ان میں ایسے جذب ہوئے ہیں کہ ان کا عین بن گئے ہیں۔[۲]

نیز لکھتے ہیں:

افسوس ہے اس زمانے کے نام نہاد الجحدیث حسب نسب، مال جمال پر فریفتہ ہو کر نکاح کرتے ہیں، اور ذات پرستی کا اس قدر رواج ہے کہ ہندوؤں کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔[۳]

نیز لکھتے ہیں:

یہ نام نہاد ایسے بے وقوف ہیں کہ قبر پرستوں سے، تعزیہ پرستوں سے، بے نماز کافروں سے، ہر قسم کے بے دینوں سے مناکحت کر لیتے ہیں اور کچھ غیرت مذہبی نہیں رکھتے۔[۴]

نیز لکھتے ہیں:

جب قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ مشرکین کو نکاح نہ دو اور نہ مشرکہ عورتوں سے نکاح کرو تو پھر اس زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث کس منہ سے الجحدیث بنتے ہیں، جو اہل بدعت حنفی مذہب والوں کو اپنی لڑکیاں دے رہے ہیں۔ یہ دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اپنے دعقلوں

۱۔ ماہنامہ محدث دہلی (ج ۲ ش ۲) : فتاویٰ علمائے حدیث (۹۰/۲)

۲۔ سیاحت الجنان بسنا کحۃ اہل الایمان (ص ۱۳)

۳۔ ایضاً (ص ۱۸)

۴۔ ایضاً (ص ۱۹، ۲۰)

میں، تقریروں میں، مجلسوں میں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حنفی مذہب جھوٹا ہے، حنفی بدعتی ہیں، مشرک ہیں، اور کتابوں، رسالوں، اخباروں میں یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں لیکن جب بیاہ کا موقع آتا ہے تو لڑکی دے بھی دیتے اور لے بھی لیتے ہیں۔ ۔

حرص و شہوت مردارا احمق کند

عقل را بے نور و بے رونق کند[1]

اسی طرح مولانا عبدالاحد غیر مقلد وغیرہ کے حوالے گزر چکے ہیں کہ موجودہ غیر مقلدین مثل 'جہمیہ اور شیعہ' وغیرہ باطل فرقوں کے ہیں۔

غیر مقلدین کے عقائد

زبیر علی زئی کی جماعت کا تعارف خود ان کے اپنے اکابرین سے کرانے کے بعد اب ہم ان عقائد ونظریات سے متعلق ان کے اکابرین کے اقوال وارشادات نقل کرتے ہیں کہ جن کی وجہ سے زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند کو 'مرجۂ وجہمیہ' کی موافقت کا طعنہ دیا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ موجود ہونا

''مرجۂ اور جہمیہ'' کی موافقت کے ذیل زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود مانتے ہیں۔ اس پر خود ''غیر مقلدین'' کے اکابر کے خیالات ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ محمد شوکانی رحمہ اللہ (م ۱۲۵۵ھ)، جن کے متعلق مولانا بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں: فخر المتاخرین امام محمد بن علی شوکانی، جن کا علم وکمال وامامت واستقامت اہل حدیثان زمانہ حال میں بالاتفاق مسلّم ہے۔[2]

موصوف کے صفات باری تعالیٰ سے متعلق عربی حوالہ کا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ غیر مقلد کے قلم سے مترجم اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ سیاحۃ الجنان بسناکۃ اہل الایمان (ص ۱۵،۱۶)

۲۔ اشاعۃ السنۃ (۱۴/۸)

خدا کی جن صفات کو سلف صالحین نے ظاہر پر جاری رکھا ہے جیسی کہ قرآن و حدیث میں آئی ہیں، ان میں سے ایک صفت استواء ہے۔ کتاب و سنت کی دلیلیں اس میں بہت ہیں۔ جیسا ہم استواء اور اس جہت میں ہونے کے متعلق کہتے ہیں، اسی طرح ہم آیات معیت: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وغیرہ میں کہتے ہیں۔ یعنی ہم ایسی آیات میں وہی کہتے ہیں جیسا قرآن میں آیا ہے کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ ہم اس کی تاویل میں تکلف نہیں کرتے جیسا کہ ہمارے غیر کرتے ہیں کہ اس سے مراد علم ہے، کیونکہ یہ ایک تاویل ہے جو مذاہب خلف کے مخالف ہے۔ اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے بھی بالکل خلاف ہے۔ جب تو سلامتی کے راستہ پر پہنچ گیا، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اس سے آگے نہ گزر۔[۱]

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد مذکورہ حوالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ امام شوکانی نہ تو استواء کی تاویل کرتے ہیں اور نہ معیت خداوندی کی تاویل کے قائل ہیں بلکہ ہر قسم کی تاویل پر صحابہ اور سلف صالحین کے مذاہب کے خلاف بتاتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک ھو معکم کی تاویل علم کے ساتھ کرنے والے مذاہب سلف کے ایسے ہی مخالف ہیں جیسے وہ لوگ جو استواء علی العرش کی تاویل کرتے ہیں۔[۲]

(۳) نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۸۹۰ء) جن کے متعلق مولانا امرتسری لکھتے ہیں: ہندوستان کے نامور سلفی اہلحدیث مصنفین میں سے مولانا نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی مشہور ترین ہیں۔ تو نواب صاحب موصوف کا اس مسئلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے قلم سے ایک مترجم اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ استواء علی العرش اور اللہ کا آسمان پر ہونا اور مخلوق سے مبائن ہونا اور اس کا قرب اور معیت اور جو بھی صفات آئی ہیں، کیفیت بتانے اور علم و قدرت کے

۱۔ رسالہ التحف فی مذاہب السلف (ص ۱۲،۱۳)

۲۔ مقالہ روپڑی (ص ۱۳)

۳۔ ایضاً

ماتھ تاویل کرنے کے بغیر ظاہر پر جاری ہیں۔ کیونکہ تاویل کرنے کی کوئی دلیل شرعی وارد نہیں ہوئی۔[1]

مولانا امرتسری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قاضی شوکانی کی عبارت سے بھی واضح تر ہے۔ مطلب اس کا وہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا کہ عرش پر ہے ویسا ہی زمین پر ہے۔ رہا یہ امر کہ کیسے ہے؟ سو یہ سوال کیفیت سے ہے جو حوالہ بخدا ہے۔[2]

اسی طرح مولانا امرتسری نے جماعت غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین بٹالوی سے بھی یہی عقیدہ نقل کیا ہے۔[3]

خود مولانا امرتسری غیر مقلد اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں خدا کی صفت قرب و معیت کو اور اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلا تاویل یقین کرتا ہوں۔[4]

نیز مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

قرآن شریف میں "اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" بھی ہے، اور "هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" بھی ہے۔ دونوں کو بجائے خود رکھنا چاہیے۔ امام شوکانیؒ نے اپنے رسالہ "عقیدۃ السلف" میں اس کا ذکر مفصل کیا ہے۔[5]

مولانا عبدالجبار غزنویؒ غیر مقلد نے بھی بڑی تفصیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اور ہر جگہ بذاتہٖ موجود ہیں۔[6]

اب جس عقیدہ کو یہ اکابرین غیر مقلدین حق کہہ کر اس پر جے ہوئے ہیں اور اس کو سلف

۱۔ کتاب الجوائز والصلات (ص ۲۶۲)

۲۔ مظالم روپڑی (ص ۱۳)

۳۔ ایضاً (ص ۱۲)

۴۔ ایضاً (ص ۱۱)

۵۔ فتاویٰ ثنائیہ (۱/۱۹۹)

۶۔ الاعتصام (ش ۳۳)؛ فتاویٰ علمائے حدیث (۹/۵۱، ۵۲)

صالحین کا مسلک قرار دے رہے ہیں، علی زئی اس عقیدہ کو باطل باور کرا کے علمائے دیوبند کو اس کا الزام دے رہے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

(۲) ایمان میں کمی وزیادتی

زبیر علی زئی نے دھوکہ دیتے ہوئے ایمان میں زیادتی اور کمی کے مسئلہ کو صرف "مرجئہ" کا مسلک قرار دے کر علمائے دیوبند پر تنقید کی ہے، حالانکہ اہل السنّت والجماعت کے کئی جلیل القدر ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں اور اس بابت حنفیہ اور مرجئہ کے درمیان آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ باقرار علمائے غیر مقلدین حنفیہ کے مسلک کی تائید میں قرآن وحدیث سے دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب ارقام فرماتے ہیں:

ایمان میں کمی بیشی کے مسئلہ کا مدار ایمان واعمال صالحہ کی درمیانی نسبت ہے۔ اس کے متعلق علمائے اسلام میں اختلاف ہے جس کی تفصیل امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری میں لکھدی ہے۔[۱]

نیز لکھتے ہیں:

جس امر میں بزرگانِ دین کا اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بُری بات ہے۔ لیکن چونکہ بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں، جس کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ اعمال کے جزء ایمان ہونے یا نہ ہونے یعنی داخل ماہیت ایمان ہونے یا نہ ہونے کی بنا پر ایمان واسلام کی درمیانی نسبت کے سمجھنے پر ہے کہ ہر دو ایک ہیں یا ان میں کچھ اختلاف ہے۔ اور اس امر میں ائمہ دین میں جو اختلاف ہے وہ معلوم علماء ہے۔ جیسے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی شرح صحیح بخاری میں نہایت بسط سے بیان کر دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو

۱۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۸۶)

سکتا ہے کہ ہر فریق کے پاس قرآن وحدیث سے دلائل ہیں۔ پس کسی فریق کو بھی ملامت نہیں کر سکتے۔[۱]

اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

خاکسار نابکار کہتا ہے کہ ایمان بحسب لغت تصدیق کو کہتے ہیں جو دل کا کام ہے...الخ

نیز مولانا سیالکوٹی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ اور آپ کے تلامذہ پر ارجاء کی تہمت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آپ اہل السنت کے بزرگ امام ہیں۔ اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور تورع پر گزری، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

ارجاء اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے، جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے۔ لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔[۲]

پھر اس کے بعد موصوف نے بڑی تفصیل اور مستند حوالہ جات سے آپ پر اور آپ کے تلامذہ پر اس الزام کو رفع کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کے مسلک اور فرقہ مرجئہ کے مسلک میں بہت فرق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرجئہ کے نزدیک جس شخص نے زبان سے اقرار کرلیا اور دل سے تصدیق کرلی، اس کو کوئی معصیت بالکل ضرر نہ دے گی۔ جب کہ امام صاحب اور دیگر بعض ائمہ اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ عمل ایمان کا جز نہیں مگر ثواب وعتاب اس پر مرتب

۱۔ تاریخ اہلحدیث (ص۸۸)

۲۔ ایضاً (ص۷۷-۹۵)

ہوتا ہے۔[1]

اور آخر میں مولانا نے بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ غیر مقلد، مرجئہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) مرجئۃ البدعۃ، (۲) مرجئۃ السنۃ (جو مسلک ائمہ اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب ہے) اور یہ وضاحت کی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کو "مرجئہ" کی جس قسم میں شمار کیا ہے اس سے مراد قسم ثانی ہے۔[2]

جن ائمہ کے نزدیک ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے، ان میں سے امام بخاری بھی ہیں۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد آپ کے نظریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم یہ مانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو الایمان قول وعمل، میں خاص قسم کا کد اور تشدد تھا، جس کی شہادت صحیح بخاری کی کتاب الایمان سے بھی ملتی ہے۔[3]

(۳) صفاتِ باری تعالیٰ میں جائز تاویلات

زبیر علی زئی نے "مرجئہ" اور "معتزلہ" کی موافقت کے ذیل میں علمائے دیوبند رحمہم اللہ پر جو تیسرا الزام لگایا ہے وہ صفات باری تعالیٰ میں (جائز) تاویلات کرنا ہے، اور اس کی وجہ سے انہوں نے علمائے دیوبند کو جہمیہ فرقہ کا مذہب اختیار کرنے کا طعنہ دیا ہے۔[4] حالانکہ یہ زبیر علی زئی کی جہالت ہے ورنہ خود ان کے اپنے علماء نے بھی صفات باری تعالیٰ میں جائز تاویلات کرنے کو درست کہا ہے اور اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل حدیث کا مذہب قرار دیا ہے۔ ذیل میں مسئلہ صفات باری تعالیٰ کی تاویل کے بارے میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ غیر مقلد کی ایک عبارت کا ترجمہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

۱۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۷۷-۹۵)

۲۔ ایضاً (ص ۹۴،۹۵)

۳۔ سیرت البخاری (ص ۱۴۰)

۴۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۸)

چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

اس قسم میں (آیات صفات کی تاویل میں) علمائے امت کے تین مذہب ہیں۔ (اول) یہ کہ ان میں تاویل کو کوئی دخل نہیں بلکہ ان کو ان کے ظاہر پر جاری کیا جاوے اور ان میں سے کسی کی بھی تاویل نہ کی جائے۔ اور یہ قول مشبہین کا ہے۔ (دوسرا) یہ کہ ان کی کوئی تاویل تو ضرور ہے لیکن اس تاویل سے رکے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تشبیہ (کسی کی طرح ہونے) اور تعطیل (صفات سے معطل و خالی ہونے) سے پاک ہے۔ بدیں قول الٰہی: وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ. ابن برہان نے کہا، سلف کا یہی قول ہے۔ (اور تیسرا مذہب یہ ہے) کہ یہ آیات قابل تاویل ہیں، ابن برہان (مذکور) نے کہا، ان مذاہب (مذکورہ بالا) میں سے پہلا مذہب یعنی تشبیہ تو باطل ہے اور دوسرے دونوں صحابہ سے منقول ہیں۔ اور یہ تیسرا مذہب یعنی تاویل والا حضرت علی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔[1]

اس کے بعد مولانا سیالکوٹی صاحب اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

بعض لوگوں کا خیال اب بھی ہے اور پہلے بھی رہا ہے کہ اہلحدیث مطلقاً (صفات باری تعالیٰ کی) تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ان کی یہ رائے مسئلہ صفات کو تفصیلاً نہ سمجھنے اور ائمہ اہلحدیث کی تصریحات وتشریحات کو نہ جاننے کے سبب ہے۔ بلکہ صفات فعل میں جہاں کوئی قطعی دلیل عقلی یا نقلی تاویل پر مجبور کرے وہاں اہلحدیث بھی تاویل کرتے ہیں۔[2]

نیز اس بابت حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان ہر دو ائمہ اہلحدیث کی تصریحات سے صاف ثابت ہو گیا کہ اہلحدیث کو تاویل

۱۔ ارشاد الفحول (ص ۱۶۴)

۲۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۳۲۳)

سے بہر صورت انکار نہیں۔ بلکہ وہ صرف ان باطل تاویلوں سے انکار کرتے ہیں...... الخ[1]

مولانا سیالکوٹی صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ایسی صفات (جو مخلوق کی صفت و شان میں بھی مستعمل ہیں) کے متعلق علمائے سنت کے دو مسلک ہیں۔ تفویض یعنی ان کی حقیقت سپرد خدا کرنا اور تاویل یعنی ظاہری معانی کو چھوڑ کر مجازی وغیرہ معنی مراد لینے۔[2]

پس جب خود غیر مقلدین کے اپنے اکابر اقرار کر رہے ہیں کہ صفات باری تعالیٰ میں جائز تاویل کرنے کا مذہب بعض صحابہ کرام اور بعض اہل سنت کا بھی ہے اور خود اہلحدیث کو بھی اس سے انکار نہیں تو پھر اگر علمائے دیوبند نے یہ لکھ دیا کہ صفات باری تعالیٰ کی جائز تاویل کرنا بھی درست ہے تو اس پر علی زئی صاحب وغیرہ کا ان کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنا چہ معنی دارد؟

الحاصل: علی زئی صاحب نے جن تین مسائل (۱) اللہ ہر جگہ موجود ہے، (۲) ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور (۳) صفات باری تعالیٰ کی جائز تاویل درست ہے، کی وجہ سے علمائے دیوبند پر ''جہمیہ'' اور ''مرجئہ'' کی موافقت کا الزام لگایا ہے، ان تینوں مسائل کو غیر مقلدین اکابر بھی درست قرار دے رہے ہیں اور وہ خود بھی اسی عقیدہ کے قائل ہیں۔

لہٰذا علی زئی صاحب کو چاہیے کہ علمائے دیوبند پر بدعتی ہونے کا فتویٰ دائر کرنے سے پہلے اپنے اکابر کی خبر لیں۔ دیدہ باید۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر نہیں
تم سا احمق تو دنیا میں کوئی بشر نہیں

۱۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۳۲۶)

۲۔ واضح البیان فی تفسیر ام القرآن (ص ۲۸۲)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر چھٹا اِلزام:
اکابر پرستی اور غلو

- علمائے دیوبند کا مسلک اِعتدال
- غیر مقلدین کی اکابر پرستی اور غلو

(۶)

اکابر پرستی اور غلو کا الزام

علمائے دیوبند اپنے اسلاف، اکابر سے عقیدت، محبت اور اتباع کو سرمایہ دارین سمجھتے ہیں اور قرآن وسنت کے سمجھنے میں اکابر کی تعلیمات کے اتباع کو اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ اولیاء کرام، صوفیائے عظام کا طبقہ مسلک علمائے دیوبند کی رو سے امت کے لیے روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے جن سے اس امت کی باطنی حیات وابستہ ہے جو اصل حیات ہے اس لیے علمائے دیوبند ان کی محبت وعظمت کو ایمان کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں مگر غلو کے ساتھ اس محبت وعقیدت میں انہیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے، ان کی تعظیم شرعاً ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس کے معنی عبادت کے نہیں لیتے کہ انہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ و رکوع وطواف ونذر ریامنت، یا قربانی کا محل بنالیا جائے۔[۱]

غیر مقلدین کی اکابر پرستی اور غلو

زبیر علی زئی صاحب نے علمائے دیوبند پر الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے بارے میں سخت غلو کرتے ہیں۔[۲]

علمائے دیوبند کا موقف تو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حوالہ سے مذکور ہوا ہے۔ اب خود "غیر مقلدین" اپنے اکابر سے کس غلو کی عقیدت رکھتے ہیں اور کس قدر اکابر پرستی میں مبتلا ہیں۔ ملاحظہ ہو، چنانچہ "غیر مقلدین" کے امام العصر مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے دعویٰ کیا ہے کہ:

اہلحدیث جو کچھ کرتے اور جو کچھ کہتے ہیں سب حدیث رسول ﷺ کی بنا پر

۱۔ مسلک علمائے دیوبند (ص ۲۹،۲۸)

۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۹)

کرتے اور کہتے ہیں۔ اپنی رائے محض سے نہ کچھ کہتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔[1]

خود زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

میں اور میرے تمام ساتھی علی الاعلان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مذہب اہلحدیث ہی حق ہے، اس کے علاوہ تمام مذاہب باطل ہیں۔ چاہے وہ دیوبندیوں کا مذہب ہو یا شیعوں خارجیوں کا۔ والحمدللہ۔ ہمیں تو اپنے دین و مذہب کے مکمل سچا ہونے کا پورا یقین ہے مگر آپ لوگ یعنی آل دیوبند یہ سمجھتے ہیں کہ دیوبندیوں کا مذہب درست ہے مگر اس میں خطا کا احتمال ہے۔[2]

اس بیان میں زبیر علی زئی نے خود تسلیم کر لیا کہ حضرات دیوبند کی بجائے خود غیر مقلدین اکابر پرستی اور غلو میں مبتلا ہیں۔

ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیز مشہور غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان نے زبیر علی زئی وغیرہ جیسے نام نہاد اہلحدیثوں کے اس غلو کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے کہ:

ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید نوراللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے۔ برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف سے کام لو۔ جب تم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے پیشوا اہلحدیث ان کے سوا اور بہت سے گزرے ہیں، جیسے امام ابن حزم ظاہری، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام داؤد ظاہری، اسحاق بن راھویہ، امام بخاری، شیخ جلال الدین سیوطی، امام نووی، امام سخاوی، محمد بن اسماعیل امیر، شیخ محی الدین

۱ وضح البیان (ص ۵۶۰)

۲ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۶۵)

ابن عربی، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اگر ہم دلائل پر غور کر کے کسی مسئلہ میں ان بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے ساتھ اتفاق کریں تو کونسا گناہ لازم آیا اور وہ کیوں قابل ملامت ٹھہرے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ[1]

نیز لکھتے ہیں:

بعضے اہلحدیث ایسے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید سے تو بھاگے لیکن ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تقلید اندھا دھند کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے: فرمن المطر وقام تحت المیزاب یا "صلت علی الاسعد وبلت عن النقد."[2]

مولانا محب اللہ شاہ راشدیؒ (جن کو علی زئی اپنا استاذ قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ اگر مجھے رکن ومقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا، میں نے شیخنا محب اللہ شاہ سے زیادہ نیک، زاہد، افضل... کوئی نہیں دیکھا)[3] علی زئی کے انتہائی ممدوح اپنے غیر مقلد بھائیوں کے غلو کا شکوہ کرتے ہوئے قمطراز ہیں:

> بعض علمائے اہلحدیث کی کسی تحریر یا مضمون پر اگر نیک نیتی سے تنقید یا تبصرہ کیا جائے تو اس پر وہ حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کے بجائے وہ کھڑے وہ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ فلاں کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس پر تبصرہ یا تنقید کرے۔ قوم عاد کی طرح اپنے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ہمارا لکھا ہوا حرف آخر ہے یا مثل وحی ہے جو ہرگز غلط نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جس نے بھی خوش قسمتی یا بدقسمتی سے ان پر قلم اٹھایا ہے وہ ہی قابل گردن زنی ہے۔ بس پھر تو بیچارے کے اوپر بے جا اور غلط الزامات کی بھرمار شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنی تحریر سے خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ میں حق پر

۱۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ص، ص ۱۲،۱۳)

۲۔ ایضاً (ج ۱، کتاب و، ص ۴۱)

۳۔ الحدیث (ش ۱، ص ۴۰)

ہوں۔ بس یہی باتیں ہیں جس کے نتیجہ میں یہ فتویٰ بازی اور ایک دوسرے کی گلا، غیبت، اتہام، دشنام طرازی اور بیہودہ بکواس ملک بھر میں چلتی رہتی ہے اور انتشار کا ایک ایسا طوفان برپا ہو جاتا ہے کہ جس میں ہر کوئی تنکے کی طرح بہہ جاتا ہے۔ اور پھر اس ہمہ گیر آگ میں سوکھوں کے ساتھ ہرے بھی جل جاتے ہیں۔ کیا اس بارے میں اور بھی تفصیل کی ضرورت ہے؟ عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔[1]

ان اقتباسات کے بعد علی زئی صاحب خود فیصلہ کرلیں کہ دیوبندی اکابر پرستی اور غلو کرتے ہیں یا آپ نام نہاد اہلحدیث؟

ع		میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

باقی زبیر علی زئی نے حضرات مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی نانی صاحبہ کا واقعہ جوڑ کر کیا ہے اس کا تعلق کرامات سے ہے۔ اور اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کرنا سوائے جہالت اور حماقت کے اور کچھ نہیں ہے۔ خود غیر مقلدین نے اپنے اکابرین کی بڑی بڑی کراماتیں ذکر کی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ''کرامات اہل حدیث'' از مولانا عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد، اور'' کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ'' (ص ۲۱۱-۲۲۱)

۱	مقالات راشدیہ (۳۸۳،۳۸۴/۱)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر ساتواں اِلزام:
حدیث وصحابہ کرام کی توہین

- علمائے دیوبند کا حدیث اور صحابہ کرام کے متعلق موقف
- غیر مقلدین کی گستاخیاں
- زبیر علی زئی کی گستاخانہ زبان

(۷)

توہین حدیث وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا الزام

زبیر علی زئی صاحب نے علمائے دیوبند پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ یہ حضرات احادیث، صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی گستاخیاں کرتے ہیں۔[1]

حالانکہ یہ علی زئی کا حضرات دیوبند پر افتراء ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

حدیث کے سلسلے میں بھی علمائے دیوبند کا مسلک نکھرا ہوا اور صاف ہے اور اس میں وہی جامعیت اور اعتدال کا عنصر غالب ہے جو دوسرے مقاصد دین میں ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ وہ حدیث کو چونکہ قرآن کریم کا بیان اور دوسرے درجہ میں مصدر شریعت سمجھتے ہیں اس لیے کسی ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ بشرطیکہ وہ قابل احتجاج ہو۔ حتیٰ کہ متعارض روایات کے سلسلہ میں بھی ان کی سب سے پہلی سعی اخذ وترک کے بجائے تطبیق وتوفیق اور جمع بین الروایات کی ہوتی ہے تاکہ ہر حدیث کسی نہ کسی طرح عمل میں آ جائے، متروک نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک سلسلہ روایات میں اعمال اولیٰ ہے اہمال سے، پھر اسی جامعیت مسلک کے تحت حسب اصول، حنفیہ متعارض روایات میں رفع تعارض کی جس قدر اصولی صورتیں ائمہ اجتہاد کے یہاں زیر عمل ہیں وہ سب کی سب موقعہ بہ موقعہ مسلک علمائے دیوبند میں جمع ہیں۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے، جن کا اصطلاحی لقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ خدا اور رسول

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۲،۲۱،۲۰)

۲۔ مسلک علمائے دیوبند (ص ۴۵)

نے من حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف حضرات صحابہ کرام ؓ کا طبقہ ہے ان کے سوا کسی طبقہ کو من حیث طبقہ مقدس نہیں فرمایا اور طبقہ کے طبقہ کی تقدیس کی ہو کر اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد و مرشد، راضی و مرضی، تقی القلب، پاک باطن، مستحق الاطاعت، محسن وصادق، اور موعود بالجنۃ فرمایا۔ پھر ان کی عمومی مقبولیت و شہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں رکھا بلکہ عمومی گردانا، کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دے کر بتلایا کہ وہ اگلوں میں بھی جانے پہچانے لوگ تھے اور قرآن کریم میں ان کے مداح و مناقب کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ پچھلوں میں بھی جانے پہچانے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جب تک قرآن کریم رہے گا زبانوں پر، دلوں میں ہر وقت کی تلاوت میں، پنج وقتہ نمازوں میں، خطبات و موعظات میں، مسجدوں میں اور معبودوں میں، مدرسوں اور خانقاہوں میں، خلوتوں اور جلوتوں میں، غرض جہاں بھی اور جب بھی اور جس نوعیت سے بھی قرآن کریم پڑھا جاتا رہے گا، وہیں ان کا چرچا اور امت پر ان کا تفوق نمایاں ہوتا رہے گا۔ پس بلحاظ مدح و ثناء امت میں یکتا و بے نظیر ہیں جن کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اول و آخر کوئی نظیر نہیں ملتی، مگر علمائے دیوبند نے اپنے اس مسلک میں جو صحابہ کرام ؓ کی بابت عرض کیا گیا، رشتہ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور کسی گوشہ سے بھی اس میں افراط و تفریط اور غلو کو آنے نہیں دیا۔ مثلاً اس عظمت و جلالت کے معیار سے صحابہ کرام ؓ میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھے اور کسی کو معاذ اللہ لائق عداوت سمجھے، کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوں اور العیاذ باللہ کسی کی مذمت میں، یا تو انہیں سب و شتم اور قتل و غارت کرنے پر اُتر آئے اور ان کا خون بہانے میں بھی کسر نہ چھوڑے اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں۔ انہیں معصوم سمجھنے لگیں، حتیٰ کہ ان میں سے بعض میں حلول خداوندی ماننے لگیں۔ علمائے دیوبند کے مسلک پر یہ سب حضرات مقدسین مقدس کے انتہائی مقام پر ہیں، مگر نبی یا خدا نہیں، بلکہ بشریت کی صفات سے

متصف، لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں، مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات تک نہیں پہنچ سکتے، یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں علمائے دیوبند نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرف صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں ہیں اس لیے محبت و عظمت میں بھی یکساں ہیں، البتہ ان میں باہم فرق مراتب بھی ہیں، لیکن یہ فرق چونکہ نفس صحابیت کا فرق نہیں اس لیے اس سے نفس صحابیت کی محبت و عقیدت میں بھی فرق نہیں پڑ سکتا۔

پس اس مسلک میں الصحابة کلهم عدول (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے) کا اصول کارفرما ہے۔ جو اس دائرہ میں اہل السنت والجماعت کے مسلک کا، جو بعینہٖ مسلک علمائے دیوبند ہے، اولین سنگ بنیاد ہے۔[1]

علمائے دیوبند حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتنا احترام کرتے ہیں آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب ''غیر مقلدین'' کے نمونہ کو دیکھئے جو سب سے بڑا گستاخ ہے اور ان کے حملوں سے نہ احادیث محفوظ ہیں اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نہ دیگر اکابرین امت۔

غیر مقلدین کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخیاں

ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدیت کے بانی مولوی عبدالحق بنارسی کا ایک بیان مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، جس میں اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''ان کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں اور ہم کو سب حدیثیں یاد ہیں اور ان کا علم کم تھا اور ہمارا علم بڑا ہے۔''[2]

نیز اس بدبخت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہوئے یہ بکواس کی ہے کہ:

۱۔ مسلک علمائے دیوبند (ص ۲۱، ۲۲، ۲۳)

۲۔ کشف الحجاب (ص ۲۱) بحوالہ: مقدمہ رسائل اہلحدیث (۲۹/۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مرتد ہوئی اور اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔[۱]

مولانا عبدالرحمان پانی پتی نے عبدالحق بناری کا جو بیان نقل کیا ہے، اس کی تائید مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد (جو اپنے فرقہ میں "وکیل اہلحدیث" کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں) کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا بٹالوی نے مولوی عبدالحق کے سلف صالحین پر طعن وطعن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> مولوی عبدالحق بناری یہی روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے، مگر آخر مرنے سے پہلے وہ اس مذہب شیعی سے تائب ہو گئے۔[۲]

مولانا بٹالوی نے اپنے اس بیان میں جو کچھ کہا ہے قطع نظر اس سے کہ مولوی بناری مرنے سے کتنا عرصہ پہلے شیعیت سے تائب ہوا، اور اس پر دلیل کیا ہے؟ اس سے بہرحال مولانا عبدالرحمان پانی پتی کے اس بیان کی تصدیق ضرور ہو جاتی ہے کہ عبدالحق بناری شیعہ تھا، اور وہ صحابہ کرام کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا۔

عبدالحق بناری کے شاگرد علامہ وحید الزمان غیر مقلد صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے کام بھی کیے ہیں جو شرعاً اور عقلاً ہر طرح مذموم ہیں۔"[۳]
>
> نیز لکھتے ہیں:
>
> اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم فاسق ہیں، جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائے گا، معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے حق میں۔[۴]
>
> نیز لکھتے ہیں:

۱۔ کشف الحجاب (ص ۲۱) بحوالہ: مقدمہ رسائل اہلحدیث (۱/۲۹)

۲۔ اشاعۃ السنۃ (ج ۲۲، ش ۹، ص ۲۸۷): اہلحدیث اور سیاست (ص ۱۰۳) از مولانا نذیر رحمانی غیر مقلد

۳۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ص، ص ۱۹)

۴۔ نزل الابرار (ج ۳، ص ۹۴)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔[1]

اسی طرح لکھا ہے کہ:

ایک سچے مسلمان کا، جس میں ایک ذرہ بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو، دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کرے۔[2]

موصوف نے یہ بکواس بھی کی ہے کہ:

اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن العاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے، اور ان دونوں صاحبوں کے مناقب یا فضائل بیان کرنا ہرگز روا نہیں۔[3]

اسی طرح انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت اور رضی اللہ عنہ وغیرہ کلمات تعظیم کہنے سے بھی منع کیا ہے۔[4]

عصر حاضر کے نامور غیر مقلد عالم محمد رئیس ندوی، جن کو غیر مقلدین وکیل سلفیت کہتے ہیں، اور خود علی زئی نے ان کو "محقق اہلحدیث مولانا محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ" قرار دیا ہے،[5] موصوف نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بہت زہر اگلا ہے، یہاں تک کہ اس بدنہاد نے حضرت ولید بن عقبہ کو شراب خور اور فاسق تک کہا ہے۔[6]

نیز حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص وغیرہ جیسے اکابر صحابہ کو باغی کہا ہے، اور لکھا ہے کہ:

باغی کا فاسق ہونا لازم وملزوم ہے۔[7]

موصوف نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھی غیر معمولی فاسق قرار دیا ہے، اور

۱۔ نزل الابرار (۲/۳۱۸)

۲۔ لغات الحدیث

۳۔ لغات الحدیث (جلد دوم، کتاب "ز"، ص ۳۶)

۴۔ کنز الحقائق (ص ۲۳۴)

۵۔ الحدیث (ش ۱۷، ص ۴۱)

۶۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۶۳۸، ۶۸۵)

۷۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۶۳۸، ۶۸۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ جھوٹا الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لیے بذریعہ سازش حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر پلا کر شہید کروایا۔[1]

نیز موصوف حضرت معاویہؓ پر بہتان تراشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے خاندان نبوت کے لوگوں اور دوسرے صحابہ سے بیعت کرنے کے لیے پر زبادؤ ڈالا اور خاندان رسالت کے بہت سارے لوگوں بالخصوص حکام علی مرتضیٰ کو قتل کرایا، حتیٰ کہ مدینہ منورہ پر بھی بسر بن ارطاۃ کے ذریعہ حملہ کرا کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کرایا، جن میں بہت سے صحابہ و خاندان نبوت کے لوگ تھے۔ حضرت علی کے ربیب محمد بن ابی بکر کو عجیب ڈھنگ سے قتل کرایا، حضرت حسن بن علی مرتضیٰ نے جب زمام خلافت سے دستبردار ہو کر خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تو حضرت حسن کو کس طرح بذریعہ زہر قتل کرایا گیا؟ کیا یہ سب خاندان رسالت کے ساتھ خوب اچھا سلوک ہے؟[2]

یہ ہیں اس ملعون شخص کی صحابہ کرام کے خلاف دشنام طرازیاں کہ جس کو زبیر علی زئی محقق اہلحدیث قرار دے رہے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد خطیب جامع مسجد اہلحدیث محلہ مستریاں جہلم نے اپنی کتاب "سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہ" میں جابجا حضرات اہل بیت کی سخت توہین کی ہے۔ مثلاً اسی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے:

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ"

اسی عنوان کے ذیل میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق نہیں تھے اور آپ کی خلافت صحیح نہیں تھی۔ العیاذ باللہ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے خارج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۶۳۷، ۶۳۸)

۲۔ ایضاً (ص ۶۸۵، ۶۸۶)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی یا اندھا دھند تقلید کی خرابی ہے۔[1]

ایک انتہائی متعصب غیر مقلد ابو الاشبال شاغف نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرآن وسنت کی مخالفت کا الزام لگاتے ہوئے اپنی خباثت کا یوں اظہار کیا ہے کہ:

جب حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو اپنی صوابدید اور اجتہاد سے امیر جہاد مقرر کیا تو ۳۱ھ میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے ان کی مخالفت شروع کر دی اور اس کا نتیجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جنگ وجدال کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے نص صریح کو چھوڑ کر قیاس واجتہاد پر عمل کرنے کا۔[2]

اسی طرح اس بد بخت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی قرآن وسنت کی مخالفت کا الزام لگایا ہے۔[3]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے کردار کو ہی مشکوک قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

اس میں بھی شک نہیں کہ مدینہ کے اس ہنگامہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روش اس قدر صاف نہیں جتنا اسے صاف ہونا چاہیے۔[4]

نیز موصوف نے حضرت علیؓ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ:

لیکن ان کی خاموشی ان کی پوزیشن کو مشکوک ضرور قرار دیتی ہے۔[5]

خود زبیر علی زئی نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی توہین کی

۱۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما (ص ۴۳)
۲۔ مقالات شاغف (ص ۳۸۲)
۳۔ مقالات شاغف (ص ۳۸۲)
۴۔ مقالات حدیث (ص ۳۸۵)
۵۔ ایضاً (ص ۳۸۶)

ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے بارے میں گستاخی کرتے ہوئے اور متعہ جیسے زنا کا جواز اُن کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ ؓ نے ان پر اس مسئلہ میں سخت تنقید کی ہے۔[1]

حالانکہ بقول علامہ وحید الزمان غیر مقلد حضرت ابن عباس نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔[2]

بلکہ خود علی زئی نے بھی اقرار کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے متعہ کے جواز سے رجوع کر لیا تھا۔[3] اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈہ جاری رکھنا اہل الرائے کی کس عدالت کا انصاف ہے۔[4]

زبیر صاحب!

ع دیگر را نصیحت خود را فضیحت

غیر مقلدین کی طرف سے ائمہ مجتہدین کی گستاخیاں

غیر مقلدین ائمہ مجتہدین خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں بھی گستاخیاں کرنا اپنا فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں۔ اس کا شکوہ خود ان کے اپنے اکابر نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مشہور بزرگ غیر مقلد عالم مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت اہلحدیث فرماتے ہیں:

دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہلحدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی

۱ نور العینین (ص ۳۹)
۲ لغات الحدیث (ج ۴، کتاب م، ص ۱۰)
۳ الحدیث (۱۲/۷)
۴ نور العینین (ص ۳۹)

کوشش کرنی چاہیے۔[1]

نیز فرماتے ہیں:

جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ اور اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے۔ یَا حُزْنَهٗ الْعِلْمِ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَى اللّٰهِ۔[2]

مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد نے مولوی عبدالحق بناری غیر مقلد کے بارے میں تصریح کی ہے کہ وہ سلف پر لعن وطعن کیا کرتے تھے، اور ان کی زبان وقلم سے بعض اوقات ایسے کلمے بھی نکلتے جن سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص کا پہلو پیدا ہوسکتا تھا۔[3]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ ایسے نام نہاد اہلحدیثوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

کچھ ائمہ مجتہدین کو گالی وغیرہ دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہنا شراب نوشی یا زنا کاری سے بھی بڑا گناہ سمجھتے ہیں، خدا کی پناہ اور اپنے متعلق دعوی کرتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا جواب تو یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا تو صحیح ہے لیکن ائمہ مجتہدین کو بُرے الفاظ سے یاد کرنا بے دینی اور گمراہی ہے۔[4]

مولانا عبدالاحد خانپوریؒ اور مولانا وحید الزمان وغیرہ علمائے غیر مقلدین کے حوالے بھی

۱۔ سوانح مولانا محمد داؤد غزنوی (ص ۸۷) از: ابوبکر غزنوی

۲۔ ایضاً (ص ۱۳۶)

۳۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۱۰۲)

۴۔ فتاوی نذیریہ (۱/۱۸۳)

گزر چکے ہیں کہ گروہ غیر مقلدین جو اپنے تئیں اہلحدیث کہلاتے ہیں، ائمہ مجتہدین کے گستاخوں کا ٹولہ ہے۔

ائمہ حدیث کی گستاخیاں

غیر مقلدین بظاہر تو محدثین کی جماعت سے اپنے ڈانڈے ملاتے ہیں لیکن اندر سے یہ لوگ محدثین کے بھی پکے گستاخ ہیں۔ اس فرقہ کی ایک مشہور شاخ جماعت غرباء اہلحدیث (جس کی ضلعی امارت کا شرف زبیر علی زئی کو حاصل ہے)[۱] کے بارے میں پروفیسر مبارک غیر مقلد لکھتے ہیں:

جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ "تحریک مجاہدین" یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔[۲]

یہی حال اس فرقہ کی دیگر جماعتوں کا ہے۔

محدثین کے بارے میں بطور مشتے نمونہ از خروارے ان کی چند گستاخیاں ملاحظہ کریں:

امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ (م ۱۹۸ھ) جو حدیث و اسماء الرجال کے بلند پایہ اور مسلمہ امام ہیں، اور مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد نے لکھا ہے کہ فن اسماء الرجال کا سنگ بنیاد یحییٰ بن سعید قطان نے رکھا۔[۳] اس جلیل القدر امام کے اسماء الرجال سے متعلق ایک قول کا رد کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

یہ قول یحییٰ کا باطل اور منجملہ نزعات شیطانی ہے۔[۴]

نیز لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں: فی نفسی منه شیء

۱۔ نور العینین (مصنف کا تعارف، ص ۱۱) طبع سوم

۲۔ علمائے احناف اور تحریک مجاہدین (ص ۴۸)

۳۔ سیرۃ البخاری رحمہ اللہ (ص ۱۸۱)

۴۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ص، ص ۳۹)

و مجالاساحب الی منه۔[1]

نیز موصوف حضرت امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۵۶ھ) پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے، مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے، جو ابن رسول اللہ ہیں، ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔[2]

نیز لکھتے ہیں:

بخاری رحمہ اللہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت لی جو اعدائے اہل بیت علیہ السلام تھے۔[3]

حدیث رسول ﷺ کے مدون اول اور صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (م ۱۲۵ھ) کے بارے میں حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد بکواس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی، مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن، خبیث اور کذب بہ روایتیں انہی کی طرف منسوب ہیں۔[4]

یہی حکیم صاحب حافظ کبیر، محدث شہیر امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابوعیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انہیں گھڑا گیا ہے۔[5]

۱۔ لغات الحدیث (ج ۱، کتاب ج ص ۶۱)

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً (ج ۲، کتاب ص ص ۳۹)

۴۔ صدیقہ کائنات (ص ۱۰۷)

۵۔ ایضاً (ص ۱۱۸)

علی زئی کے ممدوح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس پر جارحانہ حملہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مالکؒ کے متعلق بھی اہل علم کو شکوہ ہے کہ وہ نادرا ائمہ ثقات دمعروفین پر کلام کرتے ہیں اور ان سے روایت نہیں لیتے۔[1]

علم حدیث کے عظیم المرتبت امام حافظ ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (م ۳۲۱ھ) پر تنقید کرتے ہوئے غیر مقلد مناظر مولوی عبدالعزیز ملتانی لکھتے ہیں:

آپ امام مزنی کے بھانجے اور شاگرد ہیں۔ اپنے ماموں سے کسی وجہ سے ناراض ہوکر حنفی ہوگئے۔ پھر کیا تھا، حنفی مذہب کی حمایت اور تائید میں ایک مستقل کتاب بنام "معانی الآثار" لکھ ماری، جس میں ضعیف حدیثوں کی تصحیح اور صحاح کی تضعیف کر کے احناف کی رضاجوئی حاصل کی۔[2]

زبیر علی زئی کی آئمہ حدیث کے خلاف گستاخانہ زبان

خود زبیر علی زئی نے اپنے پیش رو غیر مقلدین کی تقلید میں متعدد ائمہ حدیث کی گستاخیاں کی ہیں۔ مثلاً امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس نے ایک راوی پر جرح کی تو اس کے جواب میں زبیر علی زئی نے امام مالک کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

امام مالک وغیرہ نے ذاتی دشمنی کی وجہ سے انہیں شدید جروح کا نشانہ بنایا ہے۔[3]

امام ترمذیؒ کا حدیث میں جو مقام ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ امام موصوف نے ایک حدیث (جو زبیر علی زئی کے مسلک کے خلاف ہے) کو صحیح اور حسن قرار دیا تو زبیر علی زئی اس پر ان کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن جریج مدلس کی یہ روایت عنٌ سے ہے اور عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ (غیر صحیحین میں) مدلس کی عنٌ والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن جریج کی تدلیس کے باوجود امام ترمذی کا اسے "حسن صحیح

1. توضیح الکلام (۱/۲۶۷)
2. ملعلہ فتح یزدین (ص ۱۰) بحوالہ: حدیث اور اہلحدیث (ص ۱۱۱)
3. الکواکب الدریہ (ص ۴۳)

غریب" کہنا عجیب و غریب ہے۔[۱]

گویا زبیر علی زئی کی نظر میں امام ترمذی جیسے محدث کا مقام عام طالب علموں سے بھی کم ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

جلیل القدر محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل کو زبیر علی زئی نے قلیل العقل (کم عقل) قرار دیا ہے۔[۲]

اسی طرح زبیر علی زئی نے جلیل القدر محدث امام ابن الترکمانی رحمہ اللہ کی توہین کرتے ہوئے ان کے خلاف یہ عنوان قائم کیا ہے:

ابن الترکمانی کی چیرہ دستیاں[۳]

محدث کبیر حافظ عبدالقادر قرشی (م ۷۷۵ھ) جو علامہ عراقی (استاذ حافظ ابن حجر) وغیرہ جیسے ائمہ حدیث کے استاد ہیں، امام محمد بن احمد الفاسی (م ۸۳۲ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

و كان ذا عناية بالفقه، و الحديث، و غير ذلك، و لديه فضل.[۴]

حافظ ابوالفضل مکی (م ۸۸۱ھ) فرماتے ہیں: الامام، العلامة، الحافظ۔[۵]

اس قدر بلند پایہ محدث بھی زبیر علی زئی کی تنقید اور توہین کا نشانہ بننے سے محفوظ نہ رہ سکے۔

چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

عبدالقادر القرشی وغیرہ متعصبین اور بیکار لوگوں کا اسے "امام کبیر" قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔[۶]

مشہور حافظ الحدیث امام احمد بن عمرو البزار (م ۲۹۲ھ) صاحب السنن کی ایک روایت کو علی

۱۔ الکواکب الدریہ (ص ۳۳)

۲۔ نور العینین طبع سوم ۲۰۰۵ء (ص ۳۲۸)

۳۔ ایضاً (ص ۱۳۹)

۴۔ ذیل التقیید (۲/۱۳۰)

۵۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ (۵/۱۰۵)

۶۔ نصر الباری (ص ۳۸)

زئی معلول (ضعیف) قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

حافظ بزار بذات خود متکلم فیہ ہے۔[1]

جلیل القدر محدث امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) جو "المستدرک" وغیرہ بلند پایہ کتب حدیث کے مصنف ہیں، علی زئی نے خواہ مخواہ ان کو بھی قرار دے دیا۔ خود علی زئی کے اپنے ایک ہم مسلک حافظ شاہ اللہ ضیاء غیر مقلد اس پر زبیر علی زئی سے احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جبکہ امام حاکم لازوال قوت یادداشت کے مالک تھے۔ ایک مضبوط حافظہ کے مالک امام کو وہم کا شکار قرار دے دیا جائے یہ تو سیدھا سادھا امام حاکم پر جارحانہ حملہ ہے۔[2]

اس کے جواب میں زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

> **المستدرک کے اوہام اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، بعض جگہ مطبعی اخطاء (غلطیاں) ہیں اور بعض مقامات پر خود امام حاکم کو اوہام ہوئے ہیں۔**[3]

حدیث اور کتب حدیث کی توہین

غیر مقلدین کی توہین و تنقید سے احادیث رسول ﷺ، کتب حدیث اور راویان حدیث بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ ان ظالموں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث اور ان کے راویوں پر بھی شب خون مارا ہے۔

مثلاً غیر مقلد عالم مولانا بشیر الرحمٰن مستحسن نے ایران میں شیعوں کے سامنے صحیح بخاری کو آگ میں ڈالنے کی تجویز پیش کی تھی۔ چنانچہ مشہور صحافی اختر کاشمیری اپنے سفر نامہ ایران میں لکھتے ہیں:

> اس سیشن کے آخری مقرر گوجرانوالہ کے اہلحدیث عالم مولانا بشیر الرحمٰن مستحسن تھے، مولانا مستحسن بڑی مستحب قسم کی چیز ہیں۔ علم محیط، جسم بسیط کے مالک، ان کا انداز تکلم جدت آلود اور گفتگو زف ہوتی ہے۔ فرمانے لگے:

۱۔ الحدیث (۲۹/۲۳)

۲۔ الاعتصام (ج ۶۲، شمارہ ۱۰، ص ۳۳)

۳۔ الحدیث (۳۸، ۵۷)

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابل قدر ضرور ہے قابل عمل نہیں۔اختلاف ختم کرنا ضروری ہے مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا۔فریقین کی کتب قابل اعتراض ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز کر رہی ہے، کیوں نہ ہم ان اسباب کو ہی ختم کر دیں؟ اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں۔ ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں، آپ اصول کافی کو نظر آتش کریں۔آپ اپنی فقہ صاف کریں، ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔[1]

حدیث کی مشہور کتاب "مسند احمد بن حنبل" کے بارے میں حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

مسند احمد بن حنبل کا جامع اول ابوبکر شافعی کے نام سے معروف ہے۔حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا ....

مسند کا جامع دوم ابوبکر قطیعی (م ۳۶۸ھ) ہے۔یہ بھی شیعہ تھا،ان دونوں شیعوں نے امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جابجا اپنے مسلک کے مطابق محو و اثبات کر کے شیعی روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھ جلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث مدون کر ڈالا۔[2]

غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے "صحیح بخاری" کی دو حدیثوں کی توہین کرتے ہوئے لکھا ہے:

بلکہ قیراط کی حدیث اس ٹیلوں کی حدیث سے بھی گئی گزری ہے۔[3]

حالانکہ قیراط والی اور ٹیلوں والی یہ دونوں "صحیح بخاری" کی حدیثیں ہیں، جن کو روپڑی صاحب گئی گزری حدیثیں قرار دے رہے ہیں۔نستغفر اللّٰہ۔

۱۔ آتش کدہ ایران (ص ۱۰۹)

۲۔ خلافت راشدہ (ص ۸۲،۸۵)

۳۔ اہلحدیث کے امتیازی مسائل (ص ۳۳)

عصر حاضر کے مشہور غیر مقلد شیخ ناصر الدین البانی (جن کو غیر مقلدین اپنا امام اور مقتدا قرار دیتے ہیں، خود زبیر علی زئی نے بھی ان کو مشہور محقق امام،[۱] "مشہور محدث"، "محدث العصر اور امام المحدثین قرار دیا ہے)[۲] نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی کئی احادیث کو ضعیف وموضوع قرار دے دیا، اوران کے رواویوں پر بھی سخت تنقید کی ہے، چنانچہ مولانا ابوالاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

لیکن ناصر الدین البانی نے خرق اجماع کیا، یا اتفاق امت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش لاشعوری طور پر خدمت حدیث کے نام پر کرتے ہوئے صحیحین کی بہت سی حدیثوں کو ضعیف وموضوع کے اندر داخل فرما کر جہلائے عصر کے لیے راہ ہموار کر دی کہ وہ صحیحین کی حدیثوں کو بھی قبول کرنے کے لیے ناصر الدین البانی کی تصحیح کو ضروری سمجھنے لگے۔[۳]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی البانی کے بارے میں لکھا ہے:

صحیحین کی ارجحیت کے بھی وہ قائل نہیں، اسی لیے وہ ان کی روایات کو اوقیت نہیں دیتے، بلکہ اپنی تحقیق و تنقید میں بسا اوقات بلا دریغ ان پر حرف گیری کرتے ہیں۔[۴]

خود علی زئی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ شیخ البانی نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث پر تنقید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

شیخ البانی رحمہ اللہ، وغیرہ معاصرین اوران سے پہلے لوگوں نے صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جو جرح کی ہے۔[۵]

نیز علی زئی لکھتے ہیں:

۱۔ الحدیث (۳۵/۲)

۲۔ ایضاً (۱۸/۲۲)

۳۔ عبادات میں بدعات (ص ۱۳۸، حاشیہ نمبر ۲)

۴۔ مقالات شاغف (ص ۲۶۶)

۵۔ مقالات (۳۸۳/۲)

۶۔ الحدیث (۲۳-۲۱)

یاد رہے کہ ابوالزبیر کی معنعن روایات کی وجہ سے شیخ البانی نے صحیح مسلم کی صحیح روایات پر حملہ کیا۔[۱]

زبیر علی زئی نے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (جو خیر سے زبیر علی زئی کی سند حدیث میں ان کے بالواسطہ استاد ہیں)[۲] کے متعلق لکھا ہے:

مولانا نذیر حسین دہلوی نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ایک راوی محمد بن فضیل بن غزوان پر جرح کی ہے۔[۳]

خود علی زئی نے بھی صحیحین کے متعدد راویوں پر جرح کر رکھی ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

زبیر علی زئی کے ممدوح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے دعویٰ کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ضعیف راویوں کی روایات بھی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ضعیف راویوں کا ہونا اور بات ہے اور جسے امام بخاری رحمہ اللہ ضعیف اور اس کی احادیث کو مقلوب کہیں اس سے روایت لینا دونوں میں بڑا فرق ہے۔[۴]

نیز لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور مسلم کے ہر ہر لفظ کی صحت کا دعویٰ کس نے کیا۔[۵]

گویا ان کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کے بعض الفاظ ضعیف ہیں، اس طرح انہوں نے منکرین حدیث کو یہ کھلی چھٹی دے دی ہے کہ وہ ان احادیث کے جن الفاظ پر چاہے بخت چینی کرتے پھریں۔ اناللہ...

زبیر علی زئی خود موطا امام مالک کی ایک حدیث جس کو وہ خود بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں، کو کاٹنا

۱۔ الحدیث (۱۰۱/۲۷)

۲۔ ایضا (۲/۳۰)

۳۔ ایضا (۲۳/۱۱)

۴۔ توضیح الکلام (ص ۱۱۳) طبع جدید

۵۔ ایضا (ص ۱۰۷)

قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسعود صاحب! یہ حدیث آپ کے حلق کا وہ کانٹا ہے جسے نہ آپ نگل سکتے ہیں اور نہ باہر پھینک سکتے ہیں۔[1]

اندازہ لگائیں کہ جو شخص ایک حدیث کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود اس کو کانٹا کہہ رہا ہے اس سے بڑا گستاخ کون ہوگا؟ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ سنت (بیس تراویح کی جماعت) کے بارے میں زبیر علی زئی زہر اگلتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مقلدین کی چار سوجھی ہے۔[2]

اسی طرح زبیر علی زئی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متعدد راویوں پر بھی عمل جراحی کیا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری کے ایک راوی علی بن الجعد رحمہ اللہ، جن کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے بہت زیادہ محتاط ہونے کے باوجود ان سے اپنی صحیح میں احادیث روایت کی ہیں۔[3]

ان کے بارے میں زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

یہ ثقہ ہونے کے ساتھ جہمی تھا۔ یعنی اہل سنت والجماعت سے خارج تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عذاب دے تو مجھے ناپسند نہیں ہے۔ اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتا تھا۔[4]

نیز لکھتے ہیں:

علی بن الجعد تشیع کے ساتھ مجروح ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتا تھا۔[5]

نیز لکھتے ہیں:

۱۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۴۳)

۲۔ ایضاً (ص ۵۵)

۳۔ تھذیب التھذیب (۱۸۵/۴)

۴۔ ہدیۃ المسلمین (ص ۹۱)

۵۔ ایضاً

مگر یہ بھی مروی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر، معاویہ بلکہ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر سخت تنقید کرتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا عقیدہ یہ تھا کہ انہوں نے۔ معاذ اللہ۔ بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لیے تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ تکفیر کا قائل تھا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ کو عذاب دے۔[1]

مزید اس پر فیصلہ اتارتے ہوئے لکھتے ہیں:

علی بن الجعد تو متقف فیہ اور مجروح ہے۔[2]

اب جو شخص خود اور اس کے ہم مسلک صحیحین اور ان کے راویوں پر اس قدر تنقید کرتے ہوں ان کو علمائے دیوبند پر صحیحین کی احادیث اور راویوں کی گستاخی کا الزام لگاتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

ع آہ! شرم تم کو مگر نہیں آتی

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ سے متعلق غیر مقلدین کا گھناؤنا اور دوغلا کردار

زبیر علی زئی نے عنوان "گستاخیاں" کے ذیل میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ایک حوالہ ذکر کر کے علمائے دیوبند پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ یہ حضرات شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے گستاخ ہیں۔[3]

حالانکہ حضرت مدنیؒ نے اس وقت شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ انہوں نے نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی کتاب "ترجمان وہابیہ" سے نقل کیا تھا، جس کی خود اُنہوں نے تصریح کی ہے۔[4]

لیکن اس کے بعد ان پر جب اصل حقیقت منکشف ہو گئی تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔[5]

۱۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۳۸)

۲۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۶۵)

۳۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۲) ۴۔ الشہاب الثاقب (ص ۲۲۳)

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ (ص ۲۱-۳۳)

دراصل زبیر علی زئی اور دیگر غیر مقلدین کا علمائے دیوبند پر شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی گستاخی کا الزام لگانا "چور مچائے شور، چور چور" کا مصداق ہے۔ اس لیے کہ یہ غیر مقلدین خود اندر سے شیخ موصوف کے پکے دشمن اور سخت مخالف ہیں۔ اور یہ لوگ اب جو شیخ موصوف کو "شیخ الاسلام" وغیرہ بڑے بڑے القاب سے یاد کر رہے ہیں، یہ محض ان کا دھوکہ اور شیخ کے پیروکار سعودی شیوخ سے ریال بٹورنے کا ایک حیلہ اور بہانہ ہے، ورنہ یہ لوگ سعودیہ میں سعود خاندان کے برسر اقتدار آنے اور وہاں تیل دریافت ہونے سے پہلے شیخ موصوف سے بڑے بیزار اور ان کو نہایت قبیح القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان غیر مقلدین کے شیخ موصوف سے متعلق گھناؤنے اور دوغلے کردار کا پردہ چاک کرنے کے لیے ذیل میں ان کے اکابرین کے شیخ کی بابت چند بیانات ملاحظہ کریں۔

غیر مقلدین کے محقق اور مجدد نواب صدیق حسن خانؒ نے انگریز کو خوش کرنے کے لیے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف مستقل ایک کتاب "ترجمان وہابیہ" لکھی، جس میں انہوں نے شیخ موصوف سے اظہار بیزاری کیا اور اُن کے خلاف انتہائی نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے، مثلاً ایک جگہ شیخ اور اُن کے متبعین سے اظہار بیزاری کرتے ہوئے نواب صاحب لکھتے ہیں:

وہابیہ اور اہلحدیث میں فرق زمین وآسمان کا ہے۔[۱]

نیز اپنے فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کو وہابی کہنا گویا منہ چڑانا ہے۔[۲]

نیز لکھتے ہیں: ہم کو وہابی کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کسی کو گالی دے۔[۳]

اسی طرح نواب صاحب نے شیخ موصوف کو فسادی ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے:

اہلحدیث کے احوال طبقات کی صد ہزار ہا کتابیں بطور تاریخ اسلام میں موجود ہیں، ان کی نسبت کسی کتاب میں کسی جگہ حال فساد وغدر کا نہیں لکھا۔ بخلاف ابن عبد الوہاب کے، کہ حال اس کے فساد کا تاریخ مصر و دیگر کتب مؤلفہ علماء عیسائی بیروت وغیرہ میں مفصل تحریر ہے۔[۴]

۱۔ ترجمان وہابیہ (ص ۲۱)

۲۔ ایضاً (ص ۳۰)   ۳۔ ایضاً (ص ۵۱)

۴۔ ایضاً (ص ۲۱)

گویا ان کے نزدیک شیخ موصوف اہلحدیث سے خارج اور ایک فسادی شخص تھے۔ نیز نواب صاحب نے شیخ کے متبعین پر بھی فساد اور قتل و غارت کا الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے:
بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ وہابیہ نجد کے نزدیک قتل کرنا سارے جہاں کے مسلمانوں کا اور ان کا لوٹنا درست تھا، اس صورت میں ہم سب لوگ بھی ان کے نزدیک واجب القتل ہوئے، پھر ہم پر اطلاق وہابیت کا کس طرح ہوسکتا ہے۔[1]
نیز نواب صاحبؒ نے شیخ موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ:
واشہر ما ینکر علیہ خصلتان کبیرتان، الاولی تکفیر اہل الارض بمجرد تخلیقات لا دلیل علیھا، والثانیۃ التجاری علی سفک الدم المعصوم بلا حجۃ واقامۃ برہان۔[2]
محمد بن عبدالوہاب پر جن وجوہات کی وجہ سے انکار کیا گیا ہے، ان میں سے سب سے زیادہ مشہور ان کی دو بڑی خصلتیں ہیں، ایک محض جھوٹے بہانوں سے اور بغیر دلیل کے تمام روئے زمین کے لوگوں کی تکفیر کرنا، اور دوسرا بلا حجت و دلیل معصوم لوگوں کا خون بہانا۔
غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ رقمطراز ہیں:
جہلاء بنسبت فرقہ اہل حدیث مشہور میکنند اصلے ندارد، بلکہ ایں چنیں اعتقادات و مقالات را اہل حدیث کفر مے دانند۔ نہ اہل حدیث ایں چنیں اعتقادات دارد نہ عبدالوہاب نجدی را پیشوائے خود دانند۔[3]
جاہلوں نے فرقہ اہلحدیث کی طرف جو عقائد منسوب کیے ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ اہلحدیث کے نزدیک (محمد بن عبدالوہاب کے اختیار کردہ) اعتقادات اور مقالات کفر ہیں، اہلحدیث کے یہ عقائد ہیں اور نہ ہی وہ (ابن) عبدالوہاب نجدی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں۔
نیز لکھتے ہیں:

۱۔ ایضاً (ص ۵۳)
۲۔ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ (ص ۶۷)
۳۔ اہلحدیث کا مذہب (ص ۱۰۵)

بانی ایں فرقہ عبدالوہاب نجدی ست کہ یہودی النسل بود و در نہانی عداوت اسلام میداشت۔[۱]

اس (وہابی) فرقہ کا بانی عبدالوہاب نجدی یہودی نسل سے تعلق رکھتا تھا، اور اس کے دل میں اسلام کی عداوت چھپی ہوئی تھی۔

نیز موصوف شیخ سے اظہار بیزاری کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو (ابن) عبدالوہاب کے پیرو یا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ اور دل آزاری نہیں تو کیا ہے؟[۲]

مولانا عبداللہ غازیپوری، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی وغیرہ اکابر غیر مقلدین نے بھی واشگاف الفاظ میں شیخ موصوف سے براءت اور اظہار بیزاری کیا ہے۔[۳]

قارئین! یہ ہے شیخ ابن عبدالوہابؒ کی بابت غیر مقلدین کے اکابرین کا اصل مؤقف کہ جس کو چھپانے کے لیے علی زئی وغیرہ اصاغر غیر مقلدین علمائے دیوبند پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اُس وقت اکابر غیر مقلدین انگریز کو خوش کرنے کے لیے شیخ موصوف کو گالیاں دیا کرتے تھے، جبکہ آج کل کے اصاغر غیر مقلدین سعودی حکومت کی خوشنودی کے لیے شیخ کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔

ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

۱۔ الحدیث کا مذہب (ص ۶،۵)

۲۔ ایضاً (ص ۷۸،۷۹)؛ نیز دیکھئے: رسائل ثنائیہ (ص ۹۹،۱۰۰)

۳۔ دیکھئے: "اہداء اہل الحدیث" (ص ۷، ۸)؛ خاتمہ اختلاف (ص ۱۱۲)؛ تاریخ اہلحدیث (ص ۱۷۱-۱۷۳)

علمائے دیوبندؒ پر گستاخ ہونے کے الزامات کی حقیقت

زبیر علی زئی نے ''گستاخیاں'' کے عنوان سے علمائے دیوبند کی چند عبارات ذکر کر کے ان کو گستاخ ثابت کرنے کی سعی نامراد کی ہے، اس لیے ذیل میں ان عبارات کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

(۱) حضرت امین اوکاڑویؒ پر الزام کی حقیقت

مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ سے غیر مقلدین کو خاص بیر ہے، کیونکہ آپ نے اپنی تحریروں، تقریروں اور مناظروں کے ذریعے غیر مقلدین کے مکروہ چہرے کو پوری دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا ہے، اس لیے غیر مقلدین آپ کو بدنام کرنے کے لیے آپ کے خلاف طرح طرح کے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں آپ کو گستاخ ثابت کرنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ:

آپ نے ایک صحیح حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے:

> لیکن آپ نماز پڑھتے رہے، اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہتی۔ (مجموعہ رسائل، ج ۳، ص ۳۵۰)[1]

وضاحت: زبیر علی زئی نے حضرت اوکاڑویؒ کی جو عبارت نقل کی ہے، یہ آپ کے رسالہ ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' میں مذکور ہے، یہ رسالہ علیحدہ بھی مطبوعہ ہے اور ''مجموعہ رسائل''، ج ۳، اور ''تجلیات صفدر''، ج ۵ وغیرہ میں بھی چھپا ہوا ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے اپنی زندگی میں ہی اس عبارت کی وضاحت فرمادی تھی، جو ذیل میں ملاحظہ ہو۔ حضرت اوکاڑویؒ لکھتے ہیں:

> احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شائع کیا تھا، جس میں ۲۶۰ باتیں نماز کے بارہ میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں، اس کا نام ہی ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' ہے۔ آج تک غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۴۰)

طاری ہے۔ اس رسالے میں غیر مقلدین کے اس جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن وحدیث سے ثابت ہے، البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں، نہ کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی۔ (مجموعہ رسائل، جلد سوم ص ۴)

اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہلحدیث کے بڑے بھائیوں 'اہل قرآن' کی طرف سے نقل کیے گئے تھے، جن کا جواب نام نہاد اہلحدیث پر فرض تھا۔ مثلاً ص ۱۹۷ پر ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم، ص ۱۹۷، ج ۱)

لیکن آپؐ نے نماز پڑھائی جب کہ سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی (مسلم، ص ۱۹۶، ج ۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول وفعل کا تضاد کیوں ہے (اس کا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے۔ ص ۱۹۸ پر ہے، آپؐ نے فرمایا: کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے، اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔ اہل قرآن، اہلحدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے، اور کھیلنے والا کتا نہیں کتیا ہے، یہ امتیاز شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہوتا ہے، یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز ہوتا ہے تو اس نظر پڑنے سے نماز لوٹائی نہیں گئی، کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہلحدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں، وہ آج تک جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی، اور کتا نہیں کتیا تھی، کیسے ہوا تھا، جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی، ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے درمیان سے غلطی سے کچھ عبارت چھوڑ دی، اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے، نہ اہل قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے، حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں، کیونکہ اس کو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں، لیکن ناشر نے توجہ نہ دی، اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیے جا رہے ہیں، وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد

شائع کرے گا۔[۱]

زبیر علی زئی نے حضرت اوکاڑوی کی اس وضاحت کو یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذکورہ عبارت کاتب کی غلطی نہیں، بلکہ یہ ان کی کتاب "غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" اور "تجلیات صفدر" میں موجود ہے، حالانکہ عقل کے اس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ "مجموعہ رسائل" اور "تجلیات صفدر" حضرت اوکاڑوی کی مستقل تصانیف نہیں ہیں، بلکہ ان دونوں کتب میں آپ کے کچھ مضامین اور رسائل جمع کیے گئے ہیں، جن میں سے ایک آپ کی کتاب "غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" بھی ہے۔ اور مذکورہ بالا عبارت بھی اسی کتاب کی ہے جو کاتب کی غلطی سے غلط درج ہوگئی ہے، اور مجموعہ رسائل اور "تجلیات صفدر" کے ناشرین نے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کو درست کیے بغیر یونہی اس کتاب کو چھاپ دیا ہے، جس کی طرف حضرت اوکاڑوی نے بھی اشارہ کیا ہے۔

باقی علی زئی کا یہ کہنا کہ محمد نعیم ملتانی نے مولانا اوکاڑوی کے ۲۰ رجمادی الثانی ۱۴۲۱ھ والے اجازت نامے کے بعد جو "تجلیات صفدر" چھاپی ہے، اس میں بھی یہ عبارت موجود ہے۔ لہٰذا اوکاڑوی صاحب کا اسے کاتب کی غلطی قرار دینا خود ان کے قلم سے منسوخ اور غلط ہے، تو عرض ہے کہ حضرت اوکاڑوی نے تو اپنی زندگی میں ہی ناشر کو تحریراً ہدایت کر دی تھی کہ آئندہ اشاعت میں اس عبارت کو درست کر کے چھاپا جائے، لیکن اس کے باوجود اگر ناشر نے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کی تصحیح نہیں کی تو اس میں حضرت اوکاڑوی کا کیا قصور ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت کی سابقہ وضاحت کو منسوخ قرار دے دیا جائے۔ سچ ہے:

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

مولانا محمد اسماعیل جھنگوی پر الزام کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:
نماز میں اقعاء خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۳۸، ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۲۳) لیکن (مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۹۵) پر اسے

۱۔ تجلیات صفدر (ج ۳، ص ۲۳۳، ۲۳۴)

عقبۃ الشیطان کہا گیا ہے ... دیکھیں اپنے کیے ہوئے فعل کو شیطان کہا جا رہا ہے۔
(تحفۃ اہل حدیث: ۲/۱۳۱)

حالانکہ جس اقعاء کو عقبہ شیطان کہا گیا ہے وہ اقعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اقعاء ثابت ہے وہ دوسرا اقعاء ہے، عقبۃ الشیطان والا اقعاء قطعاً نہیں ہے۔ دیکھئے محولہ کتابوں کی شروح، لہٰذا جھنگوی کا قول مذکور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے۔[1]

زبیر علی زئی نے خیانت کرتے ہوئے مولانا محمد اسماعیل جھنگوی کی مذکورہ عبارت: دیکھیں اپنے کیے ہوئے فعل کو شیطان کہا جا رہا ہے، سے پہلے اور اس کے بعد عبارت کو حذف کر دیا ہے، تاکہ اس سے علی زئی اپنا من مانا مطلب کشید کر سکیں۔ چنانچہ پوری عبارت یوں ہے:

غ (غیر مقلد): اقعاء کا کیا مطلب اور معنی ہے؟

س (سنی): محترم اقعاء کا معنی دونوں پیروں کو کھڑا کر کے ان کے اوپر بیٹھ جانا ہے۔ دیکھیں اپنے کیے ہوئے فعل کو عقبہ شیطان کہا جا رہا ہے، ذرا سمجھنے کی بات ہے کہ جب ایک کام کو چھوڑ دیا جائے تو اس کے بعد پھر جس چیز سے چاہیں تشبیہ دیں، وہ اقعاء ہو یا رفع یدین۔

مولانا جھنگوی اپنے اس بیان میں غیر مقلدین کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا، اور بعد میں اس سے منع کر دیا، تو اب یہ عمل منسوخ ہو گیا، اور منسوخ عمل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے چاہیں تشبیہ دے سکتے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اقعاء کو منسوخ ہونے کے بعد عقبہ شیطان سے تشبیہ دی۔ اور مولانا جھنگوی نے اقعاء کی تفسیر جو عقبہ شیطان سے کی ہے، وہ خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ علامہ وحید الزمان غیر مقلد محدث: نھی عن عقب الشیطان فی الصلوٰۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نماز میں اپنے دونوں سرینوں کو دونوں ایڑیوں پر رکھنے سے منع فرمایا۔ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان، جس کو اقعاء بھی کہتے ہیں۔[2]

علامہ شوکانیؒ غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ "اقعاء" کی تفسیر میں بہت زیادہ اختلاف ہے، اور انھوں نے امام ابن رسلان کی "شرح السنن" کے حوالے سے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے

۱۔ ہدیٰ کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۶۱) ۲۔ لغات الحدیث (جلد سوم، کتاب ع، ص ۱۳۹)

کہ: دونوں پیروں کو کھڑا کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھ جانا۔[1]

لہٰذا مذکورہ تفسیر کے پیش نظر اگر مولانا گنگوہی کے مذکورہ بالا اقتباس سے ان کا گستاخ ہونا لازم آتا ہے تو پھر اس سے خود غیر مقلدین کے اپنے اکابر کا گستاخ ہونا بھی ثابت ہورہا ہے۔

ع ایں گناہ ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

حضرت تھانویؒ پر الزام کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات سری نمازوں میں ایک دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے، اس کے بارے میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہوجاتا تھا، اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے۔ (تقریر ترمذی، ص ۱۷۱)[2]

زبیر علی زئی نے یہ عبارت جو نقل کی ہے، اس کی نسبت اگر حضرت تھانویؒ کی طرف درست ہے (کیونکہ تقریر ترمذی آپ کی تصنیف نہیں، بلکہ آپ کے درسی افادات کا مجموعہ ہے، اور اس میں ناقل سے سمجھنے یا نقل کرنے میں غلطی کا امکان موجود ہے) تو پھر بھی حضرت تھانویؒ پر علی زئی کا یہ الزام باطل ہے، کیونکہ اس حدیث کی یہ تشریح خود اکابرین غیر مقلدین نے بھی کی ہے، چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد اور مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

كان يفعل ذلك عمدًا لبيان الجواز، او بغير قصد للاستغراق فی التدبر.[3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک آیت جہر سے) عمداً پڑھتے تھے، تاکہ اس کا جائز ہونا واضح ہوجائے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (آیات قرآنیہ میں) تدبر (غور وفکر) کرنے میں اس قدر مستغرق ہوتے تھے کہ آپ (کے منہ) سے یہ آیت بغیر ارادے کے نکل جاتی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ آدمی کے منہ سے جو بات بغیر ارادے کے نکل جاتی ہے اس میں اس کو پتہ

۱۔ نیل الاوطار (۳۳۳/۱) ۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۱)

۳۔ عون المعبود شرح سنن ابی داود (۷/۳، ۱۷)، التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی (۸۲/۲)

ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لہٰذا حضرت تھانویؒ سے منسوب یہ شرح اور اکابرین غیر مقلدین
کی یہ مذکورہ شرح دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اس لیے زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ حضرت تھانویؒ کو
گستاخ قرار دینے سے پہلے اپنے اکابرین سے نمٹیں۔ دیدہ باید۔

حضرت مدنیؒ پر الزام کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

حسین احمد ٹانڈوی مدنی نے کہا:

اس کو عبادہ معصاًذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں، اور مدلس کا معنعنہ معتبر نہیں۔

(توضیح الترمذی، ج۱ص ۴۳۶)

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدلس قرار دینا بہت بڑی گستاخی ہے۔[1]

''توضیح الترمذی'' شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ذاتی تصنیف نہیں ہے کہ
یقین سے کہا جائے کہ آپ نے یہ بات ضرور کہی ہے، بلکہ اس کتاب میں آپ کے درس ترمذی کو
کسی نے جمع کیا ہے، اور جامع سے سننے یا سمجھنے، یا لکھنے میں غلطی کا قوی احتمال موجود ہے، لہٰذا
یقین سے اس کی نسبت حضرت مدنیؒ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔

اور پھر اس عبارت کی نسبت حضرت مدنیؒ کی طرف اس لیے بھی درست معلوم نہیں ہوتی،
کیونکہ یہ بحث حضرت عبادہ بن صامتؓ سے منسوب جس روایت سے متعلق ہے، اس میں حضرت
عبادہ بن صامتؓ نے یہ حدیث عَن سے بیان ہی نہیں کی ہے کہ کہا جائے کہ حضرت عبادہ مدلس
ہیں، علاوہ انہوں نے اس کو عَن سے بیان کیا ہے، بلکہ اس روایت کی سند میں مکحول شامیؒ وغیرہ راوی
مدلس ہیں، اور حضرت مدنیؒ نے بھی غالباً ان ہی میں سے کسی راوی کے بارے یہ الفاظ کہے ہیں،
لیکن جامع کو یہ الفاظ نقل کرنے میں غلطی لگی ہے، اور اس نے یہ الفاظ حضرت عبادہؓ کی طرف
منسوب کردیے۔

نیز کتابت کی غلطی بھی خارج از امکان نہیں ہے، لہٰذا حضرت مدنیؒ پر یہ الزام غلط ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریاؒ پر الزام کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

---

[1] بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص۲۱)، الکواکب الدریہ (ص ۸)

زکریا کاندھلوی تبلیغی نے محدثین کے بارے میں لکھا ہے کہ:
ان محدثین کا ظلم سنو۔ (تقریر بخاری، ج ۳، ص ۱۰۴)[1]

علی زئی نے حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی عبارت نقل کرنے میں بھی حسب دستور ڈنڈی ماری ہے، چنانچہ حضرت شیخؒ کی پوری عبارت یوں ہے: ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں، چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو سالم مرفوع نقل کرتے ہیں اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رفعاً و وقفاً متفق ہیں تو (یہ بعض محدثین) تین میں تو نافع کو مقدم کرتے ہیں، اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے، اسی طرح یہاں بھی ان کی روایات کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرت شیخؒ اپنے اس بیان میں بعض محدثین کی ناانصافی (جس کو انہوں نے ظلم سے تعبیر کیا ہے) کا ذکر کر رہے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ سالم اور نافع کے اختلاف میں یہ ہمیشہ نافع کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن مسئلہ رفع یدین میں اس کے برعکس انہوں نے سالم کو ترجیح دے دی۔

خود غیر مقلدین کے مسلمہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض محدثین (امام بیہقیؒ وغیرہ) تحقیقات حدیث میں بسا اوقات ناانصافی کر جاتے ہیں۔[2]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے بھی ان محدثین کی اس روش کا شکوہ کیا ہے۔[3]

لہٰذا اگر حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ نے بھی ان کی بے انصافی کو واشگاف کر دیا ہے، تو علی زئی خواہ مخواہ ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں۔

الحاصل: زبیر علی زئی نے علمائے دیو بند کو گستاخ ثابت کرنے کے لیے جتنی عبارات نقل کی ہیں، ان میں سے کسی سے بھی ان کے دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ اس سے علی زئی کے خود اپنے تعصب اور بغض وعناد کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۲)

۲۔ مجموعہ رسائل والمسائل ۳۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۳۷)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر آٹھواں اِلزام:
اندھی تقلید

- تقلید پر علمائے دیوبند کا موقف
- غیر مقلدین اور مسئلہ تقلید
- غیر مقلدین اور شیعہ کا مسئلہ تقلید وغیرہ میں اتفاق

(۸)

اندھی تقلید کا الزام

زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند پر آٹھواں الزام اندھی تقلید کرنا لگایا ہے۔ زبیر علی زئی کے اس الزام کے جواب سے پہلے "تقلید" پر علمائے دیوبند کا مؤقف ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

فقہ اور فقہاء کے سلسلہ میں بھی علمائے دیوبند کا مسلک وہی جامعیت اور جوہر اعتدال لیے ہوئے ہے جو اولیاء و علماء کے بارہ میں انہوں نے اپنے سامنے رکھا۔ جس کا خلاصہ بطور اصول یہ ہے کہ وہ دین کے بارہ میں آزادیٔ نفس سے بچنے، دینی بے قیدی اور خود رائی سے دور رہنے اور اپنے دین کو تشتت اور پراگندگی سے بچانے کے لیے اجتہادی مسائل میں "فقہ معین" کی پابندی اور ایک ہی امام "مجتہد" کے مذہب کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ اور ان کی تربیت یافتہ جماعت فقہیات میں حنفی المذہب ہے لیکن اس سلسلہ تقلید و اتباع میں بھی اعتدال و جامعیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے جس میں افراط وتفریط کا وجود نہیں۔ نہ تو ان کے یہاں یہ آزادی ہے کہ وہ سلف کے قائم کردہ اصول تفقہ اور ان سے استنباط کردہ مسائل ہی کے قائل نہ ہوں اور ہر ہر قدم پر اور ہر زمانہ میں ایک نیا فقہ مرتب کرنے کے خبط میں گرفتار ہوں یا بالفاظ دیگر اپنے فہم ورائے کی قطعیت کے توہم میں اجتہاد مطلق کا دعویٰ لے کر کھڑے ہوں۔ اور نہ اس کے برعکس فقہیات میں ایسے جمود اور بے شعوری کے قائل ہیں کہ ان فقہی مسائل کی تحقیق، تدقیق یا ان کے ماخذوں کا پتہ چلانے کے لیے کتاب وسنت کی طرف مراجعت کرنا بھی گناہ تصور کرنے لگیں اور ان فقہی استنباطوں کا رشتہ بھی قرآن وحدیث سے جوڑنا اور ان کی مزید حجتیں اپنی وسعت علم سے نکال لانا بھی خودرائی اور آزادیٔ نفس کے مترادف باور کریں۔

پس وہ بلاشبہ "مقلد" اور "فقہ معین" کے پابند ہیں مگر اس "تقلید" میں بھی "محقق" ہیں "جامد" نہیں۔ تقلید ضرور ہے مگر کورانہ نہیں لیکن اس شانِ تحقیق کے باوجود بھی وہ اور اُن کی پوری جماعت مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ البتہ "فقہ معین" کے دائرہ میں رہ کر مسائل کی ترجیح اور ایک ہی دائرہ کی متماثل یا متخالف جزئیات میں سے حسب موقعہ و محل اور حسب تقاضائے زمان و مکان کسی جزئی کے اخذ و ترک یا ترجیح و انتخاب کی حد تک وہ اجتہاد کو منقطع بھی نہیں سمجھتے۔ اس لیے ان کا مسلک کورانہ تقلید اور اجتہاد مطلق کے درمیان میں ہے، پس وہ نہ کورانہ اور غیر محققانہ تقلید کا شکار ہیں اور نہ برخود غلط ادعائے اجتہاد کے وہم میں گرفتار ہیں۔[1]

علمائے دیوبند کا موقف تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ وہ تقلید کس صورت میں کرتے ہیں [redacted] اور اُن کے اکابرین غیر مقلدین جس انداز سے تقلید کرتے ہیں وہ صرف اندھی ہی نہیں، گونگی اور بہری بھی ہے۔ مولانا وحید الزمانؒ غیر مقلد کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ غیر مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کو تو شرک کہتے ہیں لیکن خود ابن تیمیہؒ، ابن القیمؒ، نواب صدیق اور مولانا نذیر حسینؒ وغیرہ علماء کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔

زبیر علی زئی کے تجاہلِ عارفانہ کو داد دیجیے۔ خود اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے علمائے دیوبند پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ اپنے اکابر کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ ثمّ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

میری نگاہِ شوق پہ اتنی ہیں سختیاں
اپنی نگاہِ شوق کی کچھ بھی خبر نہیں

مولانا وحید الزمانؒ نے اپنے ان غیر مقلدین کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

لیکن اب وہ لوگ بھی، جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں، لوگوں سے دغابازی اور وعدہ خلافی اور ہر طرح کے ناجائز کام کر رہے ہیں۔ اس پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ تقلید کو، جس کا غایت درجہ یہ ہے کہ مکروہ اور بدعت گناہ صغیرہ ہوگی، چھوڑ کر کبیرہ

۱۔ مسلک علمائے دیوبند (ص ۳۹، ۴۰)

۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۴۳)

گناہوں میں، یعنی جھوٹ اور خیانت اور دغابازی میں مبتلا ہو گئے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔[1]

ع　　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

"غیر مقلدین" اور مسئلہ تقلید

زبیر علی زئی صاحب نے قصہ میں آ کر لکھ دیا کہ:

دیوبندیوں کے نزدیک تقلید واجب ہے اسی طرح ان کے بھائیوں رافضیوں کے نزدیک بھی تقلید واجب ہے اس بنیادی عقیدہ میں دونوں متفق ہیں۔[2]

حالانکہ زبیر علی زئی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ خود ان کے اکابرین بھی مطلق تقلید کا انکار نہیں کرتے اور وہ بھی عوام کے لیے تقلید کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ غیر مقلدین کے امام العصر **مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب** رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو (معاذ اللہ) ٹھکرا دیا کریں۔ اور مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کیا کریں۔

اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔[3]

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کے علمائے عرب کے سامنے معافی نامہ کے متعلق لکھتے ہیں:

لطف کی بات یہ ہے کہ خود والد مرحوم باوجود ان تمام تفصیلات کے بیان کرنے کے کہا کرتے تھے، مولانا نذیر حسین نے توبہ کر لی۔ اور زور دیتے تھے کہ انہوں

۱۔　لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ص، ص ۶۱)

۲۔　امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۳۳)

۳۔　تاریخ اہلحدیث (ص ۱۳۶)

نے تقلید شخصی کو مستحسن تسلیم کر لیا۔ حالانکہ یہ جماعت بھی عوام کے لیے ہمیشہ تقلید کو ضروری، بلکہ فرض ظاہر کرتی ہے۔ [۱]

مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد، مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ حوالہ نقل کرنے کے بعد حاشیہ میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب قدس سرہٗ نے ''معیار الحق'' میں مسئلہ تقلید پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اس کا کچھ خلاصہ پیش کر دیا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ مولانا آزاد نے جو بات کہی ہے اس کی تائید خود میاں صاحب کے کلام میں بھی موجود ہے۔ اس کے بعد انھوں نے بحوالہ مولانا نذیر حسینؒ، تقلید کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) واجب، (۲) مباح، (۳) حرام و بدعت اور (۴) شرک [۲]

نیز مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد (جن کی کتاب ''معیار الحق'' بقول مولانا ثناء اللہ امرتسری: مسئلہ تقلید پر اہلحدیث کی طرف سے سب سے پہلی کتاب ہے) [۳] نے تصریح کی ہے کہ تقلید کی قسم اول (مطلق تقلید) اور قسم ثانی (تقلید مذہب معین، بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے) کو دونوں فریقین (مقلدین و غیر مقلدین) تسلیم کرتے ہیں۔ [۴]

غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

عوام اور بے علموں کے لیے ترک مطلق تقلید کا کوئی قائل نہیں، بجز حافظ ابن حزم ظاہری، جن کا قول جمہور علمائے اسلام کے نزدیک مُسلّم نہیں (دیکھو: حجۃ اللہ البالغۃ وعقد الجید۔ شاہ ولی اللہ وفتوحات مکیہ وغیرہ) اور اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ عوام کا علماء سے کتاب وسنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید نہیں

۱۔ آزاد کی کہانی (ص ۱۰۸، ۱۰۹)

۲۔ اہلحدیث اور سیاست (ص ۲۵۲، ۲۵۳)

۳۔ مقالم روپڑی (ص ۵۳)

۴۔ معیار الحق (ص ۸۱)

بلکہ اتباع ہے۔ یہ ایک اصطلاح یا لفظی نزاع ہے، جس کو وہ اتباع کہتے ہیں، اسی کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

غیر مجتہد مطلق کے لیے تقلید مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کو کہیں نہ کہیں مجتہدین ومحدثین کی تقلید کرنی پڑتی ہے، بعض مسائل فرعیہ میں ہو، خواہ اصول وقواعدِ استنباط میں، یا احادیث کی تصحیح وتضعیف میں۔ وعلی ہذا القیاس۔[2]

مولانا صلاح الدین یوسف، سابق مدیر ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، مولانا بٹالوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ترکِ مطلق تقلید کو وہ صحیح نہیں سمجھتے تھے کہ وہ گمراہی کی بنیاد ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ترکِ مطلق تقلید جہاں بھی آئی ہے نت نئے فتنے ہی کا باعث ہوئی ہے۔[3]

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری ارقام فرماتے ہیں:

تقلید مطلق: یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہلحدیث کا مذہب ہے۔[4]

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ خود اکابرین غیر مقلدین بھی مطلق تقلید کا انکار نہیں کرتے بلکہ عوام کے لیے اس کو ضروری اور فرض قرار دیتے ہیں، لہٰذا علی زئی کا یہ کہنا کہ صرف دیوبندیوں اور روافض کے نزدیک تقلید واجب ہے، سراسر دھوکہ اور صریح بددیانتی ہے۔

شیعہ اور غیر مقلدین کا مسئلہ تقلید اور دیگر مسائل میں اتفاق

البتہ یہ بات حق ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مقابلے میں شیعہ وروافض اور غیر مقلدین اس پر متفق ہیں کہ تقلید صرف زندہ کی جائز ہے فوت شدہ کی نہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان لکھتے

۱۔ اشاعۃ السنۃ (ج ۱۱ نمبر ۱۱ ص ۳۱۶)

۲۔ ایضاً

۳۔ صراط مستقیم اور اختلاف امت (ص ۳۱)

۴۔ فتاویٰ علمائے حدیث (۱۱/۱۹۵)

ہیں:

جو مجتہد فوت ہو چکا ہے اس کی تقلید جائز نہیں۔ اس میں شیعہ ہمارے ساتھ ہیں۔[1]

اسی طرح شیعہ و روافض اور غیر مقلدین دیگر کئی مسئلوں میں بھی باہم متحد و متفق ہیں، مثلاً غیر مقلدین ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں۔ شیعہ و روافض کا بھی یہی مذہب ہے بلکہ یہ مسئلہ ان کی علامت سمجھا جاتا ہے۔[2]

اسی طرح ماء مستعمل کی طہارت کے مسئلہ میں بھی غیر مقلدین شیعہ امامیہ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان غیر مقلد شیعہ کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سے صاف نکلتا ہے کہ مستعمل پانی طاہر اور مطہر ہے۔ اہلحدیث اس مسئلہ میں امامیہ سے متفق ہیں۔[3]

مولانا وحید الزمان کی تصریح کے مطابق اہلحدیث اور امامیہ شیعوں کا دو نمازیں اکٹھی پڑھنے [illegible] میں بھی اتفاق ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

اہلحدیث [illegible] نے انہی حدیثوں کی رو سے دو نمازوں کا بلا عذر جمع کرنا جائز [illegible]

[illegible] رافضی جو دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، ان کے نزدیک آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی کوئی [illegible] نہیں ہے، اسی طرح غیر مقلدین بھی آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں مانتے۔[5]

شیعہ و روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں جبکہ غیر مقلدین ائمہ مجتہدین کی گستاخیاں کرتے ہیں۔ جس کا اقرار خود ان کے علماء نے بھی کیا ہے، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب اعلان کرتے ہیں کہ ائمہ دین کے بے ادب

---

۱ ہدیۃ المہدی (ص ۱۱۱)

۲ فتاویٰ ثنائیہ (ج ۲، ص ۳۶)

۳ لغات الحدیث (ج ۳، کتاب واؤ، ص ۶۶)

۴ ایضاً (جلد اول، کتاب ج، ص ۹۴)

۵ فتاویٰ نذیریہ (۱/۳۴۰) وغیرہ

چھوٹے رافضی ہیں۔[1]

شیعہ جس طرح حضرت عمرؓ کی قائم کردہ جماعتِ تراویح کو بدعت کہتے ہیں، اسی طرح غیر مقلدین کے سرخیل علامہ امیر یمانی نے بھی حضرت عمرؓ کے اس فعل کو نعوذ باللہ! بدعتِ ضلالہ قرار دے دیا ہے۔[2]

شیعوں نے اذان میں "حی علی خیر العمل" کا اضافہ کیا، اور وہ ان کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ غیر مقلدین شیعوں کی اس ایجاد کو تو جائز قرار دیتے ہیں لیکن خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ نے جمعہ کی جو دوسری اذان کی سنت بحیثیت خلیفہ راشد شروع کی اس کو غیر مقلدین بدعت قرار دیتے ہیں۔[3]

ان حقائق کی روشنی میں علی زئی صاحب خود ہی فیصلہ کر لیں کہ "روافض" ہمارے بھائی ہیں یا آپ "غیر مقلدین" کے۔

میری وفا کو دیکھ کر، میری ادا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

۱۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۹۶)

۲۔ سبل السلام (۲/۱۱)

۳۔ عرف الجادی (ص ۴۳)

۴۔ کنز الحقائق (ص ۳۶)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر نواں اِلزام: اہلحدیث سے بغض

- لقب ''اہلحدیث'' کی وضاحت اور علمائے دیوبند کا موقف
- غیر مقلدین کے دعویٰ اہلحدیث کی حقیقت

(۹)

اہلحدیث سے بغض

زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند پر الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

دیوبندی حضرات اہلحدیث سے سخت بغض رکھتے ہیں۔ اس پر انہوں نے دلیل یہ ذکر کی ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کے پیچھے احتیاطاً نماز نہ پڑھی جائے۔ وغیرہ۔[1]

اس الزام کے جواب سے پہلے یہ وضاحت کرنی مناسب ہے کہ اہلحدیث کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ خود زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کی ایک خاص جماعت جس کو حدیث رسول ﷺ سے علمی اور عملی شغف رہا، وہ جماعت اپنے آپ کو لقب ''اہلحدیث'' سے ملقب کرتی رہی ہے۔[2]

''اہلحدیث'' محدثین کے گروہ کا نام ہے، جن کا مقصود وحیات حدیث رسول ﷺ کی جمع و ترتیب ہے، نہ کہ ''اہلحدیث'' مادر پدر آزاد جہلاء کو کہا جاتا ہے کہ جو حدیث کے قریب بھی نہیں گئے اور ''اہلحدیث'' نام رکھ کر ان کا وظیفہ صبح شام فقہا اسلاف کو بُرا بھلا کہنا ہے۔ زبیر علی زئی کا یہ الزام کہ علمائے دیوبند اہلحدیث سے بغض رکھتے ہیں، سراسر دھوکہ ہے۔ الحمدللہ! علمائے دیوبند اصل اہلحدیث (یعنی محدثین: امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ) سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنا مقتداء و پیشواء سمجھتے ہیں۔ البتہ وہ زبیر علی زئی کی طرح نام نہاد ''اہلحدیث'' جو انگریزی دور کی پیداوار ہے، اور جن کو خود ان کے اپنے اکابر بھی اپنے دعویٰ ''اہلحدیث'' میں جھوٹا اور بدعتی قرار دے چکے ہیں، ان کو حضرات دیوبند اصلی اہلحدیث کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ بلکہ علمائے دیوبند جیسے منکرین حدیث کو ان کے دعویٰ اہل قرآن میں جھوٹا قرار دیتے ہیں ایسے ہی ان غیر مقلدین کو بھی اہل

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۳،۲۳)

۲۔ طریقۃ الجنۃ المعروف جنت کا راستہ (ص ۴۲) مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

حدیث ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا حضرت تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ جن علماء نے ان کے پیچھے احتیاطاً نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے، وہ بالکل بجا ہے۔

اور پھر زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر اہلحدیث سے بغض رکھنے کا الزام اس لیے بھی غلط ہے کیونکہ علمائے دیوبند تو محدثین کرام (جو اصل اہلحدیث ہیں) کی تحقیقات کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، اور ان کا احترام بجالاتے ہیں، جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے علمائے دیوبند کے بارے میں لکھا ہے:

محدثین کا احترام شاہ (ولی اللہ) صاحب کی تحریک سے ان کو وراثت میں ملا ہے۔[1]

لہٰذا وہ محدثین سے بغض کیوں رکھیں گے؟ اس کے برعکس زبیر علی زئی وغیرہ جیسے غیر مقلدین نہ تو محدثین کا احترام کرتے ہیں، اور نہ ہی ان کی تحقیقات کو تسلیم کرتے ہیں، بلکہ ان کی تحقیقات کا مذاق اڑاتے ہیں، چنانچہ زبیر علی زئی نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

اگر چہ امام ذہبی نے کہا: ''وماعلمت احدالینہ'' (میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کو ضعیف کہا ہے) تو ہم کہتے ہیں: ''وماعلمنا احداوثقہ'' (ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس کو ضعیف کہا ہے)۔[2]

گویا علی زئی امام ذہبیؒ سے بڑے عالم ہیں۔

علی زئی کے مرحوم استاذ مولانا محب اللہ راشدیؒ نے ان جیسے غیر مقلدین کے بارے میں لکھا ہے کہ:

آج ایسے مجتہد پیدا ہو چکے ہیں کہ ان (امام ذہبیؒ وغیرہ محدثین) کی ان مساعی جمیلہ پر پانی پھیر رہے ہیں، اور ان کی تحقیقات کو محض ان کا ظن بتا رہے ہیں۔[3]

۱۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۵۵)

۲۔ القول المتین (ص ۳۰)

۳۔ مقالات راشدیہ (۲۹۹/۱)

اس ساری تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علمائے دیوبند محدثین سے بغض نہیں رکھتے، بلکہ علی زئی وغیرہ جیسے غیر مقلدین کو ان حضرات سے بغض ہے۔

ع وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر دسواں اِلزام:
عقیدہ ختم نبوت کا انکار

- علمائے دیوبند کی تحریکِ ختم نبوت میں خدمات
- حضرت نانوتویؒ اور قاری محمد طیبؒ کا ختم نبوت سے متعلق مؤقف
- غیر مقلدین اور قادیانیت

(۱۰)

عقیدہ ختم نبوت کے انکار کا الزام

زبیر علی زئی نے "ختم نبوت پر ڈاکہ" کے عنوان کے ذیل میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ وغیرہ اکابرین دیوبند کے چند حوالے ذکر کرنے کے بعد یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان حضرات کا ختم نبوت کے متعلق عقیدہ ٹھیک نہیں ہے۔[۱]

حالانکہ تحفظِ ختم نبوت میں علمائے دیوبند کی خدمات چڑھتے سورج سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہیں، اور اس بات کا اقرار خود علمائے غیر مقلدین کو بھی ہے۔ چنانچہ مولانا محمود احمد میرپوری سابق امیر جمعیت اہلحدیث یورپ، مشہور بریلوی خطیب محمد شفیع اوکاڑوی مرحوم کے ایک بیان کہ: علمائے دیوبند کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کے بارے میں عقیدہ واضح نہیں، اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں کہا، کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

> اور علماء کی اس جماعت پر ختم نبوت کا منکر ہونے کا الزام لگا دیا، جن کی پیشانیاں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دی جانے والی قربانیوں سے منور ہیں، اور جن کے قائدین نے تحریکِ ختم نبوت میں وہ عظیم کارہائے نمایاں انجام دیے جو تاریخ کا ایک مستقل باب بن چکے ہیں، اور جنہیں اوکاڑوی صاحب (اور اب زبیر علی زئی غیر مقلد۔ ناقل) جیسا کوئی پیشہ ور واعظ ہرگز نہیں مٹا سکتا۔[۲]

زبیر علی زئی کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ختم نبوت کے لیے علمائے دیوبند کی خدمات کا انکار کرنا چڑھتے سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اور جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا تو اس کا تعاقب سب سے پہلے علمائے دیوبند نے کیا۔ چنانچہ جب مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہ غیر مقلدین کے مرزا کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے تو علمائے دیوبند سے

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۵، ۲۶)؛ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۸)

۲۔ تحفۂ شیریں (ص ۳۱)، ناشر: مرکزی جمعیت اہلحدیث، برطانیہ

وابستہ علمائے لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں سب سے پہلے اس کے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کا اعتراف مولانا بٹالوی غیر مقلد نے بھی کیا ہے۔[1]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ پر الزام کا جواب

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ پر اس الزام کا جواب خود حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تحریرات سے بطور اقتباسات ملاحظہ ہو۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) خاتمیت زمانہ اپنا دین وایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سوا گر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے اس تہمت کے جواب میں ہم آپ پر اور آپ کے اہل حلف پر ہزار تہمتیں لگا سکتے ہیں۔[2]

(۲) حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں، علی الاطلاق کہیے یا بالاضافہ۔[3]

(۳) ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔[4]

(۴) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیجیے (تحذیر الناس) صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے، جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا۔[5]

(۵) خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔[6]

(۶) حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے

---

۱ اشاعۃ السنۃ (ج ۱۳ ش ۱۱، ص ۳۸۱)

۲ مناظرۂ عجیبہ (ص ۳۹) ۳۔ ایضاً (ص ۳)

۴ ایضاً (ص ۶۹) ۵۔ ایضاً (ص ۵۰)

۶ ایضاً (ص ۳)

والوں کے پاؤں جادیے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔[۱]

(۷) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ختم نبوت کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اپنا دین وایمان ہے، بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اُس کو کافر سمجھتا ہوں۔[۲]

تفصیل کے لیے ''عبارات اکابر'' حصہ اول مصنفہ امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور ''عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت'' مصنفہ علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کو ملاحظہ کیا جائے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ان اعتراضات کے لیے ''بریلویت'' سے سہارا لیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ بریلویوں کے کئی نامور اور انصاف پسند علماء نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی اس عبارت میں ختم نبوت کا انکار نہیں کیا، مثلاً مشہور بریلوی مصنف پیر محمد کرم شاہ الازہری مرحوم (م ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے، کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جو حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔[۳]

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے احمد رضا خان بریلوی کے خلاف ایک کتاب ''بریلویت'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے عنوان ''بریلویت اور تکفیری فتوے'' کے ذیل میں احمد رضا خان کے اکابرین امت کے خلاف بے سروپا تکفیری

۱۔ ایضاً (ص ۵۰) ۲۔ ایضاً (ص ۱۰۳)

۳۔ تحذیر الناس میری نظر میں (ص ۵۸) مطبوعہ اگست ۱۹۸۶ء ضیاء القرآن، لاہور

انہوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا تذکرہ بھی کیا، اور آپ کی بہت زیادہ تعریف و توثیق کرنے کے بعد آپ کے خلاف احمد رضا خان کے فتوؤں کو نقل کیا، جن میں سے ایک فتویٰ "تحذیر الناس" کی اس عبارت پر بھی ہے کہ جس کی وجہ سے علی زئی نے بھی احمد رضا خان کی تقلید میں حضرت نانوتویؒ پر اعتراض کیا ہے۔[1]

اس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ مولانا موصوف کے نزدیک بھی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خلاف احمد رضا خان کا یہ فتویٰ بالکل غلط ہے، اور اس عبارت کی وجہ سے آپ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ماقبل مولانا محمود میر پوری غیر مقلد کا حوالہ بھی گزر چکا ہے جس میں انہوں نے بھی حضرت نانوتویؒ کا دفاع کیا اور آپ کی مذکورہ عبارت کی وجہ سے بریلوی خطیب ضیاء اوکاڑوی نے آپ کے عقیدہ ختم نبوت پر جو اعتراض کیا تھا، اس کا سختی سے رد کیا۔ اس کے برعکس زبیر علی زئی کی کج روی ملاحظہ کریں کہ ان کے اپنے علماء بریلویوں کے مقابلے میں حضرت نانوتویؒ کا دفاع کر رہے ہیں، جب کہ یہ بدنصیب شخص بریلویوں کو خوش کرنے کے لیے حضرت نانوتویؒ پر اعتراض کر رہا ہے۔

ع آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

حضرت نانوتویؒ پر علی زئی کے الزام کی حقیقت

خود حضرت نانوتویؒ، پیر کرم شاہ اور علمائے غیر مقلدین کی ان تصریحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت زمانی، مکانی اور مرتبی تینوں لحاظ سے خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ پر طعن زنی کرتے ہوئے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

اہلحدیث کو مسجدوں سے نکالنے والوں کا ختم نبوت کے بارے میں عجیب و غریب عقیدہ ہے۔ محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں کہ:
بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔[2]

زبیر علی زئی کی منقولہ عبارت میں دیکھ لیا جائے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے بالفرض کہا

[1] بریلویت (ص ۳۳۵)

[2] دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۲۵) بحوالہ تحذیر الناس (ص ۳۴)

ہے جس سے اس کا وقوع ہونا لازم نہیں آتا، اور اس طرح کی مثالیں قرآن وحدیث میں متعدد ہیں۔ مثلاً تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول حدیث کہ "لو عاش ابراھیم لکان نبیا" (اگر ابراہیمؑ (صاحبزادۂ نبی ﷺ) زندہ رہتے تو نبی ہوتے)، اس حدیث پر بعض حضرات نے اشکال کیا تو ان کے جواب میں حافظ سخاویؒ اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (مولانا وحید الزمان غیر مقلد نے ان دونوں شاگرد واستاذ کو اہلحدیث کے پیشوا قرار دیا ہے)[۱] کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ان القضیة الشرطیة لاتستلزم الوقوع. کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو مستلزم نہیں ہے۔ پھر اس کی تائید میں حافظ سخاویؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے: "لو کان بعدی نبی لکان عمر." (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے)۔[۲]

تو اب کیا علی زئی ان محدثین کو بھی منکرین ختم نبوت قرار دیں گے۔

اور پھر زبیر علی زئی نے اپنے گھر کی خبر نہیں لی کہ ان کے اپنے اکابر "غیر مقلدین" نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کو ممکن قرار دیا ہے، چنانچہ زبیر علی زئی کے مزعومہ استاذ مولانا عبدالمنان نور پوری غیر مقلد، ایک قادیانی کے ساتھ مکالمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ہماری اس بات چیت کا موضوع ہے، آپ کا دعویٰ "حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں" نہ کہ امکان وعدم امکان نبوت۔ پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بعض چیزیں ممکن تو ہوا کرتی ہیں مگر واقع کبھی بھی نہیں ہوتیں۔[۳]

اس سے معلوم ہوا کہ خود زبیر صاحب کے استاذ محترم کے نزدیک بھی آنحضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن ہے، لیکن یہ ہوگا نہیں۔

نیز مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے بھی لکھا ہے:

> کسی امر کا امکان شئے دیگر ہے اور اس کا وقوع شئے دیگر۔[۴]

اسی طرح مولانا عبداللہ روپڑیؒ غیر مقلد کا حوالہ "مسئلہ امکان نظیر" میں گزر چکا ہے کہ:

> خدا کی خدائی میں کیا نہیں ہوسکتا، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل یا آپ کی اتباع سے نیا نبی اب نہیں ہوسکتا؟ اتباع سے نبی ہوسکتا ہے، کیا خدا اب قادر نہیں رہا؟

۱۔ لغات الحدیث (ج ۱، کتاب و، ص ۲۱)
۲۔ المقاصد الحسنہ (ص ۳۹۶، ۳۹۷)
۳۔ مکالمات نور پوری (ص ۳۳)
۴۔ شہادت القرآن (ص ۲۱۶، ۲۱۷، ۳۳۹)

سوال تو ہونے سے ہے، نہ کہ نہ ہو سکنے سے۔

غیر مقلدین کے مجددِ اور محقق اعظم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے محدث ابن قدامہؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

ابن حنبلی کہا کرتے تھے کہ شیخ احمد بن قدامہ کے زمانہ میں اگر کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ ابن قدامہ ہوتے۔[۱]

مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہاں پوریؒ غیر مقلد نے بھی محمد بن احمد بن قدامہ مقدسیؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

بعض بزرگوں کا مقولہ ہے: ان کے وقت میں اگر کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو یہ ہوتے۔[۲]

اب ہم دیکھتے ہیں کہ زبیر علی زئی اپنے ان علماء پر کیا فتویٰ صادر کریں گے؟

علاوہ از یں مسئلہ امکان نظیر کے ذیل میں غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب دہلویؒ اور ان کے تلامذہ کا فتویٰ نقل ہو چکا ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کی قدرت سے رسول اللہ ﷺ جیسا رسول پیدا ہونا ناممکن اور محال ہے اس کا یہ عقیدہ گمراہی ہے اور وہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اس کے کفر کے قریب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اس کے برعکس زبیر علی زئی نے تصریح کی ہے، نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال، ناممکن اور باطل ہے۔[۳]

اب انہیں اپنا شوق فتویٰ بازی پورا کرتے ہوئے اپنے پیش روؤں پر بھی فتویٰ لگا دینا چاہیے۔ دیدہ باید۔

قاری محمد طیب صاحبؒ پر الزام کا جواب

زبیر علی زئی نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ پر بھی ختم نبوت سے متعلق غلط عقیدہ رکھنے کا الزام لگایا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

۱۔ اتحاف النبلاء (ص ۳۲۰) بحوالہ: کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ (ص ۳۱۸)

۲۔ الارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۲۹۲) ۳۔ الحدیث (۳۳/۲۳)

تو یہاں ختم نبوت کا یہ معنی سن لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ نبوت مکمل ہوگئی، وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع ہوگئی اور دنیا میں اندھیر پھیل گیا۔ (خطبات حکیم الاسلام، ج۱،ص۳۹)

حالانکہ صحیح حدیث آیا ہے کہ:

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت . بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔

(سنن الترمذی: ۲۲۷۲، وقال صحیح غریب)[1]

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی، قاری محمد طیب صاحبؒ کے خلاف اپنے اس الزام میں یہ کہہ کر کہ: ''قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا ہے......'' یہ تأثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ: ''خطبات حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب صاحبؒ کی کوئی ذاتی تصنیف ہے، حالانکہ یہ علی زئی کی جہالت یا تجاہل عارفانہ ہے، اس لیے کہ ''خطبات حکیم الاسلام'' حضرت قاری طیب صاحبؒ کی ذاتی تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ تو آپ کی تقاریر اور خطبات کا مجموعہ ہے، جس کو قاری محمد ادریس ہوشیار پوری نے جمع و مرتب کیا ہے، جیسا کہ اس کے سر ورق پر بھی مذکور ہے۔

اور پھر علی زئی نے حضرت قاری صاحبؒ کی تقریر کا جو اقتباس نقل کیا ہے، اس میں بھی انہوں نے ڈنڈی ماری ہے، اور اس اقتباس کو کانٹ چھانٹ کر اور اس کے سیاق وسباق کو حذف کر کے پیش کیا ہے، تاکہ وہ اس سے حضرت قاری صاحبؒ کو ختم نبوت کا منکر ثابت کر سکیں۔ انّا للّٰہ...

ہم یہاں علی زئی کے نقل کردہ اس ادھورے اقتباس کو مکمل پیش کرتے ہیں، اور پھر حضرت قاری صاحبؒ کی اس تقریر کے چند اور اقتباسات بھی نقل کریں گے، جن سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت قاری صاحبؒ پر علی زئی کا الزام محض بہتان ہے، اور آپ نے ختم نبوت کا انکار نہیں کیا، بلکہ بڑے احسن انداز میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے، چنانچہ حضرت قاری صاحب ختم نبوت کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

<u>اور ایک میری (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) نبوت قیامت تک کافی ہو گی، اس کے لیے آئینے آتے رہیں گے، اس میں سے وہ نور چھنتا رہے گا، چمکتا</u>

[1] بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص۲۶)

رہے گا، دنیا کو روشنی ملتی رہے گی، نبوت کی اس لیے ضرورت نہیں کہ نبوت کے سارے درجات میرے اوپر ختم ہو گئے، تو یہاں ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے، نبوت مکمل ہو گئی، وہی کام دے گی قیامت تک نہ یہ کہ منقطع ہو گئی، دنیا میں اندھیر پھیل گیا، نہ علم رہا، نہ اخلاق رہے تو یہ معنی نہیں کیا، اس لیے دھوکے میں نہ پڑا جائے۔ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مراتب نبوت ختم ہو گئے۔[1]

قارئین! یہ قاری محمد طیب صاحبؒ کی تقریر کا مکمل اقتباس ہے، اس میں خط کشیدہ عبارت کو علی زئی نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا، اور صرف درمیان کی عبارت نقل کر کے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ قاری طیب صاحبؒ ختم نبوت کے منکر ہیں، لیکن اس پورے اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ زبیر علی زئی ایک دھوکے باز شخص ہیں، اور وہ حضرت قاری صاحبؒ کو محض بدنام کرنے کے لیے ان پر یہ جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔ اس لیے کہ اس بیان میں کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر رہے ہیں۔ نیز اس مذکورہ اقتباس سے چند سطور پہلے آپ فرماتے ہیں:

پھر فاران کی چوٹیوں سے صبح صادق علیہ السلام کا طلوع ہوا، اس نے خبر دی کہ آفتاب نبوت آنے والا ہے، ابھی آیا نہیں تھا، خبر آئی تھی کہ دنیا میں چاند پھیلنا شروع ہوا۔ ستارے گل ہونا شروع ہو گئے اور آفتاب نے نکلتے ہی اعلان کیا کہ اب میں آچکا ہوں، اب کسی ستارے کی حاجت نہیں ہے، میرا نکلنا ہی کافی ہو گا، پوری دنیا کے لیے اب میں کافی ہوں، نبوت ختم ہو گئی یعنی مراتب نبوت میری ذات پر ختم ہو گئے، کامل ہو گئے، اسی کو پھیلانے کی اب کوئی وجہ باقی نہیں، اب کسی کو نبی بنا کر نہیں لایا جائے گا، اب میری نبوت غروب آفتاب تک کام کرے

[1] خطبات حکیم الاسلام (۶۷/۲)

گی یہاں تک کہ صبح قیامت کا طلوع ہو جائے اور یہ دن ختم ہو جائے۔[۱]

نیز آپ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقط نبی نہیں تھے بلکہ خاتم النبیین تھے۔ اور خاتم الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ نبوت، علم اور اخلاق کے جتنے مراتب ہیں وہ آپ کی ذات بابرکات کے اوپر ختم ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے کمالات کے منتہی ہیں، سب کمالات کی انتہاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر آ کر ہو گئی تھی، گویا اب کوئی درجہ نبوت کا باقی نہیں رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے، اور اس درجہ کو لے کر چلائے اور تبلیغ کرے، آپ کی ذات بابرکات کے اوپر سارے مراتب ختم کر دیے گئے اس لیے آگے نہ نبوت کی ضرورت تھی، نہ شریعت کی ضرورت تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین خاتم الادیان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت خاتم الشرائع تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خاتم الانبیاء تھی، تو ہر چیز کا انتہائی مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا، علم کا، اخلاق کا، کمالات کا ختم نبوت کی وجہ سے، کیونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا۔[۲]

اور پھر ایک شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ختم نبوت کا معنی قطع نبوت کا نہیں کہ نبوت قطع ہو گئی، دنیا سے منقطع ہو گئی، ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں یعنی نبوت کامل ہو گئی، اور ہر چیز کے کامل ہونے کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا کہ وہ آئے۔[۳]

ان اقتباسات کو پڑھیے اور علی زئی کی دیانت داری کو داد دیجیے کہ قاری طیب صاحبؒ کس طرح خوبصورت انداز میں مسئلہ ختم نبوت کو ثابت کر رہے ہیں اور یہ بدبخت ان کو ختم نبوت کا منکر قرار دے رہا ہے۔ فیا للعجب۔

باقی علی زئی نے جو حدیث نقل کی ہے کہ: "ان الرسالة والنبوة قد انقطعت" تو اس کا

۱۔ خطبات حکیم الاسلام (۲/۶۷) ۲۔ ایضاً (۲/۶۵)
۳۔ ایضاً (۲/۶۶)

مطلب یہ نہیں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی دنیا سے منقطع ہو گئی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی اور شخص کو نبوت نہیں ملے گی، اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت رہے گی۔ غیر مقلدین کے امام العصر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔[۱]

لہٰذا علی زئی کا قاری طیب صاحبؒ کے بیان کو اس حدیث سے متصادم قرار دینا، ان کی جہالت اور گمراہی ہے۔

نیز مشہور محدث حافظ ابو عبداللہ حسین بن ابراہیم جورقانی ہمدانیؒ (م ۵۴۳ھ) نے بھی قاری محمد طیبؒ کی طرح لکھا ہے:

فان النبوۃ و الخلافۃ لا ینقطعان ابدا۔[۲]

بے شک نبوت اور خلافت کبھی بھی منقطع نہیں ہوں گی۔

تو کیا اب علی زئی کے نزدیک یہ محدث بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ لہٰذا علی زئی محدث موصوف کے اس بیان کی جو بھی تاویل کریں، ہماری طرف سے قاری محمد طیب صاحبؒ کے بیان کی بھی وہی تاویل سمجھ لیں۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا.

"غیر مقلدیت" اور "قادیانیت"

ذیل میں اس بابت غیر مقلدین کے گھناؤنے کردار کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں:

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت سے پہلے خود غیر مقلد تھا، جیسا کہ خود اس نے اپنے خلیفہ اول مولوی نور الدین کے نام ایک خط میں اس کی تصریح کی ہے۔[۳] نیز وہ غیر مقلدین کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس کے حالات میں لکھا ہے کہ:

مرزا صاحب فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ آمین بالجہر کے قائل تھے۔ ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔[۴] مگر تراویح کے قائل تھے۔[۵]

۱ شہادت القرآن (ص ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۹)

۲ الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر (ص ۳۱۵، رقم الحدیث: ۲۶۵)

۳ مکتوبات احمدیہ (ج ۵، ص ۵۳، ۵۴)

۴ سیرت المہدی (حصہ دوم، ص ۳۹)

۵ ایضاً (ص ۱۳)

جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔[1] جمع بین الصلوتین کے قائل تھے۔[2] ہاتھ سینے پر باندھتے تھے۔ تسمیم اللہ بالجہر پڑھتے تھے۔[3]

غیر مقلدین کی طرح اقامت کے طاق کلمات ہونے کے قائل تھے۔[4]

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں کہتے تھے کہ:

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ "لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب" آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو، ہر حالت میں اس کو چاہیے کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھے۔[5]

جماعت احمدیہ کا مسلک جو (ان کے بقول) تواتر عملی کی حیثیت رکھتا ہے، یہی ہے کہ عید کی نماز کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہی جاویں۔[6]

مرزا صاحب کے نزدیک نماز تراویح اور نماز تہجد ایک ہی نماز ہے، اور اس کی آٹھ رکعتیں ہیں۔[8]

وہ جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں۔[9]

نیز وہ غیر مقلدین کی طرح گوہ کھانے کو جائز سمجھتے تھے۔[10]

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد نے بھی مرزا کو غیر مقلد قرار دیا ہے اور ان کے حنفی ہونے کی تردید کی ہے۔[11]

۱۔ ایضاً (ص ۳٦)

۲۔ ایضاً (ص ۸۸)

۳۔ ذکر حبیب (ص ۳۳)؛ نہج المصلی (ج ۱ ص ۳۷۰) بحوالہ الکلام المفید (ص ۱۸٦)

۴۔ ذکر حبیب (ص ۳۳)

۵۔ فتاوی احمدیہ (۱/۱۳۳)

٦۔ ایضاً (۱/۱۵۲)

۷۔ ایضاً (۱/۱۸۰)

۸۔ ایضاً (۱/۳۰۸)

۹۔ ایضاً (۱/۳۵۱)

۱۰۔ سیرت المہدی (حصہ دوم ص ۱۳۲)

۱۱۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۸۸)

مشہور غیر مقلد عالم عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

۱۹ راگست ۱۹۶۲ء کو میں ظہر پڑھ کر بدرالاسلام صاحب سٹوڈنٹ بی۔ایس۔سی۔ سال سوم کو بلوغ المرام پڑھا رہا تھا کہ دو مسافر تشریف لائے اور ظہر وعصر دونوں کو بصورت جمع پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ احمدی ہوں گے۔ چنانچہ فارغ ہو کر ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں...... انہوں نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا تھا کہ اکثر اہلحدیث احمدی (قادیانی) ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ مرزا صاحب تو حنفی تھے۔ فرمایا کہ نہیں وہ بھی اہلحدیث تھے۔[1]

سورت گجرات کے عظیم صوفی بزرگ مولانا سلیمان صاحب لاجپوریؒ، مرزا قادیانی سے اپنی ملاقات کی روئیداد سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہاں (مرزا کی مجلس میں) غیر مقلد بہت تھے۔

اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ:

جس نے تقلید چھوڑی وہ یا تو مرزائی ہو جائے گا، یا نیچری بن جائے گا، یا عیسائی ہو جائے گا۔[2]

(۲) مرزا کا سب سے بڑا حواری اور خلیفہ اول حکیم نورالدین بھی غیر مقلد تھا۔[3]

(۳) مرزا کا خاص مرید مولوی محمد احسن امروہی بھی پہلے پکا غیر مقلد تھا اور اس نے اپنے سابقہ مسلک (غیر مقلدیت) کے اثبات میں ایک کتاب "مصباح الادلہ" کے نام سے لکھی تھی۔

(۴) مرزا کا ایک اور خاص مرید وحواری مولوی مبارک علی سیالکوٹی بھی پہلے غیر مقلد تھا، اور اس نے حدیث کی کتابیں مشہور غیر مقلد محدث مولانا عبدالمنان وزیر آبادیؒ سے پڑھی تھیں۔[4] اور ان کے والد مولوی فضل احمد (استاذ مرزا غلام احمد قادیانی) بھی غیر مقلد تھے۔[5]

۱ الحظر البلیغ (ص ۱۵۶)

۲ مالی عارف (ص ۳۳۳) ۳۔ فتاویٰ اہلحدیث (۱۰۱/۱۱)

۴ شہادت القرآن (ص ۹۸) از مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد

۵ سیرۃ المہدی (۲۳۳/۱)

(۵) پاکستان کا سابق وزیر خارجہ اور مشہور قادیانی ظفر اللہ خان بھی غیر مقلد خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے کہ:

میرے دادا چودھری سکندر خان صاحب مرحوم اپنے علاقہ کے بڑے بااثر و رسوخ زمیندار تھے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوسکا ہے وہ اہلحدیث فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔[1]

(٦) مرزا صاحب کا نکاح بھی ایک غیر مقلد لڑکی سے بتوسط مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد ہوا تھا، اور یہ نکاح غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ نے پڑھایا تھا۔[2]

(۷) مرزا کو عروج اور شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے والے شخص غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا حسین بٹالویؒ صاحب تھے۔ چنانچہ بٹالوی صاحب نے ایک دفعہ اپنے احباب کے سامنے عالم برافروختگی میں کہا کہ میں نے ہی اس شخص (مرزا قادیانی) کو بلند کیا تھا۔[3]

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

مؤلف براہین احمدیہ (مرزا قادیانی) کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے کم واقف نکلیں گے۔ مؤلف ہمارے ہم وطن ہیں، بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات مراسلات برابر جاری و ساری ہے۔[4]

نیز مجدد اعظم کا مرزائی مؤلف لکھتا ہے:

خود مولوی محمد حسین بٹالوی باوجود اس قدر بڑا عالم اور محدث ہونے کے اس قدر آپ (مرزا قادیانی) کی عزت و احترام کرتا تھا کہ آپ کا جوتا اُٹھا کر آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھ دیتا تھا اور اپنے ہاتھ سے آپ کو وضو کرانا اپنی سعادت

۱۔ تحدیث نعمت، بحوالہ: ترک تقلید کے بھیانک نتائج (ص ۵۰)

۲۔ سیرت المہدی (ج ۱، ص ۵۷)؛ تاریخ احمدیت (ج ۲، ص ۵٦)

۳۔ تحفۂ گولڑویہ (ص ۹)، بحوالہ: اہلحدیث اور انگریز (ص ۱۲۵)

۴۔ مجدد اعظم (۳۲،۳۱/۱)

سمجھتا تھا۔[۱]

مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

اس سے پیشتر اسی طرح کے اختلاط سے جماعت اہلحدیث کے کثیر التعداد لوگ قادیانی ہو گئے جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ابتداء میں مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب... بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کو الہامی مان کر ان کی موافقت کی، اور ان کی تائید میں اپنے رسالہ "اشاعت السنۃ" میں زوردار مضامین بھی لکھتے رہے، جس سے جماعت اہلحدیث کے معزز افراد مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو گئے۔[۲]

(۸) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا حوالہ ماقبل گزر چکا ہے کہ انہوں نے قادیانیوں کو قتی اور مسلمان قرار دیا ہے۔

نیز انہوں نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھی تھی اور قادیانیوں کے پیچھے نماز کے جواز کا فتویٰ بھی دیا تھا۔

مولانا عبدالعزیزؒ غیر مقلد سابق سیکرٹری جمعیت اہلحدیث ہند مولانا امرتسریؒ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی، آپ مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا، اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں ہوئے؟[۳]

مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد نے مولانا امرتسریؒ کی تفسیر (عربی) کو مرزائی فتنہ سے بھی بڑھ کر فتنہ قرار دیا تھا۔[۴]

---

۱ ایضاً (۱/۳۳)

۲ الاعتصام الجمهور (ص ۳۳) بحوالہ مقدمہ رسائل اہلحدیث (۲/۷۳)

۳ فیصلہ مکہ (ص ۳۶) ۴۔ ایضاً (ص ۲)

(۹) مولانا اسماعیل غزنوی سابق نائب امیر جمعیت اہلحدیث ہند کے بارے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے انکشاف کیا تھا کہ وہ در پردہ مرزائی ہیں اور اُن کے جلسوں کے اخراجات بھی مرزائیوں کی طرف سے آ رہے ہیں۔[۱]

مشہور غیر مقلد عالم مولانا داؤد غزنویؒ نے بھی اپنے ایک خط میں مولانا اسماعیل غزنوی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ہاں یہ صحیح ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب کے طریق کار سے انجمن تبلیغ الاسلام امرتسر کے سلسلے میں مقامی حالات کے ماتحت ایک خاص فضا کی موجودگی میں مرزائیوں کے ساتھ مل کر آریوں سے مناظرہ وغیرہ کرنے میں مجھے شدید ترین اختلاف تھا اور ہے۔[۲]

(۱۰) مولانا عنایت اللہ اثری غیر مقلد خطیب جامع مسجد اہلحدیث گجرات نے مرزا غلام قادیانی کے بیٹے مرزا محمود کو مخاطب ہو کر کہا:

> جب میں آپ کو مسلمان سمجھ کر اقتداء کر رہا ہوں تو آپ کو میری اقتداء سے کون سی چیز مانع ہے۔[۳]

(۱۱) مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ مولانا وحید الزمانؒ (جن کا تعارف آگے آ رہا ہے) نے تو قادیانیوں کو اہل سنت کے فرقوں میں شمار کر دیا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

چنانچہ لکھتے ہیں:

> اب سنیوں میں آپس میں کئی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ مقلد اور غیر مقلد، بدعتی اور وہابی، عرشی اور فرشی، قادیانی اور چکڑالی، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.[۴]

(۱۲) علی زئی نے علمائے دیوبند کو قادیانیوں کا حامی ثابت کرنے کے لیے مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے۔[۵] حالانکہ اس فتویٰ میں مرتدین کی بات ہو رہی ہے۔ جنہوں نے اسلام کو چھوڑ کر قادیانیت اختیار کی وہ مرتد کہلائیں گے اور جو قادیانیوں کے ہاں پیدا

۱۔ ایضاً (ص۳۴،۳۵)
۲۔ ایضاً (ص۳۸)
۳۔ الحسر البلیغ (ص۱۳)
۴۔ لغات الحدیث (ج۲، کتاب س، ص۱۸۱)
۵۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص۸) بحوالہ: کفایت المفتی (۱/۳۱۳)

ہوئے وہ کافر کہلائیں گے۔

اسی طرح کا فتویٰ غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑیؒ نے بھی دیا ہے۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> جو اسلام سے نکل کر مرزائی ہو گئے وہ مرتد ہیں۔ اور جو مرزائیوں کے گھر پیدا ہوئے یا کسی اور دین سے نکل کر مرزائی ہوئے وہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں۔ ارتداد کے لیے صرف اتنی شرط ہے کہ پہلے اسلام میں ہو پھر اُس سے نکل جائے۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ. (الآیۃ)[1]

اب اگر مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے اس فتوے سے ان کا قادیانیوں کا حامی ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر زبیر علی زئی اپنے محدث روپڑی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کریں گے؟ دیدہ باید۔

الحاصل! حافظ زبیر علی زئی ختم نبوت کے سلسلہ میں اپنے اکابر کے سیاہ ماضی اور گھناؤنے کردار کو دیکھنے کی بجائے علمائے دیوبند کی عبارات پر اعتراض کر کے ان کے بلند پایہ اور عظیم الشان کردار کو داغدار کرنے کی ناکام ونامراد کوشش کر رہے ہیں۔ آخر میں ان کو غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ (جن کے بارے میں خود علی زئی لکھتے ہیں: شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقہ، المتقن الحجہ، المحدث الفقیہ الاصولی محمد گوندلوی رحمہ اللہ)[2] کی ایک نصیحت یاد دلاتے ہیں، جس میں وہ فرماتے ہیں:

> یاد رکھنا چاہیے حتی الامکان اگر کوئی کلام کسی توجیہ سے صحیح بن سکتا ہو تو اس کو صحیح ہی سمجھنا چاہیے۔[3]

---

۱ فتاویٰ اہلحدیث (۹/۱)

۲ الکواکب الدریۃ (ص ۷)   ۳۔ خیر الکلام (ص ۳٦)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر گیارھواں اِلزام:
گمراہی کی طرف دعوت

- علمائے دیوبند کی دعوت وتبلیغ میں خدمات
- غیر مقلدین گمراہی کے داعی

(۱۱)

گمراہی کی طرف داعی ہونے کا الزام

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

دلائل مذکورہ اور دیگر دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دیوبندیت ایک گمراہ فرقہ ہے۔[۱]

اس کے بعد انہوں نے شیخ البانی وغیرہ متعصب غیر مقلدین (جن کے اقوال ہمارے لیے کوئی حجت نہیں ہیں) کے چند حوالے علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے خلاف نقل کر کے لکھا ہے:

لہٰذا ثابت ہوا کہ دیوبندی فرقہ بدعتی فرقہ ہے۔ دیوبندی حضرات اپنے فرقے کی طرف لوگوں کو تحریراً، تقریراً اور تمام ممکنہ طریقوں سے دعوت دیتے ہیں۔[۲]

دوسرے افتراءات کی طرح زبیر علی زئی کا علماء دیوبند پر یہ بھی افتراء ہے، کیونکہ علمائے دیوبند توحید وسنت کے داعی ہیں اور علماء دیوبند کی دعوت الی اللہ میں خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اور خود اکابر غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ علمائے دیوبند اہل بدعت نہیں بلکہ وہ اہل توحید اور اہل سنت والجماعت ہیں، اور ان کے عقائد قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ ماقبل ان کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ زبیر علی زئی خود اپنے اکابرین کے اقوال کی روشنی میں بھی علمائے دیوبند کو بدعتی کہنے میں جھوٹے اور کذاب ہیں، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علمائے دیوبند گمراہی کی نہیں بلکہ قرآن وسنت کی دعوت دیتے ہیں۔

علمائے دیوبند کی خدمات: دعوت وتبلیغ

الحمد للہ! علمائے دیوبند نے جیسے دین کے دیگر شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں، اسی طرح ان نفوسِ قدسیہ نے دین کے ایک اہم شعبہ "دعوت وتبلیغ" میں بھی جو خدمات

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۶)

۲۔ ایضاً (ص ۲۷)

سرانجام دی ہیں وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ چنانچہ علمائے دیوبند سے وابستہ "تبلیغی جماعت" نے پوری دنیا میں جس بڑے پیمانے پر دعوت وتبلیغ کا کام کیا ہے، اس کو علمائے غیر مقلدین بھی سراہے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا محب اللہ شاہ راشدیؒ غیر مقلد (جن کو علی زئی نے اپنے استاذ اور زمانے کے افضل ترین شخص قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) ارقام فرماتے ہیں:

اس وقت تبلیغی جماعت، پاکستان کے علاوہ فارن کنٹریز (دیگر ممالک) یورپ، امریکہ، افریقہ وغیرہا ممالک میں تبلیغی خدمات انجام دے رہی ہے، اور ان کی بے لوث خدمات اور اخلاص کی وجہ سے ہزاروں مسلمان صحیح طور پر مسلمان ہو چکے ہیں، اور مختلف ممالک کے لیے مسلمانوں کی جماعتیں ہمارے پاکستان میں آئی ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ عقیدہ وعملاً مسلمان ہو گئے ہیں، اور گو اس سے پیشتر انہوں نے کبھی اپنی پیشانی اللہ کے حضور زمین پر نہیں رکھی تھی، لیکن اب وہ پکے نمازی بن گئے ہیں اور اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح اور سب مسلمان پڑھتے ہیں، کیا یہ سب کچھ تصاویر کا کرشمہ ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ تصویر کشی تو ان کے ہاں قطعی طور پر ناجائز ہے۔ گو ہم مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کو دیکھتے ہے کہ ان کے اجتماعات میں ان کے علاوہ وغیرہم کی تصاویر لی جاتی ہیں، اور وہ خاموش رہتے ہیں، لیکن تبلیغی جماعت کے کسی اجتماع میں فوٹو گرافر کی شکل بھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں مسلمان صحیح طور پر نمازی بن رہے ہیں اور بحمد للہ جماعت میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے۔[1]

سعودیہ کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن عثیمینؒ، جن کو غیر مقلدین اپنا پیشوا قرار دیتے ہیں، لکھتے ہیں

واما بالنسبة لجماعة التبليغ، فرأيي فيهم انهم جماعة نفع الله بهم نفعا عظيما، فكم من انسان عاص هداه الله على ايديهم، بل كم

---

[1] مقالات راشدیہ ص (۱/۱۵۵)

من انسان کافر دخل فی الاسلام علی ایدیھم، وتاثیرھم لاأحد ینکرہ فی الواقع۔[1]

"تبلیغی جماعت" کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کی جماعت ہے کہ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ نفع پہنچایا ہے، چنانچہ کتنے ہی گنہگار انسان ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں ہدایت نصیب کی ہے، بلکہ کتنے کافر لوگ ہیں جو ان کے ہاتھوں اسلام میں داخل ہوئے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی تاثیر سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں اقتباسات ان حضرات کے ہیں جن کی علمیت اور بزرگی کو علی زئی تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا ان دونوں اقتباسات سے ثابت ہو گیا کہ علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت دین کے صحیح داعی ہیں۔

غیر مقلدین گمراہی کے داعی

البتہ زبیر علی زئی صاحب وغیرہ غیر مقلدین، جن کو خود اُن کے اپنے اکابر بھی بدعتی اور کاذب قرار دے چکے ہیں، وہ گمراہ ہیں اور وہ اعلانیہ گمراہی کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنے غیر مقلدین کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے کہ:

جماعت اہلحدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز (Under Ground) تجویز کے تحت انگریزی پالیسی "Divide and Conquer" (تفرقہ ڈالو اور فتح کرو) سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں، خصوصاً اہلحدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ ان غیر مقلدین کے شر سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

۱۔ فتاویٰ علماء البلد الحرام (ص ۱۰۸۱) ۲۔ احیاء المیت (ص ۳۶)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر بارھواں اِلزام:

انکارِ حدیث

- علمائے دیوبند کا حدیث سے متعلق موقف
- غیر مقلدین اور منکرینِ حدیث

(۱۲)

انکارِ حدیث کا الزام

زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند پر ایک جھوٹا الزام یہ بھی لگایا ہے کہ:

دیو بندی حضرات ائمہ کی تقلید کی وجہ سے صحیح حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ [۱]

علمائے دیو بند پر زبیر علی زئی کا یہ بھی محض افتراء ہے۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے حوالے سے مفصل طور پر گزر چکا ہے کہ:

(علمائے دیو بند) حدیث کو چونکہ قرآن کا بیان اور دوسرے درجہ میں مصدرِ شریعت سمجھتے ہیں اس لیے کسی ضعیف حدیث کو بھی وہ حتی المقدور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ [۲]

اس اقتباس سے علمائے دیو بند کا حدیث کے متعلق مؤقف واضح ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس غیر مقلدین کا اپنا حال یہ ہے کہ خود ان کے اپنے علماء کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ یہ غیر مقلدین دوسروں پر تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کرنے کا الزام لگاتے ہیں اور خود وہ ابن تیمیہ وغیرہ علماء کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔

اور پھر زبیر علی زئی نے علمائے دیو بند کو منکرینِ حدیث ثابت کرنے کے لیے ان کی چند عبارات ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث سے مسائل مستنبط کرنا مجتہدین کا کام ہے نہ کہ ہر مقلد کا۔

اس کو زبیر علی زئی انکارِ حدیث سے تعبیر کر رہے ہیں حالانکہ یہی بات خود اُن کے اپنے اکابر بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

نصوص کتاب وسنت سے استنباط کرنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ ہر کس وناکس کا۔ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔ اور یہ قابلیت خداداد ہوتی ہے، ادعائی نہیں ہے۔ [۳]

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۸)

۲۔ مسلکِ علمائے دیو بند (ص ۳۵) ۳۔ واضح البیان (ص ۳۳۸)

نیز لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے جاہل مجتہد کو دین کی آفتوں میں شمار کیا ہے۔ (جامع صغیر، ج ۱ص ۳)[1]

سیالکوٹی صاحب مزید لکھتے ہیں:

مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایسے لوگوں کو، جو آلات و قواعد اجتہاد سے بے بہرہ ہونے پر خلاف نصوص اجتہاد کر کے اختراع مسائل کرتے ہیں، اُن پڑھ مجتہد کہتے ہیں، یعنی لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔[2]

خود مولانا بٹالوی ارقام فرماتے ہیں:

جو لوگ قرآن و حدیث سے خبر نہ رکھتے ہوں، علوم عربیہ ادبیہ (جو خادم قرآن و حدیث ہیں) سے محض نا آشنا ہوں، صرف اُردو فارسی تراجم پڑھ کر یا لوگوں سے سن کر یا ٹوٹی پھوٹی عربی جان کر مجتہد اور ہر بات میں تارک تقلید بن بیٹھیں، ان کے حق میں ترک تقلید سے بجز ضلالت کسی ثمرے کی توقع نہیں ہو سکتی۔[3]

نیز فرماتے ہیں:

پچیس سال کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور

---

۱ تاریخ اہلحدیث (ص ۱۰۷)

۲ واضح البیان (ص ۳۵۴)

۳ اشاعۃ السنۃ (ج ۱۱ص ۲۹، ۳۰) بحوالہ: صراط مستقیم اور اختلاف امت (ص ۳۳) از: صلاح الدین یوسف غیر مقلد

خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔[1]

اب علمائے دیوبند کے جن اقوال کی وجہ سے زبیر علی زئی ان حضرات پر انکار حدیث کا الزام لگا رہے ہیں، اسی بات کو خود اُن کے اپنے اکابرین کھلم کھلا بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا علی زئی اصول کے مطابق وہ بھی سب سے بڑے منکرین حدیث ہیں۔

ع ایں گناہ یست کہ در شہر شما نیز کنند

غیر مقلدین اور منکرین حدیث

دراصل زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر انکار حدیث کا الزام لگانا "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق ہے کیونکہ برصغیر (پاک و ہند) میں انکار حدیث کا فتنہ "غیر مقلدیت" کی کوکھ سے ہی پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کا بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی پہلے غیر مقلد تھا اور وہ اپنی تفسیر چکڑالوی کے زمانہ تالیف تک اپنے کو اہلحدیث کہلاتا رہا۔

غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

چکڑالوی زمانہ تفسیر چکڑالوی تک اہلحدیث کہلاتا تھا۔[2]

مشہور مورخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

اس گروہ (منکرین حدیث) کا ایک مرکز پنجاب میں ہے، جہاں لوگ انہیں چکڑالوی کہتے ہیں۔ اور یہ اپنے آپ کو اہل القرآن کا لقب دیتے ہیں۔ اس گروہ کا بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی پہلے اہلحدیث تھا۔[3]

اسی طرح مشہور منکر حدیث حافظ اسلم جیراجپوری بھی پہلے غیر مقلد تھا۔ موصوف مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد کے خصوصی شاگرد مولانا سلامت اللہ جیراجپوریؒ غیر مقلد کا بیٹا ہے۔ مولانا امام خان نوشہرویؒ غیر مقلد مولانا سلامت اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

آپ کے صرف ایک بیٹے مولانا محمد حافظ اسلم جیراجپوری ہیں۔ مشہور عالم، نامور مورخ، صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تاریخ الامت، تاریخ القرآن وغیرہ ہیں۔ اوائل عمر سے سلسلہ اہلحدیث میں منسلک تھے مگر اب آخر میں اس سے رشتہ توڑ لیا

۱۔ اشاعۃ السنۃ (ج ۱، ص ۲۹، ۳۰) بحوالہ: صراط مستقیم اور اختلاف امت (ص ۳۳) از: صلاح الدین یوسف غیر مقلد

۲۔ اربعین (ص ۴۳) از: مولوی عبداللہ غزنوی غیر مقلد ۳۔ موج کوثر (ص ۷۱)

ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ قرآن ہدایت کے لیے کافی ہے اور حدیثیں دین نہیں بلکہ تاریخ دین ہیں۔ میں "اہل قرآن" کے فرقہ میں داخل نہیں کیونکہ میں اسوہ رسول ﷺ کو یقینی اور دینی سمجھتا ہوں بخلاف اہل قرآن کے جو کل متواتر کے قائل نہیں (اقتباس از تحریر جناب مولانا حافظ محمد اسلم صاحب)۔ ممدوح کے اس خیال کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حدیث حجت شرعی نہیں۔[۱]

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

مولانا محمد اسلم بھی اوائل عمر سے سلسلہ اہلحدیث میں منسلک تھے۔[۲]

خود اسلم جیراجپوری نے لکھا ہے کہ:

ہمارا گھر مقامی اور بیرونی اہلحدیث علماء کا مرجع تھا۔[۳]

چودھری غلام احمد پرویز، جس نے فتنہ انکار حدیث کو نئے اُسلوب میں پیش کیا اور اس کو باہم عروج پر پہنچایا، یہ بھی جیراجپوری صاحب کا خوشہ چین ہے۔ اسی طرح نیاز فتح پوری اور تمنا عمادی وغیرہ مشہور منکرین حدیث بھی پہلے غیر مقلدین تھے۔

نیز فرقہ نیچریہ (جنہوں نے نیچر (قدرت) کے نام سے بیشمار احادیث کا انکار کر دیا، مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے بھی ان کو منکرین حدیث قرار دیا ہے[۴]) کے بانی سرسید احمد خان بھی پہلے غیر مقلد تھے اور انہوں نے ڈاکٹر ہنٹر کے جواب میں جو کتاب لکھی تھی اس میں بھی انہوں نے اپنے کو اہلحدیث کہا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے بارے میں لکھتے ہیں:

اُس کا اہل السنت یا اہلحدیث ہونا جس کا اس (مولانا امرتسری) کو دعویٰ ہے، ایسا ہے جیسے سرسید کا زمانہ تالیف جواب ڈاکٹر ہنٹر میں اہلحدیث ہونا۔[۵]

بلکہ سرسید ہی نے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب کو غیر مقلد بنایا تھا۔ چنانچہ سرسید اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: جناب مولوی سید نذیر حسین

---

۱ تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۳۸۸، ۳۸۹)

۲ موج کوثر (ص ۶۷)

۳ نوادرات (ص ۳۳۳) بحوالہ: آثار الحدیث (۳۱۳/۲)

۴ توحید الرحمٰن (ص ۱۴۱) ۵۔ اربعین (ص ۴۳)

صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی (غیر مقلد ۔ ناقل) بنایا ہے ۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے ۔ مگر اس کو سنت ہدیٰ جانتے تھے ۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے ۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے ۔ جب گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے ۔[1]

زبیر علی زئی کی ایمانداری کو داد دیجیے کہ خود اپنے فرقہ کی اصلیت کو چھپانے کے لیے علمائے دیوبند پر انکار حدیث کا جھوٹا الزام لگا رہے ہیں ۔ لاحَوْلَ وَلاقُوَّةَ إلَّا بِاللّٰهِ.

الحاصل برصغیر میں فتنۂ انکار حدیث کا اصل سبب انکار تقلید ہے، اور سب مشہور منکرین حدیث اسی فتنۂ ترک تقلید کی پیداوار ہیں ۔ لیکن علی زئی وغیرہ غیر مقلدین اس سے عبرت لینے کی بجائے علمائے دیوبند پر انکار حدیث کا الزام لگا رہے ہیں ۔

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

علاوہ ازیں زبیر علی زئی غیر مقلد اوران کا ٹولہ اگر چہ اپنے آپ کو بلاشرکت غیرے حدیث کا محافظ باور کراتا ہے، لیکن اندر سے یہ لوگ حدیث کے سخت دشمن ہیں، اور صحیح احادیث کو یہ لوگ محض جھوٹے بہانوں سے رد کر دیتے ہیں، اور یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، بلکہ یہ بات خود زبیر علی زئی کے مرحوم استاذ اور ان کے ممدوح مولانا محب اللہ راشدی غیر مقلد نے کہی ہے، چنانچہ موصوف زبیر علی زئی کے ایک دیرینہ دوست جابر دامانوی کے ایک حدیث کو ضعیف قرار دینے کے جواب میں لکھتے ہیں:

> یہ المناک حقیقت ہے کہ آج ہمارا (غیر مقلدین کا) حال یہ ہو گیا ہے کہ کوئی حدیث ہمارے مذاق کے موافق نہیں ہوتی، یا اس پر عمل پیرا ہونے میں قدرے دشواری پیش آتی ہے تو اس کو کسی نہ کسی طرح ضعیف بنا کر رکھ دیتے ہیں، خواہ اس میں ہمیں کتنے ہی پاپڑ بیلنے کیوں نہ پڑیں ۔[2]

اب اگر یہ انکار حدیث نہیں ہے تو پھر انکار حدیث کس چیز کا نام ہے؟

۱۔ موج کوثر (ص ۶۹،۷۰) ۲۔ مقالات راشدیہ (۱/۲۹۸)

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر تیرھواں اِلزام:
خلافِ سنت نماز

- علمائے دیوبند کی حنفی نماز
- حنفی نماز کے سنت کے موافق ہونے کی اکابر غیر مقلدین کی گواہی
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز

(۱۳)

نماز سنت کے خلاف پڑھنے کا الزام

زبیر علی زئی نے الزام لگایا ہے کہ دیوبندیوں کی نماز سنت کے مخالف ہوتی ہے۔[۱] حالانکہ دیوبندی قرآن وسنت سے مستنبط فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں اور اکابر علمائے غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ تمام مذاہب میں حدیث کے سب سے زیادہ موافق فقہ حنفی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

اسی لیے شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ تمام مذاہب میں حدیث کے زیادہ موافق مذہب حنفی ہے۔[۲]

جعفر شاہ پھلواری نواب صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔[۳]

نیز نواب صاحب کے صاحبزادے نواب علی حسن خان صاحبؒ اپنے والد کے حالات میں لکھتے ہیں:

والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے، البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مدِ نظر رہتا تھا۔[۴]

نواب موصوف نے نماز پنجگانہ ادا کرنے میں حنفی طریقہ کیوں اختیار کیا، اس بارے میں خود موصوف کا اپنا بیان ملاحظہ کریں:

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۸)

۲۔ ماثر صدیقی (حصہ چہارم، ص ۶)؛ سوانح نواب صدیق حسن خان (ص ۲۸) از: ڈاکٹر رضیہ حامد: ابقاء المنن (ص ۳۶)

۳۔ اللہ ین یسر (ص ۱۷۶)، بحوالہ: حدیث اور اہلحدیث (ص ۸۴)

۴۔ ماثر صدیقی (حصہ چہارم، ص ۲۳)

بعد عبور کے مذاہب اربعہ پر میں نے اتباع دلیل کا اختیار کیا ہے۔ جو مذہب موافق دلیل قوی وصحیح کے ہوتا ہے وہی میرا اختیار ہے، خواہ مذہب حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔ میں کسی مذہب کا ترک ورد براہ تعصب کے نہیں کرتا ہوں، نہ کسی مذہب کا اخذ برائے ہوائے نفس کے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب کے نزدیک فاتحہ خلف الامام اور رعایت اول وقت کے علاوہ حنفیوں کی نماز کے تمام مسائل دلیل قوی وصحیح کے موافق ہیں۔

اسی طرح غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوئی کے بارے میں مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ آپ مدت العمر شاہی مسجد (دہلی) کے حنفی امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔[2]

مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد بھی لکھتے ہیں:

میاں صاحب (مولانا نذیر حسین) جمعہ کی نماز ہمیشہ دہلی کی مشہور جامع مسجد میں حنفی امام کے پیچھے ادا کرتے تھے۔ دیکھو "الحیاۃ بعد المماۃ"، ص ۱۳۸، و ۲۱۱، طبع اول[3]

اب اگر حنفی نماز خلاف سنت ہے تو پھر شیخ الکل کی مدت العمر جمعہ کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ ان حقائق کی موجودگی میں علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کی نماز (جو فقہ حنفی کے مطابق ہے) سنت کے مخالف ہے، سراسر جہالت اور حماقت ہے۔

غیر مقلدین کی غیر مستند نماز

اس کے برعکس فرقہ غیر مقلدین میں سے کوئی شخص نماز کی کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھ کا جس کے مسنون ہونے پر خود ان کا اپنا اتفاق ہوا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے زعم میں مسنون نماز کی کوئی کتاب لکھتا ہے تو اس کا اپنا ہی ہم مسلک اس کتاب کا رد لکھ دیتا ہے۔ چنانچہ نماز کے موضوع پر ان کی مشہور کتاب "صلوٰۃ الرسول" جس کو مشہور غیر مقلد مولانا صادق سیالکوٹی نے لکھا

١ ابقاء المنن (ص ٢٦)

٢ مقدمہ "معیار الحق" (ص ف، ق)، بحوالہ تحریک آزادی فکر (ص ٢٦٧)

٣ اہلحدیث اور سیاست (ص ٣٩٢)

ہے، کا زدخوداُن کے اپنے ایک عالم مولانا عبدالرؤف سندھو نے ''القول المقبول'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں کیا ہے اور انہوں نے اس کتاب میں سیالکوٹی صاحب کی کتاب کا کچا چٹھا خوب کھول دیا ہے۔

''القول المقبول'' کی اشاعت نے ''غیر مقلدین'' کی صفوں میں کھلبلی مچادی ہے اور کل تک یہ لوگ جس کتاب پر فخر کیا کرتے تھے، آج مارے شرم کے اس کو لوگوں کے سامنے لانے کی جرأت نہیں کر رہے۔

زبیر علی زئی نے غلام مصطفیٰ ظہیر غیر مقلد کے ساتھ مل کر ''صلوٰۃ الرسول'' کی تحقیق وتخریج کی ہے تاکہ سندھو صاحب نے اس کتاب کے جو پول کھولے ہیں اُن پر پردہ ڈالا جاسکے۔ لیکن یقین جانئے، ان دونوں صاحبان کی یہ ساری کاوش محض تنکوں کے سہارے بحر بیکراں عبور کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان کا آپس میں بھی اتفاق نہیں ہے۔ مثلاً غلام مصطفیٰ ظہیر لکھتے ہیں:

> اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ کی زیادت جو بیہقی ۱/۴۱۰ میں آئی ہے، وہ شاذ (یعنی ضعیف) ہے۔[1] جب کہ اس کے برعکس زبیر علی زئی نے اس زیادت کو صحیح قرار دیا ہے۔[2]

اندازہ لگائیں کہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں نے کس طرح بازیچۂ اطفال بنایا ہوا ہے۔

کتاب ''صلوٰۃ الرسول''، جس کا مقصد ''غیر مقلدین'' کی نماز کو سنت کے مطابق اور احناف کی نماز کو سنت کے مخالف ثابت کرنا تھا، کے مصنف کے ضعیف روایات نقل کرنے پر پردہ ڈالتے ہوئے زبیر علی زئی عجیب انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> حکیم صاحب رحمہ اللہ معذور ہیں۔ انہوں نے حسب استطاعت ان احادیث کو باحوالہ نقل کیا ہے۔ تخریج احادیث اور تحقیق نصوص کا اُن کے دور میں عام رواج نہیں تھا۔ اب الحمد للہ کتب احادیث کی کثرت اور نایاب کتابوں کے منظر عام پر آنے کی وجہ سے تحقیق کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ فضائل اعمال میں ضعیف

۱۔ تسہیل الوصول (ص ۱۲۹) ۲۔ ایضاً (ص ۱۲۷)

احادیث کا لے آنا صرف حکیم محمد صادق رحمہ اللہ پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں وبریلویوں کے معتمد علماء اور حنفی فقہاء نے اپنی تصانیف کو ضعیف، بلکہ موضوع روایات سے بھر رکھا ہے۔ مثلاً شیخ زکریا سہارنپوری صاحب کی کتاب ''فضائل اعمال'' وغیرہ۔[1]

علمائے دیوبند پر الزام لگاتے ہوئے زبیر علی زئی کو شرم آنی چاہیے۔ جب اپنے پر بنتی ہے تو علمائے دیوبند یاد آتے ہیں۔ جرأت اور اظہار حق کا تو تقاضا تھا کہ زبیر علی زئی صاحب برملا اعلان کرتے کہ مصنف ''صلوٰۃ الرسول'' نے ضعیف احادیث کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے اور ضعیف غیر ثابت شدہ روایات کو ''صلوٰۃ الرسول'' کا نام دے کر نعوذ باللہ، رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے، اس لیے اس کتاب کو نہ پڑھا جائے اور ہم اپنے غیر مقلدین کو چھوڑ کر نیا مذہب مرتب کرتے ہیں، جو ان کے روزانہ کے پروگرام میں شامل ہے۔ مگر علمائے دیوبند کی دشمنی نے زبیر علی زئی کو اندھا کر دیا، اس لیے وہ یہ اعلان حق کرنے کے بجائے ضعیف احادیث کی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' کے متعلق لکھتے ہیں:

> انہوں نے تین درجن (۳۶) سے زائد کتابیں لکھیں جن کے بیسیوں ایڈیشن نعمانی کتب خانہ، لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے ہزار ہا لوگوں کے لیے ہدایت کا باعث بنایا۔ ہزار ہا لوگ ان کی تصانیف پڑھ کر کاروانِ عمل بالحدیث میں شامل ہو گئے۔ پاکستان، ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب اور یورپ میں بھی ان کی کتابیں پڑھی گئیں اور پڑھی جاری ہیں۔
>
> یہ حقیقت ہے کہ عصر حاضر میں مولانا صادق سیالکوٹی کی کتابیں مسلک کے فروغ کے لیے نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا یہ صدقہ جاریہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (ان شاء اللہ)
>
> آپ کی پیاری کتابوں سے ملّۃ المسلمین کو بے حد فائدہ پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ ان کتابوں میں ایک شہرہ آفاق کتاب ''صلوٰۃ الرسول ﷺ'' ہے۔[2]

---

1. تسہیل الوصول الی تخریج صلوٰۃ الرسول (ص ۱۹) مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء
2. ایضاً (ص ۱۷، ۱۸)

زبیر علی زئی نے "صلوٰۃ الرسول" کی ضعیف احادیث کو محض جھوٹے بہانوں سے "حسن لغیرہ" قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ خود زبیر علی زئی تسلیم کر چکے ہیں کہ:

قول راجح میں حسن لغیرہ روایت ضعیف ہی ہوتی ہے۔[1]

جن لوگوں کے اپنے دلائل کا یہ حال ہے وہ فقہ حنفی کے مضبوط دلائل میں شگاف ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

بت کریں آرزو کبریائی کی
کیا شان ہے تیری کبریائی کی

لطیفہ: زبیر علی زئی نے دیوبندیوں کی نماز سنت کے مخالف ثابت کرنے کے لیے جو دو تین مسائل ذکر کیے ہیں اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ:

سورج کے انتہائی زرد ہو جانے کے بعد یہ عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔[2]

حالانکہ یہ ان کا سراسر بہتان ہے کیونکہ علمائے دیوبند اور احناف کے نزدیک سورج کے انتہائی زرد ہو جانے کی صورت میں عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ان کی تمام مساجد میں عصر ہمیشہ مسنون وقت میں پڑھی جاتی ہے۔

اور پھر زبیر علی صاحب نے اپنے مؤقف کے ثبوت میں "صحیح مسلم" کی ایک حدیث پوری ذکر کرنے کی بجائے اپنا خود کشید ہ خلاصہ پیش کیا ہے کہ:

ایک صحیح حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر (صحیح العقیدہ) امراء (حکمران) نمازیں لیٹ کر کے پڑھیں تو اپنی نماز اول وقت میں پڑھ لینی چاہیے... الخ۔[3]

علمائے دیوبند کی کرامت دیکھئے کہ زبیر علی زئی نے حدیث کا یہ خلاصہ علمائے دیوبند کو فاسد العقیدہ ثابت کرنے کے لیے لکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اُن ہی کے قلم سے علمائے دیوبند کو صحیح العقیدہ ہونا ثابت کر دیا۔ وہ اس طرح کہ علی زئی نے خود قوسین (بریکٹ) کے اندر صحیح العقیدہ لکھ دیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص لیٹ کر کے بھی نماز پڑھے تو پھر بھی وہ صحیح العقیدہ ہے۔

اب علمائے دیوبند کے اہل حق ہونے پر اس سے بڑی دلیل اور کیا چاہیے؟

۱۔ الحدیث (ص ۱۶،۳۵)

۲۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۲۹) ۳۔ ایضاً

زبیر علی زئی کا علمائے دیوبند پر چودھواں اِلزام:
قرآن وحدیث کی غلط تاویلات وتحریفات

- تحریفات اور غلط تاویلات سے علمائے دیوبند کی برأت
- غیر مقلدین کی تحریفات

(۱۴)

علمائے دیوبند پر قرآن وحدیث کی غلط تاویلات اور تحریفات کا الزام

زبیر علی زئی نے اپنی عادت سے مجبور ہوکر علمائے دیوبند پر یہ الزام تراشی بھی کی ہے کہ یہ لوگ قرآن وسنت کی غلط تاویلیں کرتے ہیں اور تحریفات کے مرتکب ہیں۔[۱]

اس دعویٰ پر انہوں نے بزعم خود دو دلیلیں پیش کی ہیں: (۱) یہ حضرات آیت کریمہ: ''فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' سے مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید کا وجوب ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس آیت کریمہ سے سلف صالحین میں سے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا اور نہ سوال کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

(۲) (شیخ الہند) مولانا محمود حسن دیوبندی صاحب نے تقلید کا وجوب ثابت کرنے کی کوشش میں قرآن کریم میں تحریف کردی ہے۔ موصوف مذکور اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ:

یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. (ایضاح الادلہ (ص ۹۷) طبع ۱۳۳۰ھ، مطبع قاسم مدرسہ دیوبند، بہ اہتمام حبیب الرحمٰن)

''وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کے اضافے کے ساتھ یہ آیت پورے قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ محمود الحسن دیوبندی نے تقلید شخصی کو واجب قرار دینے کے لیے گھڑا ہے۔[۲]

زبیر علی زئی کی ان دونوں دلیلوں کا جواب ملاحظہ کریں۔

علمائے دیوبند پر قرآن وحدیث میں غلط تاویل کرنے کے الزام کا جواب

(۱) علی زئی کے اعتراض کی پہلی دلیل کا جواب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود اُن کے اپنے قلم سے ذکر کیا جائے، چنانچہ خود علی زئی نے علامہ خطیب بغدادیؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کے حوالے ذکر

۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۱)

۲۔ ایضاً (ص ۳۱)

کیے ہیں، جن میں ان ہر دو ائمہ نے مذکورہ آیت سے عامی یعنی جو اجتہاد پر قدرت نہیں رکھتا، کے لیے تقلید کو جائز اور واجب قرار دیا ہے۔

ذیل میں ان دونوں ائمہ کی عبارات کا ترجمہ زبیر علی زئی کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ موصوف لکھتے ہیں:

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے کہ تقلید جس کے لیے جائز ہے وہ ایسا عامی ہے جو شرعی احکام کے دلائل نہیں جانتا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھ لو۔ (الفقیہ والمتفقہ: ۲/۶۸)

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

یہ سب (تقلید کی نفی) عوام کے علاوہ (یعنی علماء) کے لیے ہے۔ رہے عوام تو ان پر مسئلہ پیش آنے کی صورت میں ان کے علماء کی تقلید ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں دلیل معلوم نہیں ہوتی اور عدم علم کی وجہ سے وہ اس کے فہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۱۱۴؛ الرد علیٰ من اخلد الی الارض: ص ۱۲۳)[1]

پھر حافظ ابن عبدالبرؒ نے اس کی دلیل میں مذکورہ آیت کو ذکر کیا ہے۔[2]

علی زئی نے اگرچہ مذکورہ بالا بیانات کی وجہ سے علامہ خطیبؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ پر تنقید کی ہے، لیکن ان جبالِ علم کے مقابلے میں زبیر علی زئی جیسے انازی کی تردید کیا وقعت رکھتی ہے؟ نیز مفسر قرآن علامہ آلوسیؒ (جن کو مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد نے بڑے پائے کے مفسر قرار دیا ہے)[3] نے بھی اس آیت سے مسئلہ تقلید کا وجوب ثابت کیا ہے، اور اس کی تائید میں امام سیوطیؒ کا حوالہ بھی ذکر کیا ہے۔[4]

اب یہ تمام اہل علم اس آیت سے تقلید (جو تقلید شخصی اور تقلید مطلق دونوں کو شامل ہے) کا

۱۔ دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۴)

۲۔ جامع بیان العلم (۲/۱۱۵)

۳۔ واضح البیان (ص ۵۵۵)

۴۔ تفسیر روح المعانی (۱۴/۱۴۸)

وجوب وجواز ثابت کر رہے ہیں، اور سوال کرنے کو تقلید سے تعبیر کر رہے ہیں۔ لیکن زبیر علی زئی ان سب حوالوں سے دانستہ چشم پوشی کر کے علمائے دیوبند پر یہ جھوٹا اور من گھڑت الزام لگا رہے ہیں کہ انہوں نے اس آیت سے تقلید شخصی ثابت کر کے قرآن میں معنوی تحریف کر دی ہے، اور علمائے دیوبند سے پہلے کسی نے اس سے تقلید کا مسئلہ کشید نہیں کیا۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ پر آیت قرآنی میں تحریف کرنے کے الزام کا جواب

(۲) علی زئی وغیرہ غیر مقلدین حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ پر جو تحریف کا الزام لگاتے ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے محقق اہل سنت حضرت علامہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الہند نے غیر مقلدین کے خلاف بہترین عظیم ضخیم لاجواب کتاب ''ایضاح الادلہ'' لکھ کر غیر مقلدین کو ذم بخود کر دیا۔ اب غیر مقلدین حضرات نے ایک آیت، جو کاتب کی غلطی سے لکھی گئی تھی، اس کو اچھالا اور تحریف کا الزام لگا کر اپنے غصہ کی بھڑاس نکالی، حالانکہ غیر مقلدین کے بزرگوں کی کتابوں میں کئی آیات غلط لکھی ہوئی موجود ہیں۔ نواب صدیق حسن خان کی کتاب ''الروضۃ الندیہ'' مثلاً ص ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۵۵، ۱۵۶، ۲۳۲، ۳۰۸، مطبع علوی ہند؛ ''نزل الابرار'' مثلاً ص ۳۳، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۲۲۵، ۲۵۱ وغیرہا کتابیں دیکھ لیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری کی کتاب توضیح الکلام ملاحظہ کریں۔ اس میں کئی آیات قرآنیہ غلط لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ. (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۰۱)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ آیت قرآنی موجود نہیں۔ ہم غیر مقلدین حفاظ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ یہ آیت قرآن مجید سے ڈھونڈیں تاکہ اثری صاحب پر قرآن مجید کی آیت نئی گھڑنے کا الزام رفع کیا جا سکے۔

مولانا حافظ محمد گوندلوی غیر مقلد مولانا اثری صاحب کے استاذ صاحب لکھتے ہیں: اس میں کیا شبہ ہے کہ کاتب معصوم نہیں ہوتے، غلطیاں کرتے ہیں۔ حدیث کی

کتابیں تو کیا، قرآن مجید کے لکھنے میں غلطیاں ہوتی ہیں۔'' (خیر الکلام: ص ۳۴۳)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے یہ آیت اپنی اسی کتاب ''ایضاح الادلہ'' میں صحیح بھی لکھی ہے۔ قاضی کا بحکم آیت "أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ" نائب خداوندی ظاہر اور حقیقت شناسان معانی کے نزدیک ارشاد واجب الانقیاد۔[1]

تو اس مقام پر صحیح کیوں لکھی ہے۔ اگر تحریف کا ارادہ ہوتا تو یہاں بھی تحریف کرتے۔ اللہ تعالیٰ ظالم و بدمعاش غیر مقلدین کو معاف نہیں کرے گا۔[2]

دراصل غیر مقلدین کا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ و دیگر اکابرین دیوبند کے خلاف تحریف کے الزامات لگانا ''چور مچائے شور، چور چور'' کا مصداق ہے۔ کیونکہ خود یہ لوگ انگریز کے زمانہ سے اور اسی کے اشارہ پر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور عبارات اکابر میں تحریفات کرتے چلے آرہے ہیں۔

علامہ حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ نے اپنی کتاب ''تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین'' میں ان کی تحریفات کی خوب نقاب کشائی کی ہے۔ یہ کتاب قابل دید و لائق مطالعہ ہے۔ جزاہُ اللّٰهُ أحسَنَ الْجَزاء۔

قارئین! حافظ زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند (کثرهم الله سوادهم) کو بدعتی ثابت کرنے کے لیے جو الزامات لگائے ہیں اُن کی حقیقت آپ نے ملاحظہ کرلی، اور آپ پر یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جن الزامات کی وجہ سے زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند کو بدعتی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ خود اُن کے اپنے مسلمہ اکابرین میں مع المزید پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان کے زعم میں علمائے دیوبند بدعتی ہیں تو پھر زبیر علی زئی کے اصول کی روشنی میں ان کے اپنے اکابر سب سے بڑے بدعتی ہیں۔

۱۔ ایضاح الادلہ (ص ۲۵۶)

۲۔ تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین (ص ۵۵)

زبیر علی زئی کا اپنے اکابرین، نواب صدیق حسن خان
اور
علامہ وحید الزمانؒ سے اظہارِ برأت اور اس کی حقیقت

زبیر علی زئی کا اپنے اکابرین سے اظہار برأت اور اس کی حقیقت

موجود غیر مقلدین (خصوصاً زبیر علی زئی) کو علمائے دیوبند پر اعتراضات کرنے کا بڑا شوق ہے، لیکن جب ان کو خود ان کے اپنے اکابرین کے حوالے سے ان کے مذہب کی اصل شکل دکھائی جائے تو پھر ان کو سانپ سونگھ جاتا ہے، اور یہ لوگ حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے عجیب و غریب قسم کے حیلے اور بہانے تراشتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے لیے صرف قرآن و حدیث حجت ہیں، ان علماء کے اقوال ہمارے لیے حجت نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا ان سے سوال ان علمائے غیر مقلدین کے اقوال کے حجت ہونے یا حجت نہ ہونے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ جس طرح ہمارے اکابرین کے اقوال کو پیش کر کے ان کو بدعتی اور بدعقیدہ ثابت کرنے کی سعی نامراد کرتے ہو، اس طرح تم اپنے علماء کے اسی طرح کے اقوال کی وجہ سے ان کو کیوں نہیں بدعقیدہ اور بدعتی قرار دیتے؟

اور کبھی یہ لوگ اپنے علماء، خاص کر نواب صدیق حسن خانؒ اور علامہ وحید الزمان کو اپنے ہم مسلک علماء ماننے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ زبیر علی زئی نے اپنے ایک مضمون میں نواب صدیق اور علامہ وحید الزمان وغیرہ کو غیر اہلحدیث اشخاص میں سے قرار دے دیا ہے۔[1]

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

> اہلحدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا اصولاً غلط ہے۔[2]

حالانکہ علی زئی کے یہ ریمارکس محض حقیقت سے منہ چرانے والی بات ہے، کیونکہ غیر مقلدین کے تمام نامور اور چوٹی کے علماء ان دو حضرات کو اپنے اکابرین میں سے قرار دیتے ہیں، اور ان کی بڑی تعریف و توثیق کرتے ہیں، اور آج تک کسی بھی معتبر غیر مقلد عالم نے ان دو حضرات کے اہلحدیث و غیر مقلد ہونے سے انکار نہیں کیا۔

ذیل میں ان دونوں حضرات کا تعارف بحوالہ غیر مقلدین ملاحظہ کریں:

۱۔ الحدیث (۳۱/۲۳) وغیرہ ۲۔ الحدیث (۶۹/۱۶)

۳۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص۳۹)

نواب صدیق حسن خان

نواب صاحب کی تعریف وتوصیف میں بڑے بڑے نامور علمائے غیر مقلدین رطب اللسان ہیں، اوران کو بڑے اعلٰی القاب سے یاد کرتے ہیں۔

مثلاً مولانا اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الوقت، مجتہد العصر، مولانا الشیخ سیدنواب حسن خان صاحب [۱]

نیز لکھتے ہیں:

مولانا نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ تعالی والئی بھوپال مکتب فکر کے لحاظ سے اہلحدیث ہیں۔ [۲]

نیز لکھتے ہیں:

اس دور کے دو بزرگ ہیں جنہیں خدمت سنت اور طریقہ سلف کے احیاء میں بلند ترین مقام حاصل ہے، حضرت نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم بھوپال اور شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ نواب صاحب ریاست میں بااختیار مقام کے باوجود تصنیف وتالیف اور دینی مشاغل کی طرف راغب تھے، اور تقلید وجمود کے خلاف ان کے قلم نے اتنا کام کیا جو شائد کوئی جماعت بھی مشکل کر سکے، مرحوم کی تصانیف مختلف فنون میں سینکڑوں تک پہنچی ہیں۔ [۳]

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

شیخ شیخنا حضور پرنور نواب صدیق حسن خان صاحب [۴]

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نواب صاحب کو نامور سلفی اہلحدیث مصنفین میں سے قرار دیتے ہیں۔ [۵]

مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد بھی ان کو اہلحدیث قرار دیتے ہیں۔ [۶]

نامور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ نے بھی ان کو علمائے اہلحدیث میں شمار کیا

۱۔ تحریک آزادئ فکر (ص ۲۷۸)	۲۔ ایضاً (ص ۴۰۲)

۳۔ پیش لفظ معیار الحق (ص ۱۸)	۴۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۴۳۲)

۵۔ مظالم روپڑی (ص ۱۳)	۶۔ فتاوی اہلحدیث (۵۰/۲)

ہے۔[1]

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

نواب والا جاہ، جامع العلوم والفنون، فخر علماء حدیث صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی[2]

مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ غیر مقلد نواب صدیق کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

آج اہلحدیث ہی نہیں، احناف میں بھی حضرت نواب صاحب قدس سرہ کا مسلکاً اہلحدیث ہونا اتنا مشہور اور معروف ہے کہ شاید بہتوں کو اس پر تعجب ہوگا کہ اس عنوان پر گفتگو کرنے کی ہم نے ضرورت کیوں محسوس کی؟

پھر مولانا موصوف نے سولہ صفحات میں بڑی تفصیل کے ساتھ نواب صاحبؒ کا اہلحدیث اور غیر مقلد ہونا ثابت کیا۔[3]

مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہرویؒ لکھتے ہیں:

مُجدِّدُ العصر، خاتمۃ المحدثین حضرت والا جاہی نواب صدیق حسن خان صاحب[4]

نیز موصوف نے نواب صاحب کو علمائے اہلحدیث میں ذکر کر کے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔[5]

عبدالرشید عراقی غیر مقلد، نواب صاحب کو علمائے اہلحدیث کے سرخیل قرار دیتے ہیں، اور ان کی علمی و دینی خدمات کو تاریخ اہلحدیث کا ایک سنہری باب کہتے ہیں۔[6]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی نواب صاحب کو علمائے اہلحدیث میں ذکر کیا ہے۔[7]

مولانا محمد علی محی الدین لکھوی غیر مقلد نے لکھا ہے:

امام اہلحدیث نواب سید صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ[8]

غیر مقلدین کے ''وکیل سلفیت'' رئیس ندوی نے بھی نواب صدیق کو اہلحدیث کا امام قرار

۱۔ مقالات مبارکپوری (ص ۶۳) ۲۔ مقالات راشدیہ (۱۸۴/۲)
۳۔ دیکھئے: اہلحدیث اور سیاست (ص ۱۳۸-۱۵۳)
۴۔ تراجم اہلحدیث ہند (ص ۲۷۶) ۵۔ ایضاً (ص ۲۷۷-۳۱۲)
۶۔ اہلحدیث کے چار مراکز (ص ۵۷-۶۰)
۷۔ پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث (ص ۷۳-۸۰)
۸۔ فتاویٰ علمائے حدیث (۱۵۸/۱۳)

دیا ہے۔[۱]

اب ان نامور غیر مقلدین اہلِ علم کے بیانات کے بعد زبیر علی زئی کے بیان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ خود زبیر علی زئی یہاں تو نواب صاحب کے اہلحدیث ہونے سے انکار کر رہے ہیں، لیکن دوسری جگہ انہوں نے (منی کی طہارت کی بابت) اپنے اوپر ایک اعتراض کا جواب دینے کے لیے نواب صدیق حسن کی اوٹ لی ہے، اور صراحتاً ان کا محقق اور سلفی علمائے حدیث میں سے ہونا تسلیم کر لیا ہے۔[۲]

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

علامہ وحید الزمان

موصوف غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اور عبدالرشید عراقی غیر مقلد نے ان کو مولانا نذیر حسینؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار کیا ہے۔[۳]

محمد حنیف یزدانی غیر مقلد نے مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد کے تعارف میں ان کے شاگردوں کے بارے میں لکھا ہے:

ہندوستان کے شاگردوں میں بے شمار ایسے حضرات ہیں جو سند الوقت کہلائے۔

اور پھر اس کے ذیل میں انہوں نے علامہ وحید الزمان کا نام بھی لکھا ہے۔[۴]

مولانا نذیر حسینؒ نے ان کو اجازتِ حدیث دیتے ہوئے فرمایا:

میں اپنی تمام مرویات حدیثہ یعنی صحاح ستہ وغیرہ کی روایات کی اجازت مولوی وحید الزمان کو دیتا ہوں جو بڑے زیرک، نہایت روشن دماغ اور صاحب الرائے آدمی ہیں۔[۵]

۱۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۸۳۹) وغیرہ ۲۔ الحدیث (۱۸/۵۸)

۳۔ تاریخ اہلحدیث (ص ۴۹۲) اہلحدیث کے چار مراکز (ص ۴۹)

۴۔ معیار الحق (مختصر سوانح مولانا نذیر حسین، ص ۳۷)

۵۔ چالیس علمائے اہلحدیث (ص ۱۰۲) از عبدالرشید عراقی غیر مقلد

عبدالرشید عراقی لکھتے ہیں:

مولانا وحید الزمان کا خاندان حنفی تھا۔ اس لیے اوائل عمر میں حنفی المذہب تھے، لیکن اپنے برادر اکبر مولانا بدیع الزمان کی محبت سے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا۔[۱]

غیر مقلد مناظر پروفیسر طالب الرحمان نے حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کے ساتھ مناظرے میں کہا:

وہ (وحید الزمان) شیعہ تھا، پھر حنفی ہوا، پھر اہلحدیث ہوا۔[۲]

طالب الرحمان کے بھائی ڈاکٹر شفیق الرحمان زیدی لکھتے ہیں:

علامہ وحید الزمان پر کئی دور آئے۔ ان کا آخری دور مسلکِ اہلحدیث کے مطابق تھا۔[۳]

نیز لکھتے ہیں:

علامہ وحید الزمان صاحب نے "ہدیۃ المہدی" اہلحدیث ہونے کے بعد لکھی ہے، کیونکہ اس میں مسلک اہلحدیث کی بھرپور حمایت ہے۔[۴]

خود علامہ موصوف نے لکھا ہے:

میں نے وجوب تقلید مذہب معیّن میں جو ابتدائے طالب العلمی میں لکھا تھا اس سے بعد کو رجوع کیا۔[۵]

نیز لکھتے ہیں:

اسی طرح تقلید مذہب معیّن کو، جو بدعت ہے، کوئی واجب اور لازم سمجھے اور غیر مقلدوں کو گمراہ جانے، اُس پر بھی شیطان کا تسلط ہے۔[۶]

موصوف اپنی تصانیف کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب دو کتابیں زیر تالیف ہیں، ہدیۃ المہدی من فقہ المحمدی، اور انوار اللغۃ۔ حق تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ گو میں ضعیف و ناتوان ہوں، وہ ان دونوں کتابوں

۱۔ چالیس علمائے اہلحدیث (ص ۱۰۶)
۲۔ فتوحات صفدر (۲/۱۶۳)
۳۔ اہل توحید کے لیے لمحہ فکریہ (ص ۱۳)
۴۔ ایضاً
۵۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ش، ص ۷۹)
۶۔ ایضاً (جلد اول، کتاب ج، ص ۹۳)

کو میری زندگی میں کامل کرادے گا۔ اگر احیانا حیات مستعار نے وفا نہ کی اور سفر آخرت درپیش آیا تو میری وصیت اہلحدیث بھائیوں کو یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کو پورا کردیں۔[1]

علامہ موصوف کے خود اپنے ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ وہ اپنے آپ کو غیر مقلد اور اہلحدیث قرار دیتے تھے۔ نیز دیگر نامور علمائے غیر مقلدین بھی ان کو اہلحدیث قرار دیتے ہیں۔

مثلاً مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد (جنہیں علی زئی اپنا استاذ قرار دیتے ہیں، اور ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں)[2] علامہ وحید الزمان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

نواب، عالی جناب، عالم باعمل، فقیہ وقت، محب السنۃ، وحید الزمان بن مسیح الزمان الدکنی۔[3]

مولانا بدیع الدین راشدی کے بڑے بھائی مولانا محب اللہ راشدی لکھتے ہیں:

مشہور محدث علامہ وحید الزمان، جنہوں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہما کتب حدیث کے تراجم کیے ہیں۔[4]

مولانا عبداللہ روپڑیؒ نے بھی موصوف کا اہلحدیث ہونا تسلیم کیا ہے۔[5]

مولانا امام خان نوشہرویؒ غیر مقلد بھی ان کو علمائے اہلحدیث میں ذکر کرتے ہیں۔[6]

عبدالرشید عراقی غیر مقلد بھی ان کو علمائے اہلحدیث میں ذکر کرتے ہیں۔[7]

نامور غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی علامہ وحید الزمان کے بعض نظریات پر تنقید کرنے کے باوجود ان کو علمائے اہلحدیث میں سے قرار دیا ہے، اور تقریباً چار صفحات میں ان کی خدمات حدیث کو ذکر کیا ہے۔[8]

۱۔ لغات الحدیث (ج ۲، کتاب ز، ص ۴۳)　　۲۔ الحدیث (۲/۴۰)

۳۔ ہدیۃ المستفید ترجمہ فتح الحمید (ص ۱۰۳)　　۴۔ مقالات راشدیہ (۱/۸۶)

۵۔ فتاویٰ اہلحدیث (۲/۴۳)　　۶۔ تراجم علمائے اہلحدیث ہند (ص ۵۷۵)

۷۔ نقل حدیث کے چار مراکز (ص ۲۹۲، ۲۹۰)؛ برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی تفسیری خدمات (ص ۳۵)؛ برصغیر میں علمائے اہلحدیث کے علمی کارنامے (ص ۶۳، ۷۷ وغیرہ)؛ چالیس علمائے اہلحدیث (۱۰۳-۱۰۹)

۸۔ پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث (ص ۸۰-۸۴)

مولانا محمد اسماعیل سلفی سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان لکھتے ہیں:
بعض اہلحدیث علماء نے بھی مروجہ فقہ کی روش پر بعض کتب تصنیف فرمائیں، جیسے
نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان۔[1]
زبیر علی زئی کے ممدوح رئیس ندوی نے لکھا ہے:
ائمہ اہل حدیث کے سرکردہ امام نواب وحید الزمان فرماتے ہیں:...[2]
نیز موصوف نے لکھا ہے:
امام اہلحدیث نواب وحید الزمان[3]
اسی طرح موصوف نے وحید الزمان صاحب کی کتاب "ہدیۃ المھدی" وغیرہ کو "اہل حدیث" کی کتب قرار دیا ہے۔[4]
نیز موصوف نے اپنی کتاب "جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات" میں بھی ان کا تعارف:
"الشیخ، العلامہ، نواب وحید الزمان حیدر آبادی" سے کرایا ہے، اور ان کی کتب "ہدیۃ المھدی من فقہ المحمدی" اور "نزل الابرار من فقہ النبی المختار" کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:
یہ کتابیں بھی فقہ اہلحدیث کے موضوع پر ہیں، اور عوام میں بہت مقبول ہیں۔[5]
الغرض خود علامہ وحید الزمان اور دیگر نامور علمائے غیر مقلدین بھی علامہ موصوف کو صراحتاً اہلحدیث اور غیر مقلد قرار دے رہے ہیں، لیکن علی زئی ان سب ٹھوس دلائل سے دانستہ چشم پوشی کرتے ہوئے یہی راگ الاپ رہے ہیں کہ علامہ موصوف اہلحدیث نہیں تھے۔
ع بے حیا باش و ہر آنچہ خواہی کن
آخر میں ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ علی زئی نے علامہ وحید الزمان کے غیر مقلد ہونے پر جو شبہات پیش کیے ہیں اُن کی بھی وضاحت کر دیں، لہٰذا ذیل میں ان شبہات کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

۱۔ مقالات حدیث (ص ۵۵۵) ۲۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۹۳۰)
۳۔ ایضاً (ص ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۵ وغیرہ)
۴۔ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ (ص ۹۳۳)
۵۔ جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات (ص ۱۱)

وحید الزمان کے غیر مقلد ہونے پر علی زئی کے شبہات کی حقیقت

علی زئی نے اپنی کئی مضمونوں میں اس سلسلے میں تین شبہات ذکر کیے ہیں۔

شبہ اولی: علی زئی لکھتے ہیں:

وحید الزمان کا عقیدہ تھا کہ عامی پر مجتہد یا مفتی کی (بغیر تعیین کے) تقلید ضروری ہے۔[1]

وضاحت: علی زئی نے علامہ وحید الزمان کی عبارت کو نقل کرتے ہوئے بریکٹ میں خود وضاحت کر دی ہے کہ وہ بغیر تعیین کے عامی پر تقلید کو ضروری قرار دیتے تھے۔ یعنی وہ مطلق تقلید کے قائل تھے، اور اس سے ان کے غیر مقلد یا بقول شما اہلحدیث ہونے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ عوام کے لیے مطلق تقلید کو غیر مقلدین کے دیگر اکابرین مثلاً مولانا نذیر حسین دہلویؒ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد حسین بٹالویؒ وغیرہ نے بھی ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ ہم عنوان: ''اندھی تقلید کا الزام'' کے ذیل میں ان حضرات کی عبارات نقل کر آئے ہیں، لہٰذا اگر وحید الزمان کو مطلق تقلید کو واجب کہنے کی وجہ سے اہلحدیث کی صف سے باہر نکالا جائے گا تو پھر مولانا نذیر حسینؒ وغیرہ کو بھی غیر اہلحدیث ماننا پڑے گا۔ دیدہ باید۔

رہا مسئلہ تقلید شخصی، جو کہ اہل سنت اور غیر مقلدین میں ''محل النزاع'' ہے تو اس بارے میں ہم وحید الزمان صاحب کا خود اپنا بیان نقل کر آئے ہیں کہ وہ تقلید شخصی کو جائز نہیں سمجھتے۔ لہٰذا علی زئی کا اس سلسلے میں شبہ غلط ہے۔

شبہ ثانیہ: زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

وحید الزمان حیدر آبادی نے خود لکھا ہے:

مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم نے کتاب ''ہدیۃ المھدی'' تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک بڑا گروہ جیسے مولوی شمس الحق عظیم آبادی... وغیرہ ہم تم سے بددل ہو گئے اور عامہ اہلحدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا۔ میں نے جواب دیا، الحمد للہ! کوئی مجھ سے اعتقاد نہ رکھے۔[2]

۱۔ الحدیث (۴۸/۱۸) بحوالہ نزل الابرار (ص ۷)

۲۔ دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۵۸) بحوالہ لغات الحدیث

وضاحت: اس پورے مفروضہ کی بنیاد وحید الزمان صاحب کا ایک دوست ہے جو نامعلوم اور مجہول شخص ہے، علی زئی کو چاہیے کہ پہلے وہ اس شخص کی تعیین اور اس کا ثقہ ہونا ثابت کریں، پھر اس قول کو معرض استدلال میں پیش کریں، اور یا پھر ان مذکورہ علمائے غیر مقلدین (مولانا شمس الحق وغیرہ) کا کوئی ٹھوس حوالہ پیش کریں جس میں انہوں نے وحید الزمان کے غیر اہلحدیث ہونے کی تصریح کی ہو۔ دیدہ باید۔

ثانیاً: اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیں کہ واقعی یہ علماء اور عامہ اہلحدیث موصوف سے بددل ہو گئے تھے، تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ وحید الزمان اہلحدیث کے زمرے سے خارج ہو گئے تھے؟ کیا دیگر کئی غیر مقلدین علماء مثلاً ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبداللہ روپڑی وغیرہ سے یہ لوگ بددل نہیں تھے، بلکہ ان پر تو خود اپنے علماء نے صراحتاً غیر اہلحدیث بلکہ کافر اور زندیق تک کے فتوے کسے ہیں، جس کی تفصیل خود غیر مقلدین کی اپنی کتب: فیصلہ مکہ، اربعین، اور مظالم روپڑی وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ آپ ان کو تو اہلحدیث میں سے قرار دیتے ہیں، لیکن وحید الزمان بیچارے کو ایک مجہول شخص کی شہادت پر اہلحدیث کے زمرے سے باہر نکال رہے ہیں؟

ع ایں چہ بو العجمی است

اور پھر علی زئی کیا یہ معمہ بھی حل کریں گے کہ یہ علمائے غیر مقلدین وحید الزمان کی کتب کثیرہ میں سے صرف "ہدیۃ المہدی" سے ہی کیوں بددل ہو گئے تھے؟ کیا اس لیے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کی توہین کی گئی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو پھر یہ علماء موصوف کی دیگر کتب ("نزل الابرار" وغیرہ) سے بددل کیوں نہیں ہوئے، حالانکہ ان کتب میں بھی اس طرح کا (بلکہ اس سے بھی بدتر) مواد موجود ہے۔ اور اگر ان کی بددلی کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں علامہ وحید الزمان نے اپنے فرقہ کے غلو اور ان کی بداعتدالیوں پر تنقید کی ہے تو یہ بھی بددلی کی کوئی وجہ نہیں بنتی، اس لیے کہ دیگر علمائے غیر مقلدین (مولانا نذیر حسین دہلویؒ وغیرہ) نے بھی اپنے غیر مقلدین بھائیوں کے غلو اور ان کی بے اعتدالیوں کا شکوہ کیا ہے، جیسا کہ ہم ان کی عبارات نقل کر چکے ہیں۔ اور اگر ان کی بددلی کی اس کے علاوہ کچھ اور وجہ ہے تو پھر علی زئی اس کو پیش کریں، ورنہ ان کا یہ حوالہ پیش کرنا فضول ہے۔

شبہ ثالث: زبیر علی زئی وحید الزمان وغیرہ کو متروکین قرار دے کر لکھتے ہیں:

میں نے ''متروکین'' اس وجہ سے لکھا ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:
کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں، اگر چہ وہ یہ کہتے ہیں ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں، لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں، بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو۔ (مجموعہ رسائل، ج ا، ص ۲۳، تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میاں نذیر حسین وغیرہ میرے نزدیک متروک ہیں۔ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ اوکاڑوی کے نزدیک وحید الزمان اور صدیق حسن خان کے تمام حوالے اہلحدیث علماء اور اہلحدیث عوام کے نزدیک بالاتفاق غلط اور مسترد ہیں۔[1]

وضاحت: علی زئی نے خیانت کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی پوری عبارت نقل نہیں کی، چنانچہ علی زئی کی نقل کردہ عبارت: کیونکہ.... سے پہلے عبارت یوں ہے:

غیر مقلدین میں اگر چہ کئی فرقے اور بہت سے اختلافات ہیں، اتنے اختلافات اور کسی فرقے میں نہیں ہیں، مگر ایک بات پر غیر مقلدین کے تمام فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے، وہ یہ ہے کہ غیر مقلدوں کو نہ قرآن آتا ہے، نہ حدیث، کیونکہ....

حضرت اوکاڑویؒ کی اس پوری عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ ان مذکورہ علمائے غیر مقلدین کے غیر مقلد ہونے کی نفی نہیں کر رہے، بلکہ وہ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ علماء قرآن وحدیث سے جاہل ہیں، کیونکہ ان علماء نے اپنی کتب میں جو مسائل قرآن وحدیث کے نام سے لکھے ہیں، ان کو خود ان کے اپنے علماء اور عوام بھی قرآن وحدیث کا نام دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، بلکہ اپنے اکابرین کے ان مسائل کی وجہ سے (ان کو اپنے مخالفین سے جو طعنے سننے پڑتے ہیں، اس سے) وہ اس قدر پریشان ہیں کہ وہ ان مسائل سے جان چھڑانے کے لیے ان کو آگ لگانے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان علماء کو قرآن وحدیث نہیں آتا تھا، اسی لیے انہوں نے غلط

۱۔ الحدیث (۳۰/۲۳)

مسائل لکھے ہیں، ورنہ خود ان کے اپنے لوگ ان مسائل کو رد نہ کرتے۔

اس بیان میں حضرت اوکاڑوی ایک طرح سے غیر مقلدین کی غیرت کو للکار رہے ہیں کہ اپنے آپ کو قرآن وحدیث کا واحد ٹھیکیدار سمجھنے والو! اگر تم اپنے دعوے میں واقعی سچے ہو تو پھر تمہارے اکابرین نے قرآن وحدیث کے نام سے جو مسائل لکھے ہیں، ان کو قبول کرو، یا پھر یہ تسلیم کرو کہ تمہارے اکابرین جاہل تھے اور وہ قرآن وحدیث کے نام پر غلط مسائل لکھتے رہے ہیں۔

قارئین! یہ ہے حضرت اوکاڑوی کی پوری عبارت کا صحیح مطلب، جس کو علی زئی نے کاٹ چھانٹ کر اس سے غلط مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔

اور پھر علی زئی کا دو طلہ پن ملاحظہ کریں کہ وہ اسی عبارت سے نواب صدیق حسن خان اور علامہ وحید الزمان کو متروک ثابت کر رہے ہیں، اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میاں نذیر حسین وغیرہ میرے نزدیک متروک ہیں۔ اب اگر اس عبارت سے علی زئی کے نزدیک میاں نذیر حسین وغیرہ کا متروک ہونا لازم نہیں آتا تو پھر اس سے نواب صدیق اور وحید الزمان کا متروک ہونا کیسے لازم آ گیا؟

الحاصل: علی زئی کے علامہ وحید الزمان کی غیر مقلدیت پر ذکر کردہ تمام شبہات غلط ہیں، اور ایک مسلّمہ حقیقت سے راہِ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اہل السنت والجماعت پر قائم رکھے اور تمام اہل فتن کے شرور سے ہماری حفاظت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.
وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ.
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ.

زبیر علی زئی کا حضراتِ دیوبند سے اپنے کپڑے فروشی کا شکوہ اور اس کی حقیقت

ماخوذ از

زبیر علی زئی کا تعاقب

تالیف

حافظ ظہور احمد الحسینی

زبیر علی زئی غیر مقلد کا حضرات دیوبند سے اپنے کپڑے فروشی کا شکوہ اور اس کی حقیقت

زبیر علی زئی موصوف نے علمائے دیوبند قَدَّسَ سِرُّهُمْ کے معتقدین سے شکوہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

دیوبندی حضرات مجھے کپڑا فروش کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور خوب قہقہہ لگاتے ہیں۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب، ص ۶۳)

لیکن یہ زبیر علی زئی کی محض غلط فہمی ہے کہ دیوبندی حضرات ان کو کپڑا فروشی کی وجہ سے مطعون کرتے ہیں، یا اس پر اس وجہ سے قہقہہ لگاتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان کا مذاق اڑاتا بھی ہے تو محض اس وجہ سے کہ ایک کپڑا فروش، جس نے کسی دینی مدرسے میں نہیں پڑھا اور نہ ہی عربی زبان کی ابتدائی گرامر سے واقف ہے، وہ بھی اپنے آپ کو مجتہد اور محقق باور کراتا پھرتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ زبیر علی زئی کئی سال سے واقعی کپڑا فروش ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ معمولی حساب کرنا بھی نہیں جانتے، اور نہ ہی وہ کوئی جمع و تفریق کر سکتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

- زبیر علی زئی نے عیسیٰ بن جاریہ کے رد میں لکھا ہے کہ:

قولہ ص ۱: اس پر سات افراد نے جرح کی ہے۔ یعنی عیسیٰ بن جاریہ رَحِمَهُ اللّٰهُ

أقُوْلُ (میں کہتا ہوں): ابوداؤد کی جرح ثابت نہیں ہے، باقی بچے پانچ۔ (تعداد رکعات قیام رمضان، ص ۶۴)

حالانکہ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ سات سے ایک نکال دیں تو پیچھے چھ بچتے ہیں نہ کہ پانچ۔

- اسی طرح زبیر علی زئی صاحب نے اپنے استاذ اور پیش رو اللہ دتہ کے متعلق لکھا:

حاجی ابو فہد (ابو الرجال) اللہ دتہ بن کرم الٰہی بن احمد دین، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء

عیسوی، سوہدرہ، وزیرآباد، پنجاب کے ایک بریلوی خاندان میں پیدا ہوئے ہیں۔ (مقالات،ص ۵۱۰)

بارہ صفحات کے بعد لکھا:

آپ کی نماز جنازہ میں نے جامع حاجی اور عصر و مغرب کے درمیان آپ کو چوک شوالہ قبرستان، باغبانپورہ، لاہور میں ۱۰/ اگست ۲۰۰۱ء کو اشک بار آنکھوں سے دفن کردیا گیا، آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ (ایضاً،ص ۵۲۲)

اب یہاں زبیر علی زئی نے حاجی اللہ دتہ کی سن ولادت ۱۹۳۲ء اور سن وفات ۲۰۰۱ء بیان کی ہے، اس طرح حاجی اللہ دتہ کی عمر تقریباً ۶۹ سال بنتی ہے، اور ہجری سال کے اعتبار سے اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ اور اگست ۲۰۰۱ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ، ۷۱ سال بنتی ہے جبکہ زبیر علی زئی اپنے حساب میں ان کی عمر ۶۵ سال بتا رہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا قابلیت ہے، نہ ہجری سال کا حساب آتا ہے نہ عیسوی سال کا۔

✦ زبیر علی زئی نے مشہور محدث حافظ عراقی رَحِمَهُ اللّٰه کے تعارف میں لکھا ہے کہ:

حافظ ابوالفضل العراقی، ولادت ۸۲۵ھ، وفات ۸۰۶ھ (مقدمہ جزء رفع الیدین،ص ۱۲)

گویا زبیر علی زئی کے نزدیک حافظ عراقی رَحِمَهُ اللّٰه اپنی وفات (۸۰۶ھ) کے اُنیس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ سبحان اللہ!

✦ زبیر علی زئی کے ساتھی اور ہم مسلک ڈاکٹر خالد ظفر اللہ نے زبیر علی زئی کی کتاب "نور العینین" کے شروع میں زبیر علی زئی کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ:

محقق دوراں حافظ زبیر علی زئی ۲۵/ جون ۱۹۵۷ء کو بمقام پیرداد، نزد حضرو، ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن ہی سے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ۱۹۷۲ء میں صحیح بخاری کی پہلی جلد پڑھی اور بخاری شریف پڑھ کر ۱۹۷۳-۱۹۷۲ء کے درمیانی عرصے میں عامل بالحدیث یعنی اہل حدیث ہو گئے۔ (نور العینین،ص ۸، مصنف کا تعارف)

اس سے معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی ۱۹۷۳ء میں جب ان کی عمر تقریباً سولہ سال تھی تو وہ (نام

نہاد) اہل حدیث بنے تھے۔ جبکہ خود زبیر علی زئی نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ:

میں جب چھوٹا نابالغ بچہ تھا تو میرا ایک رشتہ دار، جو ہمارے گاؤں میں دیو بندیوں کا سردار، سخت انتہا پسند تبلیغی ہے، اس نے امام بخاری رحمۃ اللہ کو ماں بہن کی گالیاں دی تھیں۔ صحیح بخاری کی محبت نے مجھے کھینچ لیا اور میں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔ (الحدیث: ۲۳/۴۱،۴۲)

گویا بقول زبیر علی زئی، جب انہوں نے تقریباً سولہ سال کی عمر میں مسلک اہل حدیث اختیار کیا، اُس وقت وہ بالکل چھوٹا نابالغ بچہ تھا۔ واقعی (نام نہاد) مسلک اہل حدیث جو اختیار کرتا ہے وہ نابالغ بچہ ہی ہوتا ہے، چاہے اس کی عمر کتنی زیادہ ہی کیوں نہ ہو، اور زبیر علی زئی کی تحقیق میں چھوٹا بچہ بالغ نہیں ہوسکتا ہے اس لیے انہوں نے وضاحت کر دی کہ میں چھوٹا بچہ تھا اور نابالغ بھی۔

اب جو شخص ساری زندگی کپڑا فروشی کرنے کے باوجود حساب کتاب کرنے میں بھی نالائق ہے، اگر وہ شخص اپنے آپ کو دینی علوم (جس کے وہ قریب بھی نہیں گیا) میں ماہر سمجھنا شروع کر دے تو ایسے شخص پر لوگ قہقہے نہیں لگائیں گے تو کیا کریں گے؟

زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب کے کمالات کے تعارف میں فی الحال اتنا کافی ہے، تفصیل کے لیے ان شاء اللہ جلد ہی کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' پیش کی جارہی ہے۔

زبیر علی زئی کی بے وقوفیاں اور جہالتیں

ماخوذ از

زبیر علی زئی کا تعاقب

تالیف

حافظ ظہور احمد الحسینی

زبیر علی زئی کی بے وقوفیاں اور جہالتیں

زبیر علی زئی کے پیروکار اُن کو ذہبی عصر، محقق زماں، امام اسماء الرجال وغیرہ جیسے عظیم القاب سے نوازتے ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ محض مبالغہ اور بالکل خلافِ حقیقت ہے۔ موصوف علمی اعتبار سے تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کو عالم کہا جائے، چہ جائیکہ ان کو کسی بڑے علمی مقام پر فائز مان لیا جائے، بلکہ وہ تو محض ایک مخبوط الحواس اور ماؤف العقل شخص ہیں، جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان کی قابلیت کے کچھ نمونے قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب ہم یہاں موصوف کی تحریرات (جو سب بے وقوفیوں اور جہالتوں سے مالا مال ہیں) میں سے چند مزید اس طرح کے نمونے پیش کرتے ہیں، تا کہ علی زئی کے پیروکار اُن کی ان بے وقوفیوں اور جہالتوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ وغیرہ جیسے جبالِ علم کی تقلید چھوڑ کر کن نااہل لوگوں سے دین میں رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ.

- زبیر علی زئی ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ روایت ابوبکر الاثرم نے ربیع بن صبیح سے حصلاً بیان کی ہے۔ دیکھئے "التمہید" ج ۹ ص ۲۱۸۔ ربیع مذکور جمہور کے نزدیک موثق اور حسن درجے کا راوی ہے۔ دیکھئے "تہذیب التہذیب" وغیرہ۔ ربیع مذکور سے مراد ربیع بن انس ہے۔ جبکہ ربیع بن صبیح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ (حاشیہ جزء رفع الیدین: ص ۸۱)

قارئین: اندازہ لگائیں کہ زبیر علی زئی حواس باختگی میں کیسی بے تکیاں چھوڑ رہے ہیں، پہلے انہوں نے ربیع کو ربیع بن صبیح قرار دیا، لیکن پھر اپنی اس بات کی خود ہی تردید کر دی اور کہہ دیا کہ ربیع مذکور سے مراد ربیع بن انس ہے۔ نیز پہلے انہوں نے کہا تھا کہ ربیع بن صبیح جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے، لیکن اس کے فوراً بعد ہی پینترا بدل دیا، اور ربیع بن صبیح کو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف قرار دے دیا۔

لگتا ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت زبیر علی زئی کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

- زبیر علی زئی اپنی کتاب ''نصر الباری'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں آیات، احادیث اور عربی عبارات پر اعراب ''جناب'' نے لگائے ہیں۔ (نصر الباری: ص ۳۱)

علی زئی صاحب سے عرض ہے کہ وہ ذرا وضاحت کر دیں کہ آپ کے دوست یہ ''مولانا جناب'' کون شخص ہیں؟

- زبیر علی زئی اپنے قارئین کو نصیحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

راقم الحروف کی کتاب ''اکاذیب علمائے دیوبند'' تحت التکمیل کا مطالعہ فرمائیں۔ (تعداد رکعات قیام رمضان، ص ۴۰)

سبحان اللہ! جو کتاب ابھی مکمل ہی نہیں ہوئی، اس نامکمل کتاب کو کوئی کیسے پڑھے گا؟

ع — بریں عقل و دانش بباید گریست

- امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابو یوسفؒ کے بارے میں فرمایا ہے: ''وکان مُنصِفًا فِی الحدیث۔''

زبیر علی زئی، امام احمدؒ کے اس قول کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابو یوسف حدیث میں درمیانہ تھا۔ یعنی حدیث میں آدھے راستے پر تھا۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۹، ص ۵۱)

زبیر علی زئی کو اپنے مجتہد ہونے پر ناز ہے، لیکن بے چارے کو عربی کی ابتدائی گرامر سے بھی واقفیت نہیں ہے، ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ عربی زبان میں آدھے کے لیے ''نصف'' کا لفظ بولا جاتا ہے جو کہ مُجرَّد ہے، جب کہ یہاں ''مُنصِف'' ہے جو کہ مزید ہے، اور اِنصَاف (بروزنِ افعال) کا اسم فاعل ہے، جس کا مطلب ہے: انصاف پسند، انصاف کرنے والا وغیرہ۔ اسی مناسبت سے کہا گیا ہے:

لطف پر لطف ہے املا میرے یار کے
حاء حلی سے گدرح لکھتا ہے عوز سے عار

✦ زبیر علی زئی نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے علامہ نیمویؒ کی کتاب ''آثار السنن'' کے خلاف ایک کتاب ''انوار السنن'' کے نام سے لکھی ہے، اور میں نے یہ کتاب بعض فارغ التحصیل طلباء کو پڑھائی بھی ہے۔(الحدیث: ش ۵۱، ص ۳۱)

علی زئی اپنے اس بیان میں اپنی ''عربیت'' پر بڑا فخر کر رہے ہیں کہ میں نے عربی زبان میں کتاب لکھی ہے، حالانکہ ان کی یہ اُردو عبارت ہی ان کے مبلغ علم کا ثبوت فراہم کر رہی ہے کہ جس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ علم سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں، ان کو علماء کہا جاتا ہے، نہ کہ طلباء۔ اندازہ کریں کہ جن لوگوں کی اُردو کا یہ حال ہے وہ بھی عربی میں اپنی مہارت کے دعوے کر رہے ہیں۔

بت کریں آرزو خدائی کی
کیا شان ہے تیری کبریائی کی

✦ زبیر علی زئی نے گاؤں میں جمعہ کی فرضیت پر آیت کریمہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ. (سورۃ الجمعۃ: ۹) سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ کے حوالجات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

مفسرین کی ان تفسیروں سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں ''المؤمنین'' (تمام مؤمنین) مراد ہیں۔ المؤمنین میں ال (الف لام) استغراقی ہے۔(الحدیث: ش ۶۸، ص ۱۸)

برادرِ مکرم حضرت مولانا نثار احمد الحسینی صاحب مدظلہ، علی زئی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

اب آیت مذکورہ میں ''المؤمنین'' کہاں ہے، اور ''اٰمَنُوْا'' میں الف لام استغراقی کہاں سے آیا ہے؟ اور اگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا کلام، کلام اللہ ہے تو زبیر علی زئی غیر مقلد کون سی وحی مرتب کرنا چاہتے ہیں؟ ایسے بدحواس محقق کی پیشوائی آل حدیث غیر مقلدوں کو مبارک ہو۔ (مقدمہ تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ

مقام،ص ۱۰۰)

◆ زبیر علی زئی اپنے نام کے ساتھ "حافظ" لکھتے ہیں، لیکن موصوف جس طرح دیگر علوم میں کچے اور انتہائی نالائق ہیں، اسی طرح حفظ قرآن میں بھی ان کا یہی حال ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

رب العالمین فرماتا ہے کہ:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ. (سورۃ النحل: ۱۰۵) (تعداد رکعات قیام رمضان: ص ۳۶)

حالانکہ یہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۰۵ نہیں بلکہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۰۵ ہے۔ سورۃ نحل کی تو کل آیات ہی ۹۳ ہیں تو پھر یہ اس کی ایک سو پانچویں آیت کیسے ہوگئی؟

◆ علی زئی نے حواس باختگی میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

ایسا اعلان کرنے والا ہر "ہوش مند" کی جگہ پاگل خانہ ہی ہوسکتا ہے۔ (الحدیث، ش ۶، ص ۳۳)

زبیر علی زئی کی حواس باختگی کی انتہا ہے کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ "پاگل خانہ" ہوش مندوں کی جگہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو آپ جیسے مسلوب العقل لوگوں کی جگہ ہے۔

◆ زبیر علی زئی سے سوال کیا گیا کہ کیا ہوا نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اب اس سوال کا جواب اتنا ہی کافی تھا کہ انسان کے پیٹ سے کسی قسم کی بھی ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن علی زئی نے خواہ مخواہ ہوا کی اقسام بیان کرنی شروع کردیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

انسان کی ہوا نکلنے کے ساتھ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، چاہے یہ ہوا آواز سے نکلے یا بے آواز نکلے، چاہے بدبو آئے یا نہ آئے، چاہے معمولی پھسکی ہو یا بڑا پاد، چاہے ذبر سے نکلے یا قُبل سے، ان سب حالتوں میں یقیناً وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ (الحدیث: ش ۲، ص ۲۹)

فقہ کے مسائل کا مذاق اڑانے والوں کو اپنے گھر کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو، اپنے گھر کی خبر نہیں
تم سا احمق تو دنیا میں کوئی بشر نہیں

✦ جاہل مجتہد کو حدیث میں دین کی آفتوں میں سے قرار دیا گیا ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص ۱۷۱، ۳۷، بحوالہ جامع صغیر، ج ۱، ص ۳)

زبیر علی زئی خود بھی جاہل مجتہد ہیں، اور دیگر جاہل لوگوں کو بھی اجتہاد کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

عامی (جس کو علی زئی جاہل سے تعبیر کرتے ہیں) وہ اجتہاد کرتا ہے۔

(۱) وہ صحیح العقیدہ اہل سنت کے عالم کا انتخاب کرتا ہے، اگر وہ بدقسمتی سے کسی اہل بدعت کے عالم کا انتخاب کرلے تو پھر "صحیح بخاری" کی حدیث "فَيُضِلُّوْنَ وَيَضِلُّوْنَ" پس وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (البخاری: ۷۳۰۷) کی رُو سے گمراہ ہوسکتا ہے۔ (دین میں تقلید کا مسئلہ، ص ۴۵)

علی زئی کی جہالت دیکھئے، ایک طرف وہ عامی (جاہل) کو اجتہاد کرنے کا اختیار دے رہے ہیں، اور دوسری طرف وہ اس کے گمراہ ہونے کا امکان بھی ظاہر کر رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک جاہل شخص بھی اجتہاد کرسکتا ہے تو پھر وہ گمراہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا بھی مجتہدین گمراہ بھی ہوا کرتے ہیں؟ حدیث کی رُو سے تو مجتہد کو خطا کی صورت میں بھی ایک اجر ملتا ہے۔

زبیر علی زئی نے بخاری شریف کی جو حدیث ذکر کی ہے، وہ خود اُن جیسے لوگوں پر پوری طرح صادق آتی ہے، کیونکہ یہ لوگ باوجود مجتہد نہ ہونے کے اجتہاد کرکے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں، اور دیگر جاہل لوگوں کو بھی اجتہاد کرنے کا مشورہ دے کر ان کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ فَيُضِلُّوْنَ وَيَضِلُّوْنَ.

آل حدیث زبیر علی زئی کے پیچھے نماز کا حکم

از

حضرت مولانا نثار احمد الحسینی دامت برکاتہم

آل حدیث زبیر علی زئی کے پیچھے نماز کا حکم

زبیر علی زئی نے بذعم خود اپنے اساتذہ میں سید بدیع الدین شاہ مرحوم (م۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء) پیرجھنڈا (سندھ) کا نام بھی لکھا ہے۔[1]

زبیر علی زئی سید بدیع الدین راشدی مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں:

شاہ صاحب کی تعریف وتوثیق پر تمام علمائے حق کا اتفاق ہے اور آپ فی الحقیقت ثقہ، امام، متمکن تھے، مولانا محبُّ اللہ شاہ راشدی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: "ثقہ" مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھوی نے فرمایا: "عالم محقق" میں نے مدینہ میں محمد بن ہادی المدخلی سے ان کے گھر میں یہ فرماتے ہوئے سنا: "ماسمع عنه الا خیر" ہم ان کے بارے میں خیر ہی سنتے ہیں۔ صالح بن نافع الحربی المدنی نے کہا: "صاحب سنه من أهل الحديث ونفع الله به" آپ اہلحدیث میں سے صاحب سنت تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا ہے۔ (الوالسبیل فی میزان الجرح والتعدیل: ص۲۶)[2]

ابوجبیر محمد اسلم سندھی سید بدیع الدین شاہ راشدی مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں:

شاہ صاحب ایک ثقہ امام، علم وفقہ کے بحر، تقویٰ وورع کے پیکر، ایک عظیم محدث اور عصر حاضر میں محدثین کرام کے صحیح جانشین، بے باک حق گو، کردار وگفتار میں یکساں، اتباع السنۃ اور عقیدۃ السلف کے لیے غیور، ایک عظیم استاذ، مصلح اور داعی تھے۔[3]

۱۔ الحدیث (۱۹/ ۳۸ نمبر تلامذہ میں نمبر ۳۸)

۲۔ مجلہ بحر العلوم (۹/ ۲۱۰) مضمون زبیر علی زئی

۳۔ الحدیث (۱۹/ ۳۳)

یہی سندھی موصوف لکھتے ہیں:

شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ عصر قریب میں بلاشبہ سلفیت اور توحید وسنت کے بہت بڑے امام اور داعی تھے۔[۱]

سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی تصانیف میں ایک کتاب "امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے" بھی ہے۔[۲]

سید بدیع الدین شاہ راشدی نے اس رسالہ میں احناف اور خاص کر علمائے دیو بند رحمہم اللہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے یہ لکھا کہ ان کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی۔ زبیر علی زئی غیر مقلد کا رسالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" بھی اپنے استاذ کے اس رسالہ کا چربہ ہے۔ جس طرح ہر باطل علمائے دیو بند کو اپنا مقابل سمجھتا ہے اسی طرح غیر مقلدین کا یہ ٹولہ بھی اپنے لیے سب سے زیادہ خطرہ علمائے دیو بند کو سمجھتے ہوئے ہمیشہ انہیں تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ مگر پنجابی ضرب المثل ہے "رب رُسے تے مت کھسے" (جب رب تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو عقل جاتی رہتی ہے)۔ ان کی بھی یہی حالت ہے۔ زبیر علی زئی نے بھی اپنے مرحوم استاذ کے رسالہ کا چربہ اتارتے وقت یہ خیال نہ کیا کہ استاذ نے جو تیر علمائے دیو بند پر چلایا ہے، علمائے دیو بند کو تو اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھنا ہی تھا خود شاگرد اس کا شکار ہو گیا۔

سید بدیع الدین شاہ راشدی نے اپنے رسالہ "امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے" میں احناف کی اقتداء میں نماز نہ ہونے کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ احناف نماز نہ پڑھنے والے کو کافر نہیں کہتے سید صاحب لکھتے ہیں:

اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ (احناف) تارک الصلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے۔[۳]

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین عظام رحمھم اللہ اور آئمہ حدیث رحمھم اللہ ترک

۱۔ الحدیث (۱۲/۳۹)

۲۔ الحدیث (۳۱/۱۹): بحوالہ بحر العلوم (۵/۲۰۷) مضمون زبیر علی زئی

۳۔ امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے (ص ۳۶)

الصلوٰۃ کو کفر کہنے پر متفق ہیں۔[۱]

زبیر علی زئی اپنے مزعومہ استاذ کے برعکس تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں کہتا ملاحظہ ہو:

اس سلسلے میں ایک بڑا مسئلہ ترک صلوٰۃ ہے۔بعض علماء کے نزدیک تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور بعض اسے فاسق فاجر کہتے ہیں۔حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں فریقین کے دلائل جمع کر دیے ہیں۔محدث البانی رحمہ اللہ اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ: تارک الصلوٰۃ کافر نہیں۔[۲]

زبیر علی زئی کے معتمد فضل اکبر کاشمیری نے احادیث میں جن امور پر وعید کفر ہے اور وہاں وعید کفر کی تاویل کرتے ہوئے تکفیر نہیں لگایا جاتا ان امور میں ترک صلوٰۃ کو بھی شمار کیا ہے۔[۳]

اور ان امور پر تکفیر کو خطرناک قرار دیتے ہوئے اسے پرانی بیماری، یہودیت کی سازش، قوم یہود کی باقیات، روافض، خوارج اور تنگ نظری کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گو بعض اعمال پر کفر کا اطلاق فرمایا ہے مگر اہل علم نے ان اعمال کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔[۴]

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

''ماہنامہ الحدیث'' میں ہر تحریر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری ہے اور اختلاف کی صورت میں صراحتاً یا اشارۃً وضاحت کر دی جاتی ہے۔[۵]

زبیر علی زئی نے سید بدیع الدین شاہ راشدی کے تذکرہ میں ان سے تارک الصلوٰۃ کو کافر قرار دینے پر کسی اختلاف کا کوئی ذکر نہیں کیا، جب کہ سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کے

۱۔ امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے (ص ۳۶)
۲۔ الحدیث (۹/۳۳)
۳۔ الحدیث (۳۳/۱۹،۳۱،۳۲)
۴۔ ایضاً (۳۳/۳۱)
۵۔ ایضاً (۳۳/۳۱)
۶۔ ایضاً (۳۳/۴)

دوسرے بھائی اور مرحوم استاذ سید محب اللہ راشدی کے تذکرہ میں زبیر علی زئی نے ان سے اپنے اختلاف، کبھی ان کی تقلید اور کبھی اپنے رجوع سب کو لکھا ہے۔[1]

یہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ سید بدیع الدین شاہ راشدی سے تارک الصلوٰۃ کو کافر نہ کہنے والے کی اقتداء میں نماز نہ ہونے کے فتویٰ کے انتساب کو زبیر علی زئی تسلیم کرتے ہیں اور سید بدیع الدین شاہ راشدی کے فتویٰ کے مطابق زبیر علی زئی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

ع ناطقہ سر بگریباں اسے کیا کہیے

اب زبیر علی زئی کے مزعومہ استاذ جسے انہوں نے ثقہ، امام، متقن بعلم وفقہ کے بحر، تقویٰ وورع کے پیکر، عظیم محدث اور عصر حاضر میں محدثین کے صحیح جانشین، جیسے القابات سے نوازتے ہوئے تحقیق الرجال کے اپنے وضعی (گھڑنتو) اصول کے مطابق مجھ (درست) ثابت کرلیا ہے ان کے فتویٰ کے مطابق اہل حدیث زبیر علی زئی غیر مقلد کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اب زبیر علی زئی کے لیے دو ہی راستے ہیں:

۱۔ اپنے استاذ عالی مقام کے فتویٰ کو تسلیم کرتے ہوئے گزشتہ تقریباً تیس سالوں کی اپنی نمازیں لوٹائیں اور فکر آخرت اگر ہے تو اس کا خیال کرتے ہوئے ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کو لوٹانے کا اعلان شائع کریں۔

۲۔ اگر زبیر علی زئی کو اپنے استاذ عالی مقام کا فتویٰ تسلیم نہیں تو ان کی ساری زندگی کی نمازوں کا کفارہ جو ان کے مذہب میں ہے اس کا انتظام کریں اور اس امام عالی مقام کے پیچھے جو لوگ اپنی نمازیں برباد کر چکے ہیں انہیں بھی اپنے مذہب کے موافق کوئی راستہ دکھائیں۔

ہاں ایک تیسرا راستہ بھی ہے کہ ائمہ کرام رحمھم اللہ کی تقلید چھوڑنے سے اپنے اس انجام سے عبرت پکڑیں۔ ائمہ کرام رحمھم اللہ کی تقلید اختیار کرتے ہوئے سلف کے اتباع میں اپنی اور اپنے دوستوں کی آخرت سنواریں، اور اپنے رب تعالیٰ کی رضا حاصل کریں ورنہ آپ کی یہ حالت ہے کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

۱۔ الحدیث (۳۵/۲)

پرستان زبیر علی زئی کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ اہل حدیث زبیر علی زئی اور ان کے استاذ عالی مقام کے آپس میں ان متضاد فتوؤں کو دیکھتے ہوئے اس انجام سے عبرت حاصل کریں اور مقبولان بارگاہ خداوندی سے عناد، بغض اور ان کی دشمنی سے رب تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتے ہوئے اپنی دنیا، آخرت برباد نہ کریں۔

ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید چھوڑنے، اسلاف کا اتباع ترک کرنے اور اولیاء اللہ کی بے ادبی کا انجام یہ ہے کہ استاذ وشاگرد دونوں نے اولیاء اہل السنّت علمائے دیوبند کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے جو تیر چلایا اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے خدمت گاروں کو محفوظ رکھا اور ایک ہی جرم میں ملوث استاذ وشاگرد دونوں ایک دوسرے کے وار کا شکار ہوگئے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَار

زبیر علی زئی صاحب کی خدمت میں ایک مخلصانہ گزارش

الحمدللہ! گزشتہ صفحات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ:

(۱) اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف اہل السنت ہی کے عقائد ہیں۔

(۲) اس لیے علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول مقبول نمازوں میں سے ہے۔

(۳) زبیر علی زئی نے جن حضرات کو اپنے اساتذہ میں شمار کیا ہے انہوں نے اور اُن کے ممدوحین نے بھی ان مسائل میں، جن پر زبیر علی زئی کو اعتراض ہے، علمائے دیوبند کے نظریہ سے بھی پُر زور الفاظ میں یہی اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔

(۴) زبیر علی زئی کے اپنے مزعومہ استاذ کے فتویٰ کے مطابق خود حافظ زبیر علی زئی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

اس لیے!

(۱) زبیر علی زئی نے بدعتی ہونے کا جو فتویٰ علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ پر لگایا ہے اس سے پُر زور فتویٰ اپنے اساتذہ اور ممدوحین غیر مقلدین اور خود اپنے آپ پر لگائے۔

(۲) اپنی نمازیں لوٹاتے ہوئے اپنے مقتدیوں سے بھی نمازیں لوٹائے کہ جن نظریات پر وہ تنقید کرتا ہے خود اُن نظریات کے حاملین کا مدح خواں ہے۔

(۳) اپنے مزعومہ استاذ کے فتویٰ کے مطابق اپنی گزشتہ تمام نمازیں لوٹائے اور اپنے پیچھے نمازیں پڑھنے والوں میں بھی اس کا اعلان کرے۔

(۴) اپنے اسلاف پر بدعت کا فتویٰ لگاتے ہوئے اپنے نئے مذہب کا اعلان کرے کہ ان کے

ہاں نئی نئی تحقیق پر صبح شام مذہب بدلنا قابلِ فخر سمجھا جاتا ہے۔ اور اپنے بے لگام غیر مقلدین کو یہ محقق کہتے ہیں جو اکابر سے اپنا راستہ جدا کرتے ہوئے تحقیق کے نام پر لوگوں کو اپنی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔

اور اگر

یہ نہ ہو سکے تو اِن اکابر، اسلاف اور مخلص خادمانِ دین پر تنقید و تشنیع کے جو نشتر زبیر علی زئی نے چلائے ہیں، رب تعالی سے معافی مانگتے ہوئے اعلانِ توبہ شائع کر کے دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ.



خانقاہِ امدادیہ

0312 2311400 / 057 2311400